یہ ہے وہابیت

ناشر

دارالوحدت۔ پوسٹ بیگ ۷ نئی دہلی ۔ ۱۱۰۰۰۱

جملہ حقوق محفوظ

کتاب کا فارسی نام ——— این است وہابیت۔

مصنف ——— علامہ محمد جواد مغنیہ۔

اردو نام ——— یہ ہے وہابیت۔

مترجم ——— مولانا روشن علی۔

سنہ اشاعت ——— ۱۹۹۱ء

تعداد اشاعت ——— دو ہزار

قیمت ——— ۱۸ روپیہ

ناشر ——— دار الوحدت ۔ نئی دہلی

طابع الائیڈ انٹرپرائزیز، 2241 دریا گنج نئی دہلی۔

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	پیش لفظ مترجم	۵
۲	مقدمہ ناشر کا ترجمہ	۷
۳	مقدمہ مولف	۱۸
۴	اشارہ	۲۲
۵	حج کے اسرار	۲۴
۶	بیت عتیق	۲۷
۷	مکہ کی گھاٹیاں	۲۸
۸	عبادت کے معنی	۲۹
۹	طواف کرنے والوں اور عبادت کرنے والوں کے ساتھ۔	۳۰
۱۰	حجاج و شور و غل	۳۱
۱۱	حج کے مناظر	۳۲
۱۲	حج کی تھکاوٹیں	۳۳
۱۳	جھگڑوں کا فیصلہ	۳۴
۱۴	مذاہب و ادیان	۳۴
۱۵	ہر جھگڑے کو خدا و رسول کی طرف پلٹاؤ	۳۶
۱۶	طریقہ حل کیا ہے؟	۳۷
۱۷	وہابی علماء کے ساتھ	۴۰
۱۸	شرعی محکمے	۴۰
۱۹	کلیۃ الشرقیہ	۴۵
۲۰	دینی حالات	۴۷
۲۱	امام الجمعۃ والجماعت	۵۰
۲۲	مدینہ منورہ	۵۲
۲۳	حرم رسولؐ	۵۵
۲۴	چیف جسٹس	۵۷
۲۵	مقبرے	۵۹
۲۶	مسلمان کافر	۶۱
۲۷	ابن تیمیہ کے اقوال	۶۶
۲۸	مسلمان اور اسلامی حکومت	۷۱
۲۹	وہابی و خوارج	۷۳
۳۰	وہابیہ و حشویہ	۷۶
۳۱	وہابیوں کا عقیدہ	۷۷
۳۲	شرک و توحید	۷۷

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۳	وہابیت یا تلوار	۸۱
۳۴	آزادی عقیدہ	۸۵
۳۵	شرک	۸۶
۳۶	قبور ائمہ کے پاس شیعوں کی مناجات	۹۰
۳۷	شبہ کی بنا پر حد روک دی جاتی ہے	۹۴
۳۸	صفات خدا	۹۶
۳۹	قابل توجہ امور	۹۸
۴۰	ایمان بالقدر	۱۰۰
۴۱	اسباب و مسببات	۱۰۲
۴۲	گنہگار	۱۰۳
۴۳	اصحاب رسول	۱۰۳
۴۴	خلفائے راشدین	۱۰۴
۴۵	احادیث	۱۰۶
۴۶	جاہل معذور نہیں ہے	۱۰۶
۴۷	اجتہاد و تقلید	۱۰۷
۴۸	اولیاء کے کرامات	۱۰۹
۴۹	جادو	۱۱۰
۵۰	امر بمعروف	۱۱۲
۵۱	ظالم حاکم	۱۱۲
۵۲	گناہ کرنے والے	۱۱۴

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵۳	وحدانیت و عبادت	۱۱۶
۵۴	عمومی رسالت	۱۱۷
۵۵	معرفت کے طریقے	۱۱۹
۵۶	توحید	۱۲۰
۵۷	عبادت	۱۲۱
۵۸	پیش کش	۱۲۵
۵۹	محمد بن عبدالوہاب	۱۲۶
۶۰	آل سعود	۱۳۹
۶۱	محمد بن سعود	۱۴۰
۶۲	عبدالعزیز بن محمد	۱۴۱
۶۳	سعود بن عبدالعزیز	۱۴۴
۶۴	عبداللہ ابن سعود	۱۴۶
۶۵	ترکی بن عبداللہ	۱۴۶
۶۶	فیصل بن ترکی	۱۴۸
۶۷	عبداللہ بن فیصل	۱۵۰
۶۸	عبدالرحمٰن بن فیصل	۱۵۱
۶۹	شاہ عبدالعزیز	۱۵۲
۷۰	اس فصل کے مدارک	۱۵۷
۷۱	اظہار حقیقت نہ معذرت	۱۵۷
۷۲	رسالۃ وہابیۃ فی نظر علماء المسلمین	۱۶۱

پیش لفظ مترجم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء محمد و علیٰ آلہ
المعصومین واللعن الدائم علیٰ اعدائھم اجمعین

اما بعد۔ علامہ محمد جواد مغنیہ کی کتاب کا ترجمہ "یہ ہے وہابیت" آپ کے ہاتھوں میں ہے وہابیوں کا پورا کچا چٹھا اس میں بیان کر دیا گیا ہے۔ جو لوگ غلط فہمی میں ہوں، میں ان کو دعوت دیتا ہوں کہ اس کتاب کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔

ویسے تو اس کتاب کے آخر میں اس رسالہ کا ترجمہ بھی شامل ہے جس میں ان تمام کتابوں کی فہرست درج ہے جو وہابیت کے خلاف لکھی گئی ہیں۔ اگرچہ اس کے بعد جو کتابیں رد وہابیت میں لکھی گئی ہیں ان کی فہرست اس میں شامل نہیں ہے۔

وقت کی تنگی اور اپنی تہی دامنی کے باوجود اس کتاب کی اہمیت کے پیش نظر کسی نہ کسی طرح پایۂ تکمیل کو پہنچایا۔ علمائے اسلام سے میری اتنی گذارش ضرور ہے کہ عربی فارسی میں اس موضوع پر جتنی بھی

کتابیں لکھی گئی ہیں ان کو وقتاً فوقتاً اردو میں ترجمہ کرا کے مسلمانوں تک پہنچانے کی کوشش کریں۔ اس سے ایک تو اردو زبان کی خدمت ہوگی جو ہندستان میں دم توڑ رہی ہے۔ دوسرے عام مسلمانوں کی وہابیت کے بارے میں غلط فہمی دور ہو جائے گی۔ اس کے چہرے پر جو اسلام کی نقاب پڑی ہوئی ہے، اس کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔

ضرورت تو اس بات کی بھی ہے کہ اس موضوع پر لکھی گئی اہم کتابوں کا ترجمہ ہندی میں بھی کرایا جائے تاکہ نوجوان نسل بھی ان حقائق کو سمجھ لے۔

علامہ محمد جواد مغنیہ کے بارے میں کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانا ہے۔ مرحوم کو خدا کروٹ کروٹ جنّت نصیب کرے، اپنی پوری زندگی ترویج مذہب میں صرف کر دی اور انمول کتابیں تصنیف فرمائیں۔ خود مرحوم کی کتابوں کو دوسری زبانوں میں منتقل کرنے کے لئے ایک ادارہ کی ضرورت ہے کاش کوئی خدا کا بندہ اس کی طرف متوجہ ہو جائے۔

والسلام

روشن علی

حوزہ علمیہ قم (ایران)

مقدمہ ناشر (ترجمہ)

منحوس دکمینی سعودی آستینوں سے امریکہ کے استکباری ہاتھ آگے بڑھے اور انھوں نے امت اسلامیہ کے خلاف اپنے چھپے ہوئے کینہ کا اظہار کر دیا۔ خلیج فارس میں اس کی دھتکاری ہوئی فوجوں کو جس شرمناک شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اور محاذ جنگ پر عراقی ایجنٹ کی ہمنوائی سے اس کو جو پے در پے شرمندگی ایران کے ہاتھوں اٹھانی پڑی تھی ان چیزوں نے اس کو امت مسلمہ سے انتقام لینے پر ابھارا۔

اور اس سال ۱۹۸۷ء تو اس نے یہ دکھلا کر۔ حرم امن الٰہی اور سرزمین حرم پر، شہر حرام میں بدترین مخلوق، زبردست منافق، دشمنانِ اسلام کا سب سے زیادہ آلۂ کار بننے والے (سعودیوں) کے ذریعہ ان ایرانی حاجیوں پر، جو خدا کے مہمان تھے، حملہ کرا دیا۔ حالانکہ ایرانی حاجیوں کی صرف اتنی سی غلطی تھی کہ انھوں نے حضرت ابراہیمؑ کی آواز کو قبول کیا تھا اور ان کی دعوت پر لبیک کہی تھی۔ وہ لوگ بہت دور سے شعار الٰہی کا اعلان کرنے اور الٰہی دعوت کی دعوت تعظیم کے لئے اور براءت عن المشرکین کا نعرہ بلند کرنے کے لئے آئے تھے ——— بس اتنی سی غلطی پر امریکی کینہ سعودی ایجنٹوں کے ذریعہ اس طرح ظاہر ہوا کہ ایرانیوں کے ایمان بھرے سینوں کو بندوق کی گولیوں سے بھر دیا گیا اور ان کے پاک و پاکیزہ گلوں کو کاٹ ڈالا گیا۔

اور جس وقت سے امریکی جھنڈا ـــــ رمز الشیطان ـــــ نذر آتش کیا گیا۔ اسی وقت سے لشکر آل سعود ـــــ عالمی استکبار کے تاریخی ایجنٹوں ـــــ نے بڑی بے رحمی اور بغیر خوفِ خدا بڑی بے دردی سے ضیوف رحمان کے جسموں کو جلانا شروع کر دیا۔

پہلوی بادشاہ کے لشکروں نے ۱۵ شہریور کو تہران کی سڑکوں پر جو جمعہ سیاہ منظر پیش کیا تھا اور بربریت کا جو ننگا ناچ ناچا تھا' امریکی ایجنٹ شاہ فہد کے ذریعہ مقدس سرزمین پر سچے حاجیوں اور ندائے ابراہیمؑ پر لبیک کہنے والے حاجیوں پر پھر وہی جمعہ سیاہ دہرایا گیا۔

مجھے ابتک بعض مسلمانوں کے خواب غفلت میں پڑے رہنے پر اور بادشاہوں کے ان زرخرید واعظین پر تعجب ہے جو ان مجرموں' حرم الٰہی پر حکومت کرنے والوں اور اپنے احکام کو اس جگہ پر نافذ کرنے والوں کے بارے میں حسن ظن رکھتے ہیں' جہاں نہ خدا کے علاوہ کسی کی حکومت و سلطنت ہے نہ قدرت و طاقت ہے۔

یہی نہیں بلکہ کسی مسلمان کو وہاں تنہا ادارہ کرنے کا اختیار نہیں ہے چہ جائیکہ ان کمینوں کو جو استعمار کے ایجنٹ ہیں اور جنکو بوڑھے انگریزی استکبار نے اسی وقت سے ڈھالا ہے جس وقت سے محمد ابن عبدالوہاب کے ذہن و دماغ پر قبضہ کیا ہے۔ یہ محمد بن عبدالوہاب وہ ہے جس نے تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا ہے اور جس نے تمام زندہ اسلامی تاریخی یادگاروں کے نام و نشان کو مٹا دیا ہے اور ایک من مانی فرقہ کا بانی ہے جو فرقہ ایجنٹ ہے اور جو وہی کام کرنے والا ہے' جو بہائیوں اور قادیانیوں نے کیا ہے۔ یعنی مسلمانوں میں افتراق ڈالنا عالمی استکبار کے لئے راہ ہموار کرنا تاکہ وہ لوگ امت مسلمہ کے ساتھ جو چاہیں کریں۔ ان کے نفع بخش مقامات پر قبضہ کرلیں اور اس سلسلہ کو بڑے وسیع پیمانہ پر شروع کیا گیا۔ اس کا تھوڑا سا عکس آپ کو اسی کتاب میں ملے گا جس کو علامہ الشیخ محمد جواد مغنیہؒ نے تالیف فرمایا ہے۔

علامہ محمد جواد مغنیہؒ اتنے بڑے مشہور عالم دین ہیں کہ ان کے تعارف کی ضرورت نہیں ہے۔ موصوف نے اس کتاب کے اندر وہابیوں کو ننگا کر دیا ہے۔

جب استعمار نے اپنا راستہ صاف کر لیا تو اس صہیونی خاندان کی حکومت کے لئے کام کرنا شروع کر دیا جو پوری تاریخ میں ایجنٹی کے لئے مشہور تھا۔ چنانچہ استعمار نے اس صہیونی نیلی کے لئے فضا ہموار کی تاکہ اس خاندان کا رئیس جو کویت میں ملک بدری کی زندگی بسر کر رہا تھا اس کو واپس لاکر تخت نشین کیا جائے۔ اور اس کام کے لئے رفتہ رفتہ فضا سازگار کر لی اور کینہ پرور انگریزی جنرل کو اس کے ساتھ لگا دیا اور اس نے پروگرام کے مطابق اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا اور اپنا اسلامی نام عبداللہ فیلبی رکھا۔ تاکہ وہ سعودی خاندان کو ارض مقدس پر مسلّط کرنے کے لئے اپنا رول ادا کرے۔

بہرحال حسب پروگرام سعودی خاندان کے بزرگ نے بیت الحرام میں داخل ہو کر وہیں عبداللہ فیلبی کے پیچھے نماز پڑھی۔ مسلمان غفلت کی نیند سوتے رہے اور انگریز اپنے پروگرام میں لگے رہے اور پھر نتیجہ یہ ہوا کہ خدا کی طرف دعوت دینے والوں میں سرِفہرست سعودی خاندان کا نام آگیا۔ حالانکہ اس خاندان کی ساری دعوتیں شیطانی ہیں۔ ان کا زبانی نعرہ تو لا الہ الا اللہ ہے لیکن ان کا اصلی مقصد استکبارِ جہانی کے تمام پروگراموں کو نافذ کرنا ہے اور اس علاقہ میں انگریزوں کے مفاد کی حفاظت کرنا ہے۔ اس طرح عالمِ اسلام سے انتقام لینے کی سب سے بڑی سازش کامیاب ہو گئی۔

اور اب اسلام، انتشار و افتراق پیدا کرنے والے وہابیوں کے افکار میں محصور ہو کر رہ گیا ہے۔ اور سعودی خاندان کی حکومت کی وجہ سے اسلامی نظام سعودی نظام میں منحصر سمجھا جانے لگا ہے۔ اور دین کو سیاست سے الگ رکھنے والا انگریزوں کا نظریہ کامیاب ہو گیا ہے۔

اس سعودی نظام نے حج کی روحانیت ختم کر دی جو مسلمانوں کا سب سے بڑا روحانی اجتماع تھا۔ اور حج کو ایک ایسا مختصر سا شعار بنا دیا ہے جس میں نہ روح ہے نہ اثر۔ اب عالم یہ ہے کہ امّت اسلامیہ پر حج اپنا کوئی اثر چھوڑے بغیر سال بہ سال گزرتا رہتا ہے۔ حج تو ہر سال ہوتا ہے لیکن امّت مسلمہ کی پستی بلندی سے نہیں بدلتی۔ عالمی کفر امت اسلامیہ کو تتر بتر کرنے

میں کامیاب ہوتا جارہا ہے۔ اب رہی سعودی دولت تو وہ ادھر ادھر خرچ ہورہی ہے۔ کبھی تو اس کا مصرف یہ ہوتا ہے کہ پسماندہ نظام کے میدان ارتباط میں علماء کو اکٹھا کیا جارہا ہے اور کبھی مفکرین اور آزادی پسندوں کی آوازوں کو خاموش کرنے کے لئے صرف کیا جاتا ہے۔ اور کبھی ان اسلامی تحریکوں کا گلا گھونٹنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جو یہ مطالبہ کرتی ہیں کہ ہم اسلامی نظام حکومت چاہتے ہیں اور آخر میں سعودی دولت کا مصرف صرف یہ رہ گیا کہ ایران کے اسلامی مبارک انقلاب نے جو عظیم نور الٰہی دنیا میں پھیلا دیا ہے اس کو کسی نہ کسی طرح بجھا یا جائے۔ اور پاک و پاکیزہ اسلامی خون کہیں جوانوں کی رگوں میں اور مفکرین و مخلصین کی رگوں میں نہ دوڑنے لگے۔ اس کے لئے بے پناہ دولت خرچ کی جارہی ہے اسی طرح اس دولت کا ایک مصرف یہ بھی ہے کہ تمام مسلمان خواب غفلت میں پڑے رہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ بیدار ہوجائیں اور ایجنٹوں کے تاج و تخت کو اپنے پیروں سے روند ڈالیں اور استکبار کی کہانی اختتام کو پہنچ جائے۔ اور عالمی استکبار کا سارا پروگرام ختم ہوجائے۔

ہمارے لئے سب سے بڑا فتنہ یہ اور صرف یہ ہے کہ اس مجرم جماعت کے ایجنٹ دین کا لبادہ اوڑھے ہیں، حمایت حرمین شریفین کا دعویٰ کرتے ہیں، لا الہ الا اللہ کا جھنڈا بلند کرتے ہیں۔ اسلام کی تبلیغ کے نام پر اموال پانی کی طرح بہاتے ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر منافقانہ اقدامات کرتے رہتے ہیں۔

لیکن میرا خیال ہے کہ اہل بصیرت اہل دین و مخلص حضرات ان باتوں سے دھوکہ نہیں کھائینگے۔ کیونکہ نفاق کی ساری علامتیں واضح ہیں یہ تو صرف **عوام کالانعام** کو دھوکہ دیا جارہا ہے اور اگر میرا خیال صحیح نہیں ہے تو درج ذیل باتوں کی آپ کیا تاویل و تفسیر کریں گے؟

۱۔ تاریخی سیاہ کارنامے، ایجنٹوں کے شرمناک واقعات؟!

۲۔ اسلام اس کے عقائد اس کے شعائر کو بدنما بنانا؟!

۳۔ استعماری پروگراموں کی تکمیل کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگانا!

۴۔ رجعت پسند اقدامات کے لئے اتنی خطیر رقموں کا صرف کرنا؟!

۵۔ پیٹرول کی بے پناہ آمدنی کو پیٹرول کی قیمت کم کر کے استعماری کمپنیوں اور مغرب کے اقتصادی اداروں کی جیبوں کو بھرنا؟!

۶۔ غیر محدود ریالوں سے مجرم سعودی نظام کا اور مجرم بعثی عراقی نظام کی اس لئے مدد کرنا تاکہ وہ اسلامی انقلاب کے خلاف اپنے مجرمانہ و دشمنانہ اقدامات کو جاری رکھے۔ اس مجرم صدام نے کروڑوں مسلمانوں کو در بدر کر دیا۔ لاکھوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا، دسیوں شہروں کو برباد کر دیا، ان اربوں ریالوں کو جن سے اس امت مسلمہ کی اصلاح ہو سکتی تھی فقر و فاقہ دور ہو سکتا تھا۔ ان کو جنگ میں صرف کر دینا؟!

۷۔ اردن، مصر، مغرب اور دیگر ایجنٹوں کو منظم کرنے کے لئے، اور مضبوط کرنے کیلئے ایک خطیر رقم کا خرچ کرنا؟!

۸۔ صہیونی دشمن کے ساتھ پیشکش کے معاملات کرنا؟!

۹۔ امریکی جاسوسی طیاروں کے لئے تمام فوجی اڈوں کے استعمال کی اجازت دینا؟!

۱۰۔ سعودی امراء کے یہ ٹھاٹھ باٹھ، عیش و طرب؟!

اور آخر میں سعودیوں کے اس وحشی حملہ کی آپ کیا تاویل کریں گے جو ایرانی حاجیوں کے خلاف ہوا، جس میں سیکڑوں قتل کر دیے گئے، ہزاروں کو مارا پیٹا گیا، مجروح ہوئے ان کا جرم صرف یہی تو تھا کہ مشرکین و مستکبرین کے خلاف جو جلوس نکلا تھا اس میں یہ شریک ہوئے تھے؛ جبکہ قرآن مجید کے مطابق یہ برأت تو حج کی روح اور ندائے ابراہیم کا نچوڑ ہے۔

ہاں۔ ہاں ان آنسوؤں اور بہتے ہوئے اس خون کے سمندر کی تفسیر "جس کو آل سعود کے ایجنٹوں نے حرم مقدس میں اور مکہ مکرمہ میں بہایا تھا" وہی ہو سکتی ہے جو حجاج نے خانہ کعبہ پر حملہ کرتے وقت اقدامات کئے تھے آپ اس کی جو بھی تفسیر کریں وہی یہاں ہوگی یا پھر یزید نے امام حسینؑ کو جس بیدردی سے قتل کرایا اس کی جو تاویل آپ کر سکتے ہوں وہی مکہ مکرمہ میں ایرانی حاجیوں کے

قتل کی بھی تفسیر کیجیے۔

آل سعود کی یہ منافقانہ روش ہم کو اس دقیق صورت کی یاد دلاتی ہے جس کا ذکر قرآن میں دو صفوں ـــــ حق و باطل ـــــ کے لئے کیا گیا ہے۔ یعنی حق کی جماعت اپنی قلت و کمزوری کے باوجود متقین و نیک لوگوں کی صف ہے۔ اور باطل کی جماعت کفر، نفاق، ہلڑ ہنگامہ، تالی بجانا اور خدا کی طرف جانے سے روکنے کے لئے بے حساب دولت کی خرچ کرنے والی جماعت ہے۔

اور یہ بات فطری ہے کہ خدا مظلومین و مستضعفین کی مدد کرنے والا ہے۔

آیئے ذرا غور سے ان آیات کو پڑھیے۔

۱۔ وَمَا لَهُمْ أَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوا
أَوْلِيَاءَهُ ۚ إِنْ أَوْلِيَاؤُهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝۳۴ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ
عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً ۚ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ۝۳۵ إِنَّ الَّذِينَ
كَفَرُوا يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ ۚ فَسَيُنْفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ
حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ ۗ وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ ۝۳۶ لِيَمِيزَ اللّٰهُ الْخَبِيثَ مِنَ
الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضَهُ عَلَىٰ بَعْضٍ فَيَرْكُمَهُ جَمِيعًا فَيَجْعَلَهُ فِي جَهَنَّمَ ۚ أُولَٰئِكَ
هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝۳۷ (سورۂ انفال آیت ۳۴ تا ۳۷)

"اور خدا سے انکا کیا استحقاق ہے کہ اللہ ان کو (معمولی سی بھی) سزا نہ دے جبکہ ان کا حال یہ ہے کہ یہ لوگوں کو مسجد الحرام (کعبہ کی عبادت) سے روکتے ہیں حالانکہ اس کے متولی رہنے کے مستحق تو صرف وہی لوگ ہیں جو پرہیزگار ہوں مگر ان مشرکوں میں سے بہتیرے لوگ (اپنی نالائقی کا) علم نہیں رکھتے اور خانہ کعبہ کے پاس ان کی نماز سیٹیاں اور تالیاں بجانے کے سوا اور کچھ بھی نہ تھی تو ان کافروں پر جب عذاب ہوگا یہ کہا جائیگا کہ تم لوگ جو کفر کیا کرتے تھے اس کے عوض میں اس عذاب کا مزہ چکھو۔ بیشک جو لوگ کافر ہیں وہ اپنے مالوں کو اس لئے خرچ کر رہے ہیں تاکہ لوگوں کو خدا کی راہ و دین اسلام سے روکیں اور عنقریب یہ

ان کو اور خرچ کریں گے (مگر) پھر بھی ان کے لئے سبب رنج وندامت بن جائیں گے بعدازاں (آخر) یہ لوگ مغلوب ہوں گے اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ہے یہ سب جہنم میں اکٹھا کئے جائینگے تاکہ (اس صورت سے) وہ ناپاک (کافروں) کو پاک (ایمان والوں) سے جدا کر دے اور ناپاک (کافروں) کو انھیں سے بعض کو بعض پر تلے اوپر رکھ کر ان سب کا ڈھیر لگانے کے بعد اس پورے ڈھیر کو جہنم میں جھونک دے درحقیقت یہی لوگ گھاٹا اٹھانے والے ہیں"۔۔۔۔

پس یہاں پر ایک صف ان کافروں اور منافقوں کی ہے جو بیت الحرام سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور اس پر حاکم ہیں اور یہ لوگ اپنی پوری قوت اس سے روکنے کے لئے صرف کرتے ہیں۔ یہاں نماز بھی پڑھتے ہیں مگر ان کی نماز چیخ پکار، سیٹی بجانا، غل غپاڑہ کرنا اور تالی بجانے کے علاوہ کچھ بھی تو نہیں ہے۔ یہ تو خانہ کعبہ اور اس کے رب کے درمیان حائل ہوتے ہیں جس کے نتیجے میں ان پر شدید عذاب کیا جائے گا۔ اور انھیں لوگوں کی جو شیطان کے دوست ہیں ایک دوسری صف بھی ہے کہ یہ وسیع مالی قدرت رکھتے ہوں گے اور اس کو راہ خدا سے روکنے، حق کی آواز کو خاموش کرنے کے لئے استعمال کرتے ہونگے۔ لیکن ان کے نتیجہ میں ان کو شکست وحسرت نصیب ہوگی اور آخری ٹھکانا تو جہنم ہے ہی۔

دونوں صفوں میں اس طرح تمیز ہو جاتی ہے۔ ایک صف تو شیطان کی طرح خبیث ہے اور دوسری رحمان کی طرح طیب ہے۔ اور جب خبیث صف اپنی تمام طاقتوں کو یکے بعد دیگرے جمع کرتی ہے۔ اور اسکے بازو صفِ توحید کے خلاف نبرد آزما ہونے لگتے ہیں تو پھر یقینی طور سے ان کو نقصان وخسارہ ہوتا ہے۔ اور دو خبیثوں کا جمع ہونا ضعف کو بڑھاتا ہے۔ کیونکہ ایک خبیث جزء میں ہو سکتا ہے دوسرے تمام اجزاء کے گناہ بھی انکے سر آجائیں اسلئے ان کا بظاہر ایک جگہ اکٹھا ہونا ایک ریت کا ٹیلہ ہے جو ہواؤں کے جھونکے سے اڑ سکتا ہے اور آخرکار اس کی دنیاوی ترقی تنزل میں بدل سکتی ہے اور آخرت میں گھاٹا ہے ہی۔

ہمارے ساتھ آیئے اور دیکھئے کہ آج کی دنیا میں دونوں جماعتیں کیسی ہیں ؟ : ایک تو بیدار مغز اسلامی جماعت ہے جو اپنی پوری زندگی پر قرآن کو منطبق کرنے کی شائق ہے۔ اور شرق و غرب کے استعمار کو دیس نکالا دینے پر تیار ہے، مشرکین، ملحدین اور کافروں سے براءت پر آمادہ ہے۔ شیطانوں کے خلاف نبرد آزما ہے۔ مستضعفین کے دفاع اور اتحاد المسلمین کے لئے کوشاں ہے اور اپنا شاندار ماضی واپس لانے پر تلی ہے۔ اور پوری جہد و کوشش اس بات پر ہے کہ تمام دین خدا کے پیرو ہو جائیں۔ یہ صف بجمیع معانی طیب وعمدہ ہے۔

اور اس کے مقابلہ میں ایک دوسری صف سامراجیت، اشتراکیت، عالمی استکبار اور تمام مشرکین کی ہے۔ صہیونی، عوام کا خون چوسنے والے، ایجنٹ تاج و تخت والے، ذلیل لوگ قوموں کی قسمتوں کے مالک، دین کے ذریعہ کمائی کرنے والے، بادشاہوں کے واعظین، اور دیگر خبیث عناصر بھی ان کے ساتھ ہیں۔ اس جماعت کا خیال ہے کہ وحدت پرستوں اور مومنین کو ڈرالے گی۔ اس جماعت کا کام یہ ہے کہ کمزور و محکوم ملکوں ——— جیسے ٹیونس، مارٹینا، سنگال وغیرہ ——— کے خلاف سیاسی وڈپلومیٹک جنگ چھیڑ دیتی ہے۔ اور جمہوری اسلامی (ایران) کے خلاف اقتصادی ناکہ بندی کردیتی ہے۔ اس کے گلے کی رسی کو مزید تنگ کردیتی ہے۔ آخر اقوام متحدہ کی آخری قرار داد اس سلسلہ کی آخری کڑی نہیں ہے تو کیا ہے ؟

یہی جماعت کبھی جنگ چھیڑ دیتی ہے اس کی تازہ ترین مثال حزب بعثی عراق کا ایران پر حملہ کرنا ہے اور طبس، خلیج فارس، اور اس قسم کے دیگر مقامات اس کے مصادیق ہیں۔

اور کبھی تمام عالم اسلامی کے مختلف مقامات پر اور اسلامی انقلاب کے موافق ملکوں میں اربابی جنگ چھیڑ دیتی ہے۔ اس کی آخری مثال وہ کثیف و وحشیانہ حملہ ان سعودی ایجنٹوں کا ہے جو انھوں نے ایرانی حاجیوں پر کیا۔

امریکہ، فرانس، انگریز، روس، ان کے پٹھو، کمپنیاں۔ ذرائع ابلاغ، تمام خبیث شیطانی

طاقتوں کے وکلا سب ملکر اکٹھا ہو جاتے ہیں۔ مگر ان کا اجتماع ریت کے ٹیلے سے زیادہ اہم نہیں ہے۔
انھیں سابقہ آیات کے بعد قرآنی ندا کو ملاحظہ کیجئے۔

قُلْ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ۞ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۞ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ۭ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۞ "(اے رسول) تم ان کافروں سے کہدو کہ اگر یہ (اپنے کفر سے) باز آجائیں گے تو ان کے گناہ جو پہلے ہو چکے ہیں وہ معاف کر دیئے جائیں گے اور اگر یہ پھر پلٹ کر ویسا ہی کریں گے تو سابق امتوں کے حق میں (ان سے کہہ دو کہ) خدا کا قانون (عذاب) پہلے ہی نافذ ہو چکا ہے اور (اے مسلمانو) تم ان (کافروں) سے لڑے جاؤ تا اینکہ فساد (عقیدۂ شرک) باقی نہ رہے اور دین سب کا سب (خالص) اللہ کا ہو جائے اس کے بعد اگر یہ لوگ کفر سے باز آجائیں تو خدا ان کے اعمال کا خوب دیکھنے والا ہے اور اگر باز نہ آئیں تو خوب جان رکھو کہ خدا تمہارا سرپرست اور سب سے بہتر مددگار ہے۔ (سورۂ انفال آیت ۳۸، ۳۹، ۴۰)۔

یہ عظیم ندا ہے، صدائے حق ہے، کائنات کی وہ آواز ہے جو حق و عدالت و حکمت پر مبنی ہے، یہ سچی انسانی فطرت کی ندا ہے، یہ آسمان کی زمین سے وہ آواز ہے جو کافرین کی صف سے زمین میں حرکت الٰہی کے سامنے تسلیم مطلق کا مطالبہ کرتی ہے، ہتھیار ڈال دیتے اور اپنے نفس کے لئے نجات اور عفو کے ذریعہ کامیابی کا مطالبہ کرتی ہے۔ ورنہ تاریخ میں سنت الٰہی کا مقتضیٰ یہ ہے کہ کافرین کا بدترین انجام ہو۔

اسی طرح قرآن مومنین کی جماعت کو آواز دے رہا ہے کہ وہ استکبار اور ان کے ایجنٹوں کے خلاف اپنے جہاد و قتال و جنگ کو جاری رکھیں۔ یہی استکباری اور ان کے ایجنٹ فتنہ اٹھانے والے، فساد برپا کرنے والے، قبیلوں کی نیکیاں چھین لینے والے، انسان و انسانیت کا

خون چوسنے والے ہیں۔ اسی کے ساتھ قرآن اعلان کر رہا ہے کہ اصلی مقصد فتنہ کو مٹانا، اس کے عوامل و مظاہر کو ختم کرنا، عقائدی، اقتصادی، سیاسی، اعلامی، عسکری فتنوں کو نابود کرنا ہے۔ بلکہ ہر اس تحریک کو ختم کر دینا ہے جو بشریت کو الٰہی حاکمیتِ مطلقہ کے خط سے متحرک کرنے والی ہو، اور گمراہ شیطان کے پھندے میں پھنسانے والی ہو، اس لئے یہ طے ہے کہ فتنہ اس وقت تک محو نہیں ہو سکتا جب تک بشریت اپنے وجود کو خدا اور اس کی حاکمیت کے سپرد نہ کر دے۔ اور دیانت کا انحصار خدا میں نہ کر دے۔

حق و اسلامی انقلاب کی جماعت اپنے پیرووں کی قلت سے کبھی متوحش نہیں ہوتی کیونکہ اس کو خدا کی مدد ملتی ہے اور خدا کی ولایت تمام قوتوں سے اعظم اور تمام نصرتوں سے اکبر ہے۔ اس کو خالق بشر اور مومنین سے وعدہ کرنے والے خدا پر بھروسہ ہے جس سے اس کا ارادہ محکم رہتا ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے۔ جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کرتے ہیں خدا ان کے لئے محبت پیدا کرے گا !

میں ہر اس شخص کو جو مخلص ہے اس بات کی طرف دعوت دیتا ہوں کہ دونوں جماعتوں کے درمیان عظیم فرق کے بارے میں غور و فکر کرے۔

اوّل : رسمی اسلام —— بشرطیکہ یہ تعبیر صحیح ہو —— اس سے مراد میں وہ اسلام لیتا ہوں جس کو ہمارے عالم اسلامی کے سلاطین و شیوخ اونچا اٹھا رہے ہیں اور ان کے واعظین اس کی ترویج کر رہے ہیں یہ اسلام سربلندی و سرنگونی کا اسلام ہے۔ حکومت کو دوام بخشنے کا اسلام ہے، دین کو سیاست سے جدا کرنے والا اسلام ہے۔ اسلامی عبادت کی روح کو چھین لینے والا اور کافر اقتصاد کو تقویت پہنچانے والا اسلام ہے۔

دوم : حقیقی اسلام ہے جو ہر قوت —— تسلط، مکاری، عیاشی —— سے

ٹکرانے والا ہے یہی وہ اسلام ہے جو پوری زندگی پر قرآنی شریعت کی حکومت چاہتا ہے اور امت مسلمہ کا گذشتہ جاہ وجلال واپس لانا چاہتا ہے اور اس سلسلہ میں شعائر اسلامیہ کے ذریعہ استفادہ کرنا چاہتا ہے۔ ان شعائر میں سب سے زیادہ بلند مسئلہ حج کا ہے۔

آخر کلام میں ہم اپنے اس عقیدہ کا اظہار کر دینا چاہتے ہیں کہ جرم کی وسعت اور اس کی شدت کا احساس۔ امام امت اسلامیہ' مستضعفین کے قائد امام خمینی دام ظلہ کے اس مکتوب سے ہوتا ہے جو اس سال حج کے موقع پر آپ نے حجاج بیت اللہ الحرام کو لکھا تھا' اس مکتوب نے عالمی استکبار کے سینہ کو نشانہ بنایا ہے جس سے عالمی استکبار چیخ پڑا اس کی رات کی نیندیں حرام ہوگئیں' اس کے قصر ظلم میں زلزلہ آگیا۔ اس مکتوب نے واضح کر دیا کہ حق کی جماعت فتنوں کے مٹانے اور دین الہٰی کے اعلاء کے لئے اپنے راستہ پر عزم مصمم کے ساتھ رواں دواں رہے گی۔ چاہے اس کے خلاف جتنی سازشیں کی جائیں اور خبیث طاقتیں اکٹھا ہو جائیں۔

میں تمام مسلمانوں' مفکرین' مخلصین' امت مسلمہ کے حالات سے دلچسپی رکھنے والوں کو آواز دیتا ہوں کہ بہتر یہ ہے کہ آپ اس بیان کو غور سے پڑھیں جو قرآن کریم' سنت شریفہ' احادیث معصومین کی روشنی میں جاری کیا گیا ہے۔ جو گہرے ایمان باللہ کی بنیاد پر اور انتصار حق کے یقین مطلق' اور امر کی گہرائی تک بصیرت نافذہ کی بنیاد پر قائم ہے۔ تاکہ یہ لوگ راہ راست پر آسکیں واللہ الھادی الی سواء السبیل

العلاقات الدولیۃ

فی منظمۃ الاعلام الاسلامی

مقدمہ مولف

بسم اللہ الرحمن الرحیم، والحمد للہ رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام علی محمد وآلہ وصحبہ الطاھرین ــــ وبعد۔ نہ تو میں نے کسی وقت وہابی کتابوں کے بارے میں سوچا تھا اور نہ ہی کبھی اس ارادہ سے بحث و تفتیش کی تھی کہ اس موضوع پر کوئی کتاب ــ اس کتاب کی طرح ــ لکھوں گا۔ اور اگر میں فکر کرتا بھی اور چاہتا بھی تب بھی یہ نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ میرا نظریہ یہ ہے کہ محض ارادہ کر لینا، یا موضوع کی معرفت حاصل کر لینا یا دونوں کے ہو جانے کے باوجود کوئی نتیجہ اس وقت تک نہیں نکلتا جب تک ایک تیسرا عنصر نہ شامل ہو جائے یعنی آدمی کتاب کیا ایک مقالہ بھی نہیں لکھ سکتا ــ یہ بات میں اپنی ذات کی حد تک عرض کر رہا ہوں ــ اور وہ تیسرا عنصر مجھ میں اور موضوع میں ایک دلچسپی کا پیدا ہونا ہے اور جب تک وہ مخصوص دلچسپی پیدا نہ ہو جائے میں کتاب نہیں لکھ سکتا اور جب یہ بات حاصل ہو جاتی ہے تو میں بہت ہی آسانی و سہولت سے لکھ لیتا ہوں۔

اور شاید یہی راز ہے کہ میں کتاب جلدی مکمل کر لیتا ہوں۔ ورنہ میں بھی رومال و مٹی نچوڑنے والا ہوتا۔

اور جب تک میں اپنے اور موضوع کے اندر دلچسپی نہیں محسوس کرتا چاہے وہ زیادہ ہو یا کم ! اس وقت تک کتاب لکھنے پر قادر نہیں ہو پاتا۔ چنانچہ میں نے ابتک جو کچھ لکھا ہے یا آیندہ جو کچھ بھی لکھوں گا وہ اسی علت کی بنا پر ہوگا۔ کیونکہ چاہے میرے اندر

ارادہ کتنا ہی ہو اور موضوع کی معرفت بھی بھرپور ہو پھر بھی میں لکھ نہیں سکتا۔ کیونکہ نتیجہ ہمیشہ ضعیف مقدمہ کے تابع ہوتا ہے۔

اور اس موضوع پر قلم اٹھانے سے پہلے یہی کچھ میرے اور موضوع کے درمیان پیش آیا۔ اور یہ اس وقت کی بات ہے جب میں نے حجاز کا سفر کیا تھا اور اپنا فریضہ واجبی یعنی حج ادا کیا تھا اور وہابی علماء کے ساتھ ملاقات میں جو بات چیت ہوئی تھی، جس کو میں نے اسی کتاب میں "وہابی علماء کے ساتھ" کے عنوان کے تحت ذکر کیا ہے۔

وہابیت کے موضوع پر سب سے پہلی کتاب میں نے علامہ سید محسن[1] الامین کی ــــ کشف الارتیاب فی اتباع محمد ابن عبدالوہاب ــــ پڑھی۔ اس وقت میں نجف اشرف میں تحصیل علم کر رہا تھا۔ اس واقعہ کو بھی تقریباً ۴۵ سال یا اس سے زیادہ گزر چکے ہیں۔

اس کتاب کے چھپنے کے بعد وہابیوں کے چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں اور وہ بہت ہی دل تنگ ہو گئے تھے۔ کیونکہ مولف نے انکی بہت ہی عالمانہ طریقہ سے تردید کی تھی۔ اور کتاب وسنت کے حوالوں سے ان کا جواب دیا تھا۔ اور ۱۴ وہابی علماء نے جو عبدالعزیز سے مطالبہ کیا تھا کہ احساء اور قطیف کے شیعوں کو وہابیت پر مجبور کیا جائے۔ اور اگر یہ لوگ نہ مانیں تو ان کو بادشاہ جہاں چاہے ملک بدر کر دے۔ اس کتاب کے بعد ان لوگوں کے موقف میں اعتدال پیدا ہو گیا تھا۔

علامہ سید امین مرحوم کی کتاب پڑھنے کے کئی سالوں کے بعد مجھے رسالۃ التوحید، رسالۃ کشف الشبہات، رسالۃ شروط الصلاۃ، رسالۃ ھذہ اربع قواعد کے پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ یہ رسالے وہابیت کے بانی محمد ابن عبدالوہاب کے تالیف کردہ ہیں۔

---

[1] جناب سید محسن نے اس کتاب کو ۱۹۶۲ء میں دوبارہ شائع کرایا اور اس میں کچھ جدید فصلوں اور مفید حواشی کا بھی اضافہ فرمایا ہے چنانچہ اب یہ کتاب بڑے سائز کے ۰۰۰ صفحہ تک پہنچ گئی ہے۔

اس سال ـــ ۱۳۸۴ھ ـــ میں اپنے ساتھ محمد ابن عبدالوہاب کی کتاب "مسائل الجاھلیۃ" مکہ مکرمہ لے گیا اور ان کے پوتے عبدالرحمان کی کتاب "فتح المجید فی شرح التوحید" اور محمد بن علی الشوکانی کی کتاب "شرح الصدور بتحریم رفع القبور" بھی اپنے ہمراہ مکہ مکرمہ لے گیا۔

صنعانی اور شوکانی دونوں محمد بن عبدالوہاب کے معاصر تھے۔ اور جب میں نے مکہ مکرمہ کے قاضی القضاۃ سے اپنے اس ارادہ کا ذکر کیا کہ میں وہابی عقیدہ کے بارے میں ایک کتاب لکھنا چاہتا ہوں لہٰذا مجھے وہابیوں کے موثق ترین مصادر بتلایئے ؟ تو قاضی القضاۃ۔ یعنی سلیمان بن عبید نے ان کتابوں کی نشاندہی کی تھی۔

ان کتابوں میں سب سے زیادہ اہم بات جو قاری کی توجہ ادھر مبذول کردیتی ہے وہ یہ ہے کہ جیسے ان کتابوں کے مصنف وہابیوں کے علاوہ پوری امت محمدؐ کو کافر بنانے پر قسم کھائے بیٹھے ہیں۔ شہوت وانتقام کی حد تک مسلمانوں کو کافر بنانے پر آمادہ ہیں اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی دینی، سیاسی، اجتماعی بنیاد ہی یہ ہے کہ " مسلمانو ! یا وہابی بن جاؤ اور یا اپنے قتل، مال کے لوٹنے، بال بچوں کے قید ہونے پر تیار ہو جاؤ "

اگر کسی کو میرے قول کی پرکھ مقصود ہو تو اسی کتاب میں جو کچھ میں نے ان لوگوں کے لئے نقل کیا ہے اس کا مطالعہ کرے اور اسی لئے میں نے کتاب کا نام صفحہ، سطر، سن طباعت، مطبع وغیرہ کا حوالہ دے دیا ہے تاکہ پڑھنے والے کے لئے آسانی ہو۔

اور جو شخص بھی ان کتابوں کا مطالعہ کرے گا جن کو ہر وہابی صحیح، معتبر اور قابل وثوق سمجھتا ہے۔ اس کو یقین ہو جائے گا کہ وہابیوں کا آخری مقصد اپنے علاوہ پوری دنیا کے مسلمانوں کو ہلاک کردینا ہے یا کم از کم ان مسلمانوں کا ہلاک کردینا ہے جو ان کی دسترس سے باہر نہیں ہیں جیسے حکومت سعودی عرب کے مسلمان۔ اور اس سلسلہ میں ان کی نظر میں سنی وشیعہ کا کوئی فرق نہیں ہے اور ان کی پیاس بغیر اس جہنمی سیاست کے کسی طرح بھی بجھ نہیں سکتی۔ . . . .

لیکن ان کے اپنے اس ارادہ کی تکمیل میں جو چیز رکاوٹ بنی ہے وہ مسلمانوں کی طاقت و قوت ہے اور مشرق سے لے کر مغرب تک کی رائے عامہ کا مخالف ہو جانا ہے۔ اور جگہ جگہ اس نظام کے خلاف انقلاب کا برپا ہو جانا ہے۔ کیونکہ تمام دنیا کے لوگوں کا۔ علاوہ وہابیوں کے۔ یہ عقیدہ ہے کہ دین میں ہر شخص آزاد ہے۔ اور اپنے دین کی وضاحت کرنے کا ہر شخص کو اختیار ہے کوئی کسی کو مجبور نہیں کر سکتا ہے۔ اور غالباً انہی اسباب کی وجہ سے اپنی ظلم و بربریت کو چھوڑ کر وہابی حضرات سال بہ سال حاجیوں کے ساتھ کچھ کمی کرنے لگے ہیں اور حاجیوں کو غلام سمجھنا چھوڑ رہے ہیں۔

خدا کا شکر ہے کہ اب وہابیوں کو اتنی عقل آگئی ہے کہ غلامی کا دور گزر چکا ہے اور اب حالات اس کے متقاضی نہیں ہیں کہ حاجیوں کے ساتھ تعصب یا تحکم برتا جائے۔ ہم اس اقدام پر سعودیوں کو مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ خصوصاً متوسط قسم کے وہابیوں میں اگر یہ بات پیدا ہو جائے تو بہت اہم ہے۔ بہرحال یہ اقدام مستحسن ہے خواہ اطاعت کے ساتھ کیا گیا ہو یا کراہت کے ساتھ اور ہم خداوند عالم سے دعا کرتے ہیں کہ رفتہ رفتہ یہ لوگ اور چند قدم آگے بڑھیں یہاں تک کہ حرمین شریفین میں پہلے والی آزادی حاجیوں کو نصیب ہو سکے بلکہ ہر ہر قدم پر یہ آزادی مل جائے جہاں جہاں وہابیوں کا تسلط ہو۔

بہرحال میں نے وہابیت کا جو عقیدہ ہے وہی بیان کیا ہے اور انہی چیزوں کو لکھا ہے جو ان کی معتبر کتابوں میں موجود ہیں۔ ان سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ وہابیوں کی سیاست کیا ہے یا حاجیوں اور زائروں کے ساتھ ان کا کیا برتاؤ ہے۔ ان کے عقیدہ کی رد کرنے یا ملامت کرنے میں جو طریقہ اختیار کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ان کے اقوال کی کاٹ کی گئی ہے اور ان مفاسد کا ذکر کیا گیا ہے جو ان کا عقیدہ مان لینے پر لازم آتے ہیں۔ میں ان کے اقوال کے بارے میں کافی تلاش و جستجو کرتا ہوں اور ان کو ایک دوسرے سے متصل کرنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن جب بالکل تضاد نظر آتا ہے کوئی جمع کی صورت نہیں ہوتی تب میں اس تناقض کا اعلان کر دیتا ہوں۔

میں نے سب سے زیادہ اس بات کی کوشش کی ہے کہ میرے اعتراضات اس جال کے مانند ہوں جو صرف انھیں لوگوں کے اقوال و آرار سے براہ راست بنا گیا ہو۔ جو بھی تاگا اس میں ہو وہ انھیں کا ہو۔۔ دوسری بات یہ کہ میں نے آیات و روایات کا ذکر کرنے کا کوئی خاص اہتمام نہیں رکھا۔ کیونکہ وہابیت کی رد میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں، ان میں اکثر کے اندر اس کا التزام رکھا گیا ہے۔

اشارہ

سعودی حکومت نے اپنی سرزمین پر ہر اُس کتاب کے لانے پر پابندی لگادی ہے جس پر میرا نام لکھا ہو۔ اور اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ جو لوگ اسلام و مسلمانوں کے ساتھ مکاری و دھوکہ بازی کرتے ہیں، میں ان کا مقابلہ کرتا ہوں۔ اس طرح جو شخص رسول صؐ و آل رسولؐ سے کینہ رکھتا ہے اور جو شخص کسی بھی اسلامی ملک میں زہر اور وبا پھیلانا چاہتا ہے تاکہ امن عامہ کو غارت کردے، میں اس کا بھی مقابلہ کرتا ہوں اور یہی وہ لوگ ہیں جو عربوں کا اور مسلمانوں کا خون پیتے ہیں جیسے جبھان، خضاوی، محب الدین خطیب وغیرہ۔

سعودی حکومت نے میری اس تالیف کو بھی ممنوع قرار دے دیا ہے جس میں دور یا قریب کہیں سے بھی عقیدہ وہابیت کو چھ نہیں کیا گیا۔ تو اس کتاب کو تو بدرجہ اولیٰ منع کرے گی بلکہ اگر ممکن ہوگا تو جلانے کا حکم دیدے گی۔ اور مجھے یقین ہے کہ دشمنانِ عدالت و فضیلت اور دوستانِ ظلم و رذالت کو سب و شتم کے لئے خرید ہی لیا جائے گا۔ سعودی حکومت جو چاہے کرے ایک نہ ایک دن حرمین شریفین کی زمین پر حریت کا سورج چمک کر رہے گا۔ جیسا کہ دوسری جگہوں پر چمکا ہے۔ اور کتابوں کے چھین لینے کا زمانہ بہرحال ختم ہوگا جس طرح وہ محکمے ختم ہوگئے جو علمار اور ان کی علمی کتابوں کو جلا دینے پر مامور تھے۔

مجھے نہیں معلوم کہ میں کیا تاویل کروں کہ سعودی حکومت نے میری کتابوں پر کیوں پابندی لگائی ہے یا میری کتابوں کی طرح دوسری ہدایت و ارشاد کی کتابوں پر کیوں پابندی عائد کی ہے جبکہ

بد اخلاقی و فساد پیدا کرنے والی کتابوں پر پابندی نہیں ہے۔ جو کتابیں فسق و فجور پر آمادہ کرتی ہیں جو فحشیات و بدکاری کا اضافہ کرتی ہیں ان پر کوئی پابندی نہیں ہے۔

میں نے مکہ مکرمہ کے کتابوں کے بازار میں تقریباً ایک ایک دوکان پر جاکر دیکھا ـــــ اور میرا خیال ہے کہ کوئی دوکان مجھ سے نہیں بچی ـــ اور میں نے تمام کتابوں کو یا اکثر کتابوں کو الٹ پلٹ کر دیکھا جیسا کہ میری عادت لبنان میں بھی یہی تھی۔ میں نے یہ دیکھا کہ علانیہ طور پر بازاروں میں کوئی شیعہ کتاب ـــ سوائے مجمع البیان و مکارم الاخلاق طبرسی کے ـــ نہیں فروخت کی جاتی۔ البتہ ایسی ناولوں کی کتابوں کو ضرور دیکھا جن پر عریاں تصویریں بنی ہوتی تھیں۔ بہت سی عورتیں چڈھی پہنے اور چہرہ چھپائے ہیں باقی پورا بدن ننگا ہے۔

اور وہ دوکانیں جو خانہ کعبہ کے چاروں طرف کتابوں کی ہیں ان سب میں ایسی ہی کتابوں کی بھرمار ہے۔ خصوصاً وہ دوکانیں جو صفا و مروہ کے سامنے بنی ہیں۔

وہابیوں کو وقتِ ضرورت جواب دینے کے لئے بہت سی کتابوں کے نام میں نے لکھ لئے تھے۔ مثلاً نساء اللیل (رات کی عورتیں) شہر العسل (ہنی مون) امرۃ من باریس (پیرس کی ایک عورت) الشریرۃ (شریر عورت) الخ میں نے صرف ناموں کو پڑھا ہے ان کے اندر کیا لکھا ہے یہ مجھے نہیں معلوم۔ البتہ میں نے کتابوں کے کور پر ایسی تصویریں دیکھی ہیں جو جذبات بھڑکانے والی ہیں۔ ننگی عورتوں پر مرد سوار ہیں، بوس و کنار کا منظر ہے۔ حاجی حالتِ احرام میں طواف کر کے جب خانہ کعبہ سے باہر آئے گا تو سب سے پہلے انہی تصویروں کو دیکھے گا۔ اور فحش مناظر پر نظر ڈالے گا جس کی اجازت امر بالمعروف کرنے والی جماعت نے دے رکھی ہے۔ کیونکہ یہ چیز نہ تو دین کے منافی ہے نہ آداب کے۔ لیکن قبر نبیؐ کو چھونا شرک والحاد ہے۔ یہ وہابیوں کی منطق ہے اور یہ ان کی سیرت ہے۔ سانپوں کو آزادی ہے کہ وہ زہر پھیلاتے رہیں یہاں تک کہ کعبہ کے دروازے پر بھی لیکن نور وہدایت کی کھڑکیوں کا بند رکھنا واجب ہے کہیں کوئی ہدایت نہ حاصل کرلے۔ اس کا فلسفہ کون جان سکتا ہے! ہوسکتا ہے کہ اس قسم کی بیہودہ چیزوں کی اجازت دے کر

یہ ثابت کرنا مقصود ہو کہ سعودی حکومت ترقی کے میدان میں مشرق و مغرب کو پیچھے چھوڑ گئی ہے!

میرے محترم قارئین! میں اپنی عادت کے خلاف تھوڑا سا وقت اور لینا چاہتا ہوں کیونکہ وہابیوں کے تناقصات کا سلسلہ ختم ہونے والا نہیں ہے۔ ذرا ایک واقعہ سنئے ایک دن شام کو میں مکہ مکرمہ میں ایک کتابوں کی دوکان پر پہنچا تو دیکھا عمر ابوالنصر کی کتاب۔ معاویۃ بن ابی سفیان۔ اعلانیہ طور پر بچی جارہی ہے اور پھر میں حسب عادت کتابوں کو تلاش کرنے لگا "جیسے سعودیہ میں پٹرول تلاش کیا جاتا ہے" تو میں نے دیکھا استاد جورج جرداق کی کتاب (الامام علی) بھی رکھی ہے مگر دوکاندار نے اس کو لوگوں کی نظروں سے چھپا رکھا ہے۔ میں نے بھی اس بات کا اندازہ لگانے کے لئے کہ اگر وہابیوں کو اس کے جرم کی اطلاع ہوجائے تو اس کا کیا حال ہوگا؟ کتاب اٹھا کر اس سے کہا تم یہ کتاب کیسے بیچتے ہو؟ (چونکہ وہ دوکاندار مجھے پہچانتا نہیں تھا اور میں نے بھی اپنے کو پوشیدہ رکھا تھا) کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ یہ ممنوع ہے؟ اور بہت ہی مخفی طریقہ سے میں نے اس پر یہ بات واضح کردی کہ میں تمہاری شکایت پولیس سے کردوں گا۔ اس نے میری طرف بہت ہی خوفزدہ نظروں سے دیکھا اور کہا ہاں ہاں آخر علیؑ کی کیا غلطی ہے کون سی خطا ہے؟ میں نے کہا یہ سب کچھ نہیں ہے یہ ممنوع ہے تو اس نے کہا کیا علیؑ باطل پر تھے؟

اے علیؑ تم پر خدا کا سلام ہو۔ میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس نے آپ کو عظمت بخشی کہ اگر آپ باطل کو دوست رکھتے تو جس کتاب پر بھی آپ کا نام ہوتا وہ سعودی حکومت میں اعلانیہ بچی جاتی۔ پوشیدہ طور سے اس کی خرید و فروخت نہ ہوتی۔ اور بائع و مشتری جس طرح کتاب معاویۃ پسر جگر خوارہ کو بازاروں میں بیچ رہے ہیں اور خرید رہے ہیں آپ کی بھی کتاب بچی جاتی خریدی جاتی۔

میں خداوند عالم سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے غالی اور ناصبی ہونے سے بچاتے اور اپنے جاہ و جلال کے صدقہ میں ہمارے ایمان میں اضافہ کرے۔ اور محمدؐ و آل محمدؐ کی محبت ہمارے دلوں میں بھر دے۔ مولف

کتاب

یہ ہے وہابیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حج کے اسرار

بارگراں

میں اپنے اوپر ایک بہت بڑا بوجھ مدتوں سے محسوس کرتا تھا۔ خصوصاً اس زمانہ سے یہ احساس شدید تر ہوگیا جب سے حج کرنے کی استطاعت پیدا ہوگئی، میں نہیں جانتا تھا کہ اس سے کب سبکدوش ہوسکوں گا۔ اور حج کے بارے میں میرے تصورات کچھ اس قسم کے تھے کہ یہ بہت بڑا بوجھ ہے اس کی ادائیگی کے لئے بہت بڑے سرمایہ کی ضرورت ہے۔ اور یہ رقم اتنی ہے کہ جلدی سے نفس اس کے خرچ پر آمادہ نہیں ہوتا۔

اسی طرح یہ بھی سوچتا تھا کہ ایک زمانہ میں ایک ہی جگہ پر ایک ہی شہر میں اتنے لوگوں کا جمع ہونا باعث زحمت ہونے کے ساتھ تھکا دینے والا عمل ہے۔ اتنا پُر مشقت عمل ہے کہ نفس جلدی سے اس کے برداشت کرنے پر آمادہ نہیں ہے۔ اور ان باتوں کے علاوہ سب سے بڑا خوف یہ تھا کہ کہیں غلط نہ ہوجائے، ریاکاری نہ ہوجائے جس کی وجہ سے میرا عمل میرے منہ پر مار دیا جائے۔ اور میرا حج مشکور نہ ہوسکے اور نہ میرے لئے قیامت کے دن کا ذخیرہ ہوسکے۔

یہ میرے تصورات تھے اور میں بڑی شدت سے اس کو محسوس کر رہا تھا اور یہی تاخیر و تقصیر کی علت بھی تھی۔ البتہ میرا یہ عذر کہ سعودی حکام مجھے حج سے روک دیں گے اور اپنے شہر میں مجھے طرح طرح کی اذیتیں دیں گے کیونکہ میں نے سعودیوں کے خلاف صحف و رسائل میں کافی کچھ لکھا ہے اور واقعہ جہمان کے بعد تو میں نے مستقل طور سے کتابی صورت میں لکھا ہے۔ تو یہ صرف میرا وہم تھا جس کی کوئی بنیاد نہیں تھی اور ہوسکتا ہے میری کاہلی و سستی اس قسم کے عذر تلاش کرنے کا سبب رہی ہو۔

بہرحال جو بھی ہو اس سال ۱۴۰۳ھ میں اپنے اندر میں نے ایک شدید رغبت کا احساس کیا اور طے کر لیا کہ اس سال حج کر کے رہوں گا نتیجہ خواہ کچھ بھی ہو۔ انتہا یہ ہے کہ چاہے مجھے پھانسی کے تختہ پر چڑھا دیا جائے۔ مگر اس سال اس فریضہ کو ادا کروں گا۔ اس عزم محکم کی علت خود مجھے بھی نہیں معلوم اس کا علم صرف خدا کو ہے۔ مختصر یہ کہ جو بھی ہو میرے ارادہ و اختیار کو اس میں کوئی دخل نہیں تھا۔ کیونکہ ارادہ کی علت ارادہ نہیں ہوا کرتی۔

بیت عتیق

۱۰ر اپریل ۱۹۶۴ء مطابق ۲۶ر ذی الحجۃ ۱۳۸۳ھ کو بیروت ہوائی اڈہ سے میرا ہوائی جہاز شام کے سات بجے روانہ ہوا اور تقریباً ۹ بجے رات کو جدہ ایرپورٹ پر اترا۔ میں نے یہ رات المحضہ نامی ہوٹل میں بسر کی اور دوسرے دن نذر کر کے شام کو احرام باندھ کر جدہ سے مکہ معظمہ کے لئے روانہ ہو گیا۔ اور حدیبیہ[1] پہنچ کر دوبارہ تجدید احرام کیا۔ اور رات ہونے سے پہلے میں مکہ پہنچ گیا۔ جدہ اور مکہ کا فاصلہ تقریباً ۷۴ کیلومیٹر ہے اور یہ دن پنجشنبہ کا تھا۔ جیسے ہی میں مکہ پہنچا میری

---

[1]: حدیبیہ وہ جگہ ہے جہاں سے قریش نے رسولؐ اعظم کو مکہ مکرمہ میں عبادت کیلئے داخل نہیں ہونے دیا۔ اور پھر رسولؐ خدا اور قریش کے درمیان صلح ہو گئی اور اسی جگہ کے نام سے اس صلح کا نام "صلح حدیبیہ" ہو گیا۔

بے خودی کا عالم یہ ہوگیا کہ مجھے نہ حال، نہ استقبال کی خبر رہی بلکہ میں خود اپنے وجود کو بھول گیا۔ اور توفیق الٰہی کو سوچ کر کہ فریضہ حج کی ادائیگی کی توفیق شامل حال ہوگئی یہ احساس میرے پورے شعور پر چھاگیا اور بے ساختہ حمد و شکر الٰہی کے کلمات میری زبان پر جاری ہو گئے اور اس بار اور زحمت میں آسانی کا احساس ہونے لگا۔

بعض حضرات کو خدا صحت دیتا ہے تو وہ مال سے محروم ہوتے ہیں اور بعض کو مال دیتا ہے تو وہ جسمانی صحت سے معذور ہوتے ہیں اور بعضوں کے پاس مال و صحت دونوں ہوتی ہے مگر وہ کاہلی و سستی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ لیکن جس کے پاس تمام اسباب مہیا ہوں اس کو حق پہنچتا ہے کہ اظہار مسرت کرے اور غبطہ کا احساس کرے اور پھر اس پر یہ بھی ضروری ہے کہ خدائے برتر و بالا کی حمد و ثنا کرے۔ الحمدللہ یہ ساری باتیں مجھے حاصل تھیں، صحت بھی، مال و دولت بھی لہٰذا اس کا شکر ہے اور اس کے لئے حمد لائق و سزاوار ہے۔

مکّہ کی گھاٹیاں

سب سے پہلے جو بات میرے ذہن میں مکہ مکرمہ پر نظر ڈالتے ہوئے آئی وہ عربوں کا مشہور قول "مکّہ کی گھاٹیوں کو مکّہ والے ہی جانیں" تھا۔ چنانچہ میں دائیں بائیں دیکھنے لگا اور ان گھاٹیوں کے بارے میں کھوج لگانے لگا تو میں نے نشیبی زمین میں مکہ کے صف در صف اور گھنی آبادیوں کو دیکھا جن کے چاروں طرف پہاڑ اور ٹیلے گھیرا ڈالے ہوئے ہیں جیسے کلائی میں کنگن گھیرا ڈالتا ہے اور ان پہاڑوں پر چھوٹے چھوٹے مکانات دیکھے جیسا کہ ہر دیکھنے والے کو یہی محسوس ہوتا ہے دوسرے دن میں نے ایک ٹیکسی ڈرائیور سے کہا مجھے وہاں تک لے چلو! تو اس نے کہا گاڑیاں وہاں تک نہیں جاسکتیں نیز ان گھروں کے باشندے سب کے سب فقیر ہیں۔ ان کے پاس اتنی رقم نہیں ہے کہ حرم مبارک کے ارد گرد جو مسطح زمین ہے اس پر مکانات تعمیر کر سکیں۔

عبادت کے معنی

چراغ جلنے سے کچھ پہلے میں "بلدِ امین" میں داخل ہوا اس کے بعد بیت عتیق، مسجدالحرام مسلمانوں کے کعبہ کی زیارت کا قصد کیا چنانچہ وہاں پہنچ کر ہزاروں آدمیوں کو ننگے سر احرام باندھے طواف کرتے ہوئے، نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ طواف کرنے والے طواف میں یاکریم یاغفار کے جملے دہرا رہے تھے وہ سب خدا کی طرف متوجہ تھے وہ اپنے رشتہ داروں کو اور اپنی ذات کو بھول چکے تھے، پاکیزہ نفوس، قلب لرزاں، رحمت پروردگار کے متمنی تھے۔

دفعتاً بغیر سابق تصور کے میرے وجود کی گہرائیوں میں ایک رعشہ پڑ گیا جس کا اثر میرے گریہ و تضرع میں ظاہر ہوا۔ اور مجھے یہ احساس ہوا کہ گویا میں پروردگار عالم کے روبرو کھڑا ہوں اور میں ایک ایسے عالم میں ہوں جو کل کا کل نور و روح ہے۔ درحقیقت روح عبادت اور جوہر عبادت یہی ہے۔ عبادت ہر چیز سے پہلے خدا پر یقین کا نام ہے اور اس کے ساتھ اخلاص اور تضرع وزاری میں سچائی کا نام ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے: عبادت رکوع، سجود، سعی و طواف ہے اور بس۔ بعض حضرات کہتے ہیں عبادت تفکیر فلسفی ہے کچھ لوگوں کا کہنا ہے عبادت ریاضت و مکاشفہ کا نام ہے۔ لیکن حق یہ ہے کہ عبادت۔ رحمت پروردگار کا جویاں قلب، مغفرت الٰہی پر اعتماد کا نام ہے اور میرے خیال میں ہر حاجی ایسے قلب کا حامل ہوتا ہے۔ وہ لوگ اس سے مستثنٰی ہیں جنہوں نے حج کو ذریعہ معاش و وسیلہ فوائد قرار دے لیا ہو۔ میں ذاتی طور سے ہر چیز میں شک کر سکتا ہوں مگر یہ بات شک سے دور ہے کہ جن حاجیوں کا مقصد ذات خدا ہے، خدا ان سب کو بخش دے گا۔ یہاں تک کہ وہ جاہل بھی شمول رحمت ہوتا ہے جو طواف کی باریکیوں سے ناواقف ہے اور جو مزدلفہ میں باصفات کنکریوں کے چننے سے بھی عاجز ہے۔ میں نے ایک عورت کو کہتے سنا وہ کعبہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہہ

رہی تھی پروردگارا تیری رحمت تمام لوگوں کے لئے ہے یعنی خدا کا حق ہے کہ لوگوں پر رحم کرے اور ان تمام لوگوں پر رحمت نازل کرے جو اس کی چوکھٹ پر کھڑے اس کے فضل و کرم کے امیدوار ہیں۔

طواف کرنے والوں اور عبادت کرنے والوں کے ساتھ

مکہ مکرمہ میں میرا قیام ۱۹ روز تھا نویں ذی الحجۃ کے علاوہ روزانہ شام کو حرم جایا کرتا تھا۔ جب کسی گروہ کو طواف کے لئے آتے ہوئے دیکھتا تھا تو میں بھی انھیں کے ساتھ شریک ہو جاتا تھا۔ جو وہ کرتے تھے وہی میں کرتا تھا جو وہ کہتے تھے وہی میں کہتا تھا۔ مخصوصاً میں کالے افریقیوں کے ساتھ خلط ملط پسند کرتا تھا کیونکہ میں نے ان میں جو خلوص و محبت محسوس کی تھی وہ دوسروں میں نہیں دیکھی۔ میں نے ان کے اندر توجہ وانقطاع کو بھی محسوس کیا اور سچی بات تو یہ ہے کہ اگرچہ میں نے متعدد مرتبہ طواف کیا تھا لیکن جو حظ و لطف ان افریقیوں کے ساتھ طواف میں آیا وہ میں نے کبھی محسوس نہیں کیا۔ ایک رات میں نے یمن والوں کی ایک جماعت کو دیکھا ایک دوسرے کا بازو پکڑے ہوئے طواف کرنے کے لئے چلے اور ایک سیلاب کے مانند رواں دواں تھے کہ میں نے بھی آخری آدمی کی گردن میں ہاتھ ڈال دیئے مگر وہ میری طرف متوجہ نہیں ہوا تو میں بھی انھیں لوگوں کے ساتھ طواف کرنے لگا اور جس طرح وہ لوگ اچھل پھاند کر رہے تھے میں بھی کرتا تھا اور انھیں کے ساتھ میں بھی کہتا تھا ۔ حج حج یا حاج حج

ایک دن صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے کے لئے گیا تو معلوم یہ ہو رہا تھا کہ انسانوں کا پہاڑ ہے جو صفا سے مروہ اور مروہ سے صفا کی طرف جا رہا ہے اور زمین ان لوگوں کو آسمان کی طرف بلند کر رہی ہے اور جنت الماویٰ کی طرف لے جا رہی ہے اور ملائکہ ان سے خوش ہو ہو کر گلے مل رہے ہیں اور یہ آوازیں لگا رہے ہیں اس جنت کے تم اس لئے وارث ہوئے ہو کہ تم نے

اچھے اعمال کئے ہیں۔

حجاج و شور و غل

امام زین العابدینؑ کی طرف جو یہ بات منسوب کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا: کتنا شور و غل ہے اور حاجی کتنے ہیں؛ میرے اور میرے ناقہ اور شخص بصری کے علاوہ کسی نے بھی حج نہیں کیا! یہ بات محل تامل ہے اولاً - یہ بات حضرت کے دعائے عرفہ سے متعارض ہے دعائے عرفہ میں فرمایا ہے: خدایا یہ وہ دن ہے جس کو تو نے شرف و کرامت و عظمت بخشی ہے، اس دن تو نے اپنی رحمت کو عام کر دیا ہے اور بندوں کو معاف فرما کے ان پر احسان عظیم کیا ہے۔ اس دن تو نے بڑے بڑے عطیے دیے ہیں۔ اپنے بندوں پر فضل و کرم نازل کیا ہے۔ ظاہری بات ہے کہ نشر رحمت کا مطلب ہے تمام لوگوں کو یہ شامل ہے نہ کہ صرف بصری اور ناقہ کے علاوہ کسی کو شامل نہیں ہے۔ یہ بھی امام نے فرمایا ہے: اے وہ خدا جس کا عفو اس کے عقاب سے زیادہ اور جس کی خوشنودی اس کے غضب پر بھاری ہے۔ اے وہ ذات جس کی حمد اس لئے کی جاتی ہے کہ اس نے اپنی مخلوق سے درگزر کیا۔

ثانیاً: اگر یہ بات صحیح ہے کہ صرف میں نے اور میرے ناقہ اور بصری کے علاوہ کسی نے حج نہیں کیا تو پھر امام کے اس قول اور بدو عرب کے اس قول میں کیا فرق ہے؛ جس میں اس نے کہا تھا: خدایا مجھ پر اور محمدؐ پر رحم فرما اور ہمارے ساتھ کسی اور پر رحم نہ کر! اور رسولؐ نے اس کی اس بات کو یہ کہہ کر ناپسندیدگی کا اعلان فرما دیا کہ اے شخص تو نے وسیع چیز کو تنگ کر دیا۔

ثالثاً: انسان کا حج کرنا تو خیر سمجھ میں آنے والی بات ہے لیکن ناقہ کے حج کرنے کا کیا مطلب؟ اگر یہ کہا جائے کہ ناقہ نے ایک حاجی کو یعنی امام کو اپنے اوپر سوار کیا تھا اس لئے اس کی طرف نسبت دے دی گئی تو پھر مرد بصری کے ناقہ کی کیا خطا ہے کہ اس کا حج قبول نہیں ہوا۔

ہاں اگر بصری نے پیادہ حج کیا ہو تو بات دوسری ہے۔

بہر حال اگر حدیث صحیح ہے تو اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ امام اور مرد بصری تو ثواب بالاستحقاق پائیں گے لیکن ان دونوں کے علاوہ دوسروں کو ثواب من باب التفضل ملے گا[۱] جو بھی ہو نتیجہ ایک ہی ہے یعنی رحمت الٰہی سب کو شامل ہے۔ لیکن پھر بھی ناقہ کے حج والی بات درست نہ ہو پائے گی۔

حج کے مناظر

میں نے حج کے اندر ایسی باتوں کا مشاہدہ کیا ہے جس نے میرے دل میں گہرا اثر چھوڑا ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ جو چیزیں چھوٹ گئیں ان کی تعداد کہیں زیادہ ہے۔ . . . میں نے ایک بہت بوڑھے آدمی کو دیکھا جو سر سے پیر تک کانپ رہا تھا۔ اس کے منہ سے تھوک بہہ رہا تھا۔ ناک بہہ رہی تھی ایک نوجوان جو تیس سال کا بھی نہیں تھا یا تیس سے بہر حال آگے نہیں تھا اس کو طواف کرا رہا تھا سعی کرا رہا تھا اور بڑے خلوص سے اس بڈھے کی خدمت کر رہا تھا اور اس کو راضی رکھنے کی ہر ممکن کوشش کر رہا تھا میں نے اس جوان سے پوچھا آپ کہاں کے ہیں؟ جواب دیا عراقی ہوں۔ میں نے پھر پوچھا یہ کون ہے؟ کہا میرا باپ! میں نے کہا خدا تمہاری توفیق میں اضافہ کرے اس نے کہا اس خدا کے لئے تمام حمد ہے جس نے مجھے باپ کے ادائے حق کی توفیق دی اور اس کی خدمت کر کے مجھے سعید ہونے کا موقع دیا۔

ایک اور شخص کو دیکھا جو اپنی بوڑھی ماں کو اپنے کندھوں پر بٹھلائے ہے اور ماں کے دونوں پیر جوان کے سینہ پر لٹکے ہیں اور وہ اپنے ہاتھوں سے اپنی ماں کے ہاتھوں کو پکڑے

---

[۱] علمائے کلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ گنہگار کو استحقاق کی بنا پر عذاب کیا جائے گا لیکن ثواب پانے والے کے لئے اختلاف ہے کہ ثواب از روئے استحقاق ملے گا یا از روئے تفضل!

ہوئے ہے۔ اور طواف وسعی میں مشغول ہے۔ میں بھی اسی کے پیچھے پیچھے طواف وسعی کرتا رہا اور اس کو دیکھ کر یہ سوچتا رہا کہ یہ شخص اپنے کو کتنا خوش قسمت جان رہا ہوگا کیونکہ ماں کا حق ادا کرکے اس نے جنت الخلد میں اپنا عظیم مکان بنا لیا اور ماں کے عہد وفا کو پورا کیا ــــــــ میں نے ان دونوں مناظر کو دیکھ کر ان لوگوں کے بارے میں غور شروع کر دیا جو ماں باپ کی عطوفت ومحبت کا مقابلہ اپنے بھیڑیے پن سے کرتے ہیں اور ان کی نافرمانی کرتے ہیں۔

۱۲ر ذی الحجۃ کی شام کو حرم کے ایک کونے میں کچھ مصری مردوں اور عورتوں کو میں نے دیکھا کہ آہستہ آہستہ تالی بجا رہے ہیں اور رسولؐ وآل رسولؐ کی شان میں کچھ نغمے ادا کر رہے ہیں اور وہ اس طرح خوش تھے جیسے شادی بیاہ میں لوگ خوش ہوتے ہیں اور انھیں کے بغل ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے دوسرا تلاوت کر رہا ہے تیسرا تضرع وزاری میں مبتلا ہے یہ دیکھ کر میں نے کہا یہ شخص عذاب کے خوف سے رو رہا ہے اور یہ لوگ ثواب کی امید میں خوشیاں منا رہے ہیں اور رحمت باری سب پر نازل ہوتی رہے گی جب تک سبھوں کے دلوں میں دین وایمان ہوگا۔ عظمت وجلال الٰہی گھر کئے ہوں گے۔ خدا اس شخص پر اپنی رحمت نازل کرے جس نے یہ بات کی کہ انفاس خلائق کے برابر خدا تک پہنچنے کے راستے ہیں۔

حج کی تھکاوٹیں

فقہاء نے فرمایا ہے کہ تکلیف کُلْفَتْ سے مشتق ہے اور کلفت کے معنی مشقت کے ہیں اس لئے ہر تکلیف کا تھکن پر مشتمل ہونا ضروری ہے۔ اور سب سے زیادہ زحمت حج میں ہوتی ہے ہاں روزہ میں بھی زحمت ہے مگر ان لوگوں کے لئے جو چائے اور سگریٹ کے عادی ہوتے ہیں۔

عرفہ، منیٰ، مزدلفہ میں میں نے بہت زیادہ تھکاوٹ کا احساس کیا۔ لیکن حج کی زحمتیں ان زحمتوں کے مشابہ ہیں جن کو ماں بچہ کی ولادت کے وقت محسوس کرتی ہے لیکن جب وہ اپنے بچہ کو صحیح وسالم دیکھتی ہے تو وہ تمام تکلیفیں لذت وسرور میں بدل جاتی ہیں۔ بلکہ ماں کی یہ تکلیف بچہ

سے محبت وتعلق کی ابتدا ہوتی ہے اسطرح حاجی جب مناسک حج کو پوری طرح ادا کرلیتا ہے تو تمام تکالیف وزحمتوں کو بھول جاتا ہے اور احساس خوش بختی اس کے اندر پیدا ہوجاتا ہے اور وہ خدا کا شکر ادا کرتا ہے کہ اُس نے واجب کو ادا کرنے کی توفیق مرحمت فرمائی[۱]

جھگڑوں کا فیصلہ

اگر آپ کو ایک بات کے صحیح ہونے کا سو فیصد اطمینان ہے اور دوسرا شخص اسی بات کو صد در صد غلط بتاتا ہے یا کم از کم اس میں تردد و شک میں مبتلا ہوتا ہے تو وہاں آپ کیا کریں گے؟ کیا بغیر کسی حجت و دلیل کے اپنی بات پر ڈٹے رہیں گے؟ اور دوسرا بھی اپنی بات پر اڑا رہیگا؟ اگر ایسا ہوا تو جھگڑے کا فیصلہ ہی نہیں ہو پائے گا۔ اور یہ نزاع اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک آپ دونوں کسی ایسے مبدء کو نہ مان لیں جو حجت و قول فیصل ہو۔

مثلاً اگر کسی بیماری کے علاج کے سلسلہ میں آپ کا خیال ہے کہ اس کا علاج فصد ہے اور دوسرا کہتا ہے کہ فصد نقصان دہ ہے تو آپ دونوں کے درمیان حکم اُس طبیب کو ماننا چاہیئے جو اس بیماری پر اتھارٹی ہو۔ یہ ناممکن ہے کہ آپ دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کا قول تسلیم کرے جب تک کہ پہلے سے کوئی معیار طے نہ کرلیا گیا ہو۔

مذاہب و ادیان

ابھی جو بات میں نے افراد کے بارے میں کہی وہی بات ادیان کے بارے میں بھی منطبق

---

[۱] مشعر الحرام کی رات جنگل کی رات کی طرح بہت سرد تھی نہ کوئی پناہ کی جگہ تھی نہ لحاف نہ گدا تھا۔ سر بھی کھلا تھا اور میرے جسم پر صرف احرام کے دو ٹکڑے تھے جنکے اندر سے ہوا ہوکر جسم میں تیر کی طرح لگتی تھی جس سے مجھ کو شدید بخار آگیا اور میں بیس دن اس میں مبتلا رہا۔

ہوتی ہے کہ جہاں بعض مذاہب بعض کے مخالف ہوتے ہیں اور ہر مذہب والا کہتا ہے کہ اسی کا مذہب حق ہے. لیکن اس بات کو سب ہی —— یہاں تک کہ جو دہریہ ہیں وہ بھی — مانتے ہیں کہ جس چیز میں بشریت کی فلاح و بہبود ہو اور وہ چیز بشریت کو بام ترقی پر پہنچاتی ہو، وہ خیر ہے اور سب لوگ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ صلح، عدالت، حریت، علم، تعاون یہ چیزیں صلاح و ترقی کے ذرائع ہیں اسی لئے جو مذہب اور جو دین بھی صلح و تعاون کی دعوت دیتا ہو اور علم و عدالت کی کمک کرتا ہو اور حریت و مساوات کی ضمانت دیتا ہو وہ تمام ان مذاہب و ادیان سے افضل و بہتر ہے جو بغض و عناد پھیلاتے ہیں لڑائی جھگڑا کرتے ہیں، علم و ترقی کی مخالفت کرتے ہیں ظلم و جہالت کو مضبوط بناتے ہیں۔

اور اگر کوئی یہ کہے کہ یہ بات غلط ہے کیونکہ ہر مذہب و دین خیر و صلح کی دعوت دیتا ہے. تو اس کا جواب یہ ہے کہ دعوئی بلا دلیل قبول نہیں - اگر کوئی الیکشن میں ناکامیاب ہو جائے اور پھر دعوئی کرے کہ میں جیت گیا تو کیا یہ سچ ہوگا؟ کیا لوگ اس کا مذاق نہیں اڑائینگے؟ میں اس شخص کو سب سے بڑا جاہل سمجھتا ہوں جو کہنے والے کی اس بات میں اسی کا راگ الاپے کہ: ہر شخص اپنے دین کو اچھا سمجھتا ہے کاش مجھے یہ معلوم ہو سکتا کہ اس میں صحیح کون ہے؟ ساری دنیا اس پر متفق ہے کہ محبت بغض سے افضل ہے، تعاون تنافس سے زیادہ نفع بخش ہے۔ صلح جنگ سے بہتر ہے، علم جہالت سے اچھا ہے . . . . اور یہ بات بھی بدیہی ہے کہ عالم ادیان و مذاہب کے بارے میں پڑھتا ہے، مطالعہ کرتا ہے، اس کے مبادی اور تعلیمات کو سیکھتا ہے، پھر ان کا متفق علیہ مبادی پر قیاس کرتا ہے، پھر حق و باطل کا فیصلہ کرتا ہے...

اگر ادیان کے بارے میں کہنے والے کا یہ قول: کاش مجھے معلوم ہو سکتا کہ کیا صحیح ہے؟ درست ہے تو پھر ہر دعوئی میں چاہے وہ دینی ہو یا ذاتی ہو کہنے والے کا یہ قول صحیح ہو جائیگا۔ میں نے عرض کیا عالم تمام و کمال تحقیق و تدقیق کے بعد ہی کوئی فیصلہ کرتا ہے جیسا کہ ہر وہ شخص کرتا ہے جو حق کی معرفت حاصل کرنا چاہتا ہو اگر یہ بات غلط ہے تو پھر کسی چیز کے بارے میں

بحث وتمحیص کی ضرورت ہی نہیں ہے بلکہ ہم کو تمام تحقیقاتی اداروں، یونیورسٹیوں وغیرہ کو بند کر دینا چاہیئے اور صرف اسی کو کافی سمجھنا چاہیئے کہ: کاش مجھے معلوم ہو سکتا کہ صحیح کیا ہے؟ خلاصہ یہ ہے کہ ایسا کہنے والا دین کا سب سے بڑا دشمن ہے۔

ہر جھگڑے کو خدا و رسولؐ کیطرف پلٹاؤ

تمام مسلمانوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ جو بھی نزاع افراد یا گروہوں میں ہو اس کے فیصلہ کے لئے خدا کی کتاب اور رسولؐ کی سنّت کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ کیونکہ فرض یہ ہے کہ جھگڑا کسی دینی معاملہ کے بارے میں ہے تو قرآن نے حکم دیا ہے کہ ایسی صورت میں خدا اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو۔ فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوۡلِ (النساء - ۵۹)۔

لیکن اکثر ایسا ہوتا ہے کہ نزاع کسی ایسی آیت کے بارے میں ہوتی ہے جس میں دو یا اس سے زیادہ معانی کا احتمال ہوتا ہے یا کسی حدیث کی صحت کے بارے میں یا حدیث کے مفہوم کے بارے میں نزاع ہوتی ہے۔ مثلاً پہلی چیز کی مثال قرآن میں ہے: واشھدوا ذوی عدل منکم (اطلاق - ۲) اب شیعہ اس کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ طلاق میں گواہ بنانا واجب ہے اور اہل سنت کہتے ہیں نکاح میں گواہی واجب ہے[1]۔ اسی طرح قرآن میں ہے: ویحل لھم الطیبات ویحرم علیھم الخبائث (اعراف - ۱۵۷) اس پر سب متفق ہیں کہ خبائث حرام ہیں۔ لیکن اختلاف اس کے افراد و مصادیق میں ہے جیسے کیڑوں مکوڑوں، مکھیوں، چوہوں، مینڈھکوں، کیکڑوں کا کھانا حرام ہے کہ نہیں۔ امام مالک کہتے ہیں ان چیزوں کا کھانا حلال ہے۔

---

[1]: شیخ ابوزہرہ اپنی کتاب (الاحوال الشخصیۃ) میں فرماتے ہیں: اگر ہم کو مصر کے اندر اپنی رائے پر عمل کرنے کا اختیار دے دیا جائے تو ہم شیعوں کی رائے اختیار کریں گے۔ انکے استاد شیخ خفیف نے انکی تصویب کی ہے اور ڈاکٹر محمد موسیٰ بھی اپنی کتاب (احوال شخصیۃ) میں اسی کی طرف مائل ہوئے ہیں۔

کیونکہ یہ خبائث میں نہیں ہیں اور باقی حضرات ان چیزوں کے کھانے کو حرام کہتے ہیں کیونکہ یہ خبائث ہیں۔

دوسری چیز کی مثال : رسولؐ خدا کی طرف ایک حدیث منسوب ہے کہ : جو شخص عاشورہ کے دن اپنے عیال کے لئے فراغ روزی کا انتظام کرے گا خدا پورے سال اس کو وسعت دیگا! علامہ سیوطی، عقیلی، ابن حجر وغیرہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے ــ الآلی المصنوعة للسیوطی ج ۲ ص ۱۱۱ــ

اسی طرح سنّی وشیعہ اس حدیث پر متفق ہیں کہ رسولؐ خدا نے فرمایا : من کنت مولاہ فعلی مولاہ الخ لیکن ولایت کے معنی میں اختلاف کرتے ہیں اہل سنّت کہتے ہیں ولایت سے مراد محبت و دوستی ہے اور شیعہ قرینۂ سیاق سے یہاں حکومت و سلطنت مراد ہے۔

طریقہ حل کیا ہے؟

اور یہ قسم بہت زیادہ ہے۔ اسلامی مذاہب میں اختلاف کا سب سے بڑا سبب بھی یہی ہے۔ بلکہ ایک مذہب کے علماء میں بھی یہی چیز باعث اختلاف ہے۔ ان تمام باتوں کے باوجود درحقیقت یہ اختلاف اس اختلاف پر مبنی ہے کہ آیا کتاب وسنّت نے ان جھگڑوں کا کوئی حل پیش کیا ہے کہ نہیں؟ اور جب تک یہ اختلاف ہے ان دونوں ــ کتاب وسنت ــ کی طرف رجوع ناممکن ہے اور کوئی ایسی قطعی نص بھی متفق علیہ طور سے موجود نہیں ہے جو طرفین کا فیصلہ کردے اور اس میں اجتہاد کی گنجائش بھی نہ ہو ــ بہرحال ان تمام باتوں کے باوجود اس اختلاف کے سلسلہ میں آخری فیصلہ سرکار دو عالم ہی کا ہے اور آپ ہی کی ذات مرجع ہے۔ چنانچہ سب نے متفق علیہ ہوکر کہا ہے کہ رسولؐ خدا کا ارشاد ہے : اگر حاکم اپنے اجتہاد میں صحیح ہے تو اس کو دو اجر ملیں گے اور اگر اس نے اجتہاد میں غلطی کی ہے تو صرف ایک اجر ملے گا! (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی۔ ابن ماجہ) لہٰذا جو عالم بھی بحث وتمحیص کے بعد کسی نتیجہ تک پہنچے اس پر

اس نتیجہ کے مطابق عمل کرنا واجب ہے چاہے وہ نتیجہ صحیح ہو یا غلط! بشرطیکہ وہ اپنی غلطی سے غافل ہو۔ اور کوئی شخص اس علم ۔نتیجہ ۔ پر عمل کرنے سے اس کو روک نہیں سکتا اور بھلا کوئی روکے گا کیونکر ؟ جب اس کو علم حاصل ہوگیا تو علم پر عمل کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے بلکہ اگر کوئی اس علم کی مخالفت کرے تو نظر شرع و عقل میں قابلِ مذمت ہوگا۔

ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی اس کو دلیلوں سے اور منطق سے قائل کردے کہ وہ غلطی پر ہے اور وہ مان لے پھر بھی اسی غلط بات پر اصرار کرے تو وہ حق کا دشمن ہے اور جان بوجھ کر حق کی مخالفت کر رہا ہے۔ اور ایسا شخص مذمت و عقاب کا مستحق ہے۔ جیسے وہ لوگ کہ جن پر حضرت محمدؐ کی نبوت دوپہر کے سورج کی طرح روشن ہو چکی تھی مگر پھر بھی وہ آنحضرتؐ کی مخالفت کر رہے تھے قرآن نے کہا ہے : وجحدوا بها واستیقنتها انفسهم ظلما و علوا ۔ (النمل ۔ ۱۴)

مختصر یہ کہ جس پر مجمع علیہ قطعی حجت خدا کی طرف سے ثابت ہو جائے تو پھر اس حجت کی مخالفت نہیں کر سکتا اور نہ اسکے خلاف اجتہاد کر سکتا ہے کیونکہ ایسی صورت میں اسکا اجتہاد خدا و رسولؐ کی تردید کرنا ہے اور اس پر وہی حجت ثابت ہوگی جو سورج کیطرح ظاہر ہو اور ایسی ہو کہ اسکو عدم علم کا عذر پیش کرنے کی گنجائش باقی نہ رکھے لیکن یہ عدم علم کا عذر پیش نہ کر سکنا اسی وقت تک ہو سکتا ہے جب تک علم آسان اور واضح ہو اس میں کوئی غموض و التباس نہ ہو۔ اور اگر اس حد تک واضح نہ ہو تو اجتہاد کی گنجائش رہے گی اور اگر وہ واقع کے مخالف ہو گیا تو معذور بھی ہوگا بشرطیکہ یہ عزم محکم رکھتا ہو کہ اگر میری غلطی واضح ہو گئی تو میں اس سے پلٹ جاؤں گا ۔ اور خود عقل یہ فیصلہ کرتی ہے کہ جو شخص غلطی کرے اور اس میں اس کی تقصیر نہ ہو تو وہ معفو ہے اور شرع بھی من باب الارشاد عقل کے حکم کی تائید کرتی ہے البتہ شرع کی تائید من باب التسامح نہیں ہے کیونکہ ہر انسان کا اپنی فہم کے مطابق رفتار کرنا فطری بات ہے اس سے نجات کا کوئی طریقہ نہیں ہے بلکہ اصل حرکت و زندگی یہی ہے۔

اسی لئے ہر عصر و مصر میں اپنی امکانی طاقت بھر تحقیق و جستجو کے بعد اگر کوئی غلطی کرتا ہے تو اسے معذور سمجھا جاتا ہے چاہے غلطی کرنے والا فقیہ ہو یا طبیب یا انجینئر ہو یا معمار یا کوئی اور کیونکہ ہر انسان اسی چیز پر عمل کرتا ہے جو اس کے عقیدہ میں حق ہو نہ کہ جو خدا کے نزدیک حق ہو کیونکہ خدا کے نزدیک حق کیا ہے یہ کسی کو نہیں معلوم۔

اسی طرح تمام آسمانی و خود ساختہ شریعتیں بھی اس بات پر متفق ہیں کہ محض اختلافِ رائے پر عقاب نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ اختلافِ رائے فطرتِ بشری کا خاصہ ہے اور بسا اوقات یہ چیز یعنی اختلافِ رائے تصفیہ و تمحیص اور اصل کو نقل سے متمیز کرنے کا سبب بنتی ہے — صرف وہابیوں کے یہاں اختلاف رائے کو بدعت و ضلالت سمجھا جاتا ہے چاہے مخالفت کرنے والا اعلم العلماء ہو، سب سے زیادہ متقی ہو اور اس کی علت صرف یہ ہے کہ اس نے وہابی عقیدہ سے اختلاف رائے کیا ہے۔

ابن تیمیہ جو وہابیوں کے امام ہیں اور اس مذہب کے معتمد اوّل ہیں وہ اپنی کتاب "نقض المنطق" کے ص ۱، طبقہ ۱۹۵۱ پر فرماتے ہیں: صرف وہابی حضرات نظر و قیاس و رائے میں تمام لوگوں سے زیادہ شدید اور کشف کے اعتبار سے سب سے زیادہ سچے ہوتے ہیں۔ جس کے پاس تھوڑی سی عقل اور تھوڑا سا دین ہے کیا وہ یہ نہیں جانتا کہ یہی حضرات صدق و علم و ایمان و تحقیق میں اپنے مخالفین کے مقابلہ میں زیادہ حق پر ہیں اور حق مبین انھیں کے پاس ہے اور ان کے عقیدہ سے جاہل اور ان کا مخالف گمراہ ہے۔ انتہیٰ۔

اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ علم، ایمان، صدق، حق مبین انھیں کے پاس ہے اور ان کے مخالفین کے پاس جو ہے وہ محض جہل، کفر، کذب، بدعت و ضلالت ہے کیونکہ ابن تیمیہ اور ان کے مریدین معصوم ہیں اور باقی تمام لوگ خطاکار ہیں اور لطف کی بات یہ ہے کہ جناب ابن تیمیہ انسان کی عصمت کے قائل ہی نہیں ہیں۔ اور میں انشاءاللہ انہی کے معتبر کتابوں سے ان باتوں کو ثابت کروں گا۔

وہابی علماء کے ساتھ

فریضہ حج کی ادائیگی اور زیارت رسولؐ کے سلسلہ میں مکہ مدینہ میں اپنی موجودگی کو میں نے غنیمت سمجھا اور وہابی علماء میں سے جن لوگوں سے ملاقات ممکن ہوسکی۔ ملاقات بھی کی اور اسلام کے مفہوم کے سلسلہ میں ان حضرات سے گفتگو بھی ہوئی حقیقتِ شرک کا مسئلہ بھی زیر بحث آیا۔ اور یہ موضوع خاصکر محل بحث رہا کہ تمام اسلامی مذاہب کے درمیان کس طرح قربت پیدا کی جائے اور اتحاد المسلمین کے لئے کونسا طریقہ استعمال کیا جائے اور سب کو پراگندگی سے کیسے بچایا جائے ایک کوئی ایسا طریقہ کار اختیار کیا جائے جس میں تسامح سے کام لیا جائے اور تعصب کو ترک کیا جائے، ایک فرقہ دوسرے کو کافر نہ کہے اور سب فرقوں میں ایک جامع چیز "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کو قرار دیا جائے۔

اس گفتگو کا ماحصل یہ تھا کہ کچھ لوگ تو بہت ہی سخت تھے وہ تمام ان سوراخوں کو بھی بند کرنے پر مصر تھے جس سے اتحاد و اخوت کی نسیم آتی ہو۔ اور کچھ حضرات قبروں کی تعمیر اور ان پر قبوں کے بنانے کے "کیونکہ یہ شرک ہے" علاوہ ہر اختلاف کو ختم کرنے پر تیار تھے۔ بس قبوں وغیرہ میں تو کسی قسم کے بھی استثنار کے قائل نہیں تھے۔ مختصر یہ کہ میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ چاہے کتنی ہی کوشش کرلی جائے یہ لوگ ماننے پر تیار نہیں تھے۔ کیونکہ تعمیر قبور کے مسئلہ کو وہ کسی کے لئے جائز نہیں سمجھتے خواہ مسلمان ہو یا غیر مسلمان ۔۔ اسلئے کہ یہ ان کی نظر میں شرک و کفر و الحاد ہے۔ اور یہی وہ موضوع ہے کہ جس پر ان کے مسلمات و مبادی کو پیش نظر رکھتے ہوئے بحث کرنی چاہیئے میں نے بھی اس مقصد کے لئے ایک مخصوص فصل لکھی ہے۔

شرعی محکمے

سعودیہ میں تقریباً ہر محکمہ ہی محکمہ شرعیہ ہے اور ہر قاضی شرعی قاضی ہے۔ کیونکہ یہ

حضرات وضعی قوانین پر عمل نہیں کرتے بلکہ امام احمد بن حنبل کے مطابق اسلامی شریعت پر عمل کرتے ہیں۔ مکہ مکرمہ میں تین منزلہ ایک عمارت صرف ججوں کے لئے بنائی گئی ہے اور ججوں کی تعداد سات ہے اور ان سب کا ایک رئیس ہے۔ جس کے سامنے تمام دعوے پیش کئے جاتے ہیں چاہے وہ جس قسم کے ہوں وہ رئیس مقدمہ کو کسی جج کے سپرد کر دیتا ہے۔ البتہ شادی اور جبری طلاق کے تمام مقدمات خود طے کرتا ہے۔ اور وہ عمارت جس میں تمام جج رہتے ہیں اس کا نام (المحکمۃ الشرعیۃ الکبریٰ) ہے۔

چنانچہ میں بغیر کسی رہبر یا دوست کے اس محکمہ میں گیا اور ایک جج سے دوسرے جج کی طرف جاتا رہا۔ دو ججوں کے پاس دو مقدموں کے فیصلے بھی سنے۔ ایک مقدمہ دو پڑوسی عورتوں کا تھا جن میں اپنی اپنی حد کے لئے جھگڑا تھا۔ دوسرا مقدمہ ایک مرد اور اس کی بیوی کا تھا۔ مجھ سے نہ کسی نے کچھ پوچھا اور نہ میری موجودگی کو کوئی اہمیت دی گئی پھر میں تیسرے کمرے میں داخل ہوا تو ایک شخص کو میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے اخبار پڑھتے دیکھا میں نے کہا مجھے کچھ پوچھنا ہے کیا آپ جواب دیں گے؟ اس نے کہا شیخ سلیمان بن عبید جو رئیس ہیں ان سے پوچھو میں نے کہا وہ کہاں ہیں؟ جواب ملا سب سے اوپری منزل میں — چنانچہ میں اوپری منزل پر جب گیا تو ایک بہت وسیع کمرہ دیکھا جس میں ایرانی قالین بچھے ہوئے تھے۔ اور کچھ کرسیاں رکھی تھیں۔ ان پر کچھ لکھنے والے اور متعلقہ افراد بیٹھے تھے۔ اور صدر میں ایک میز کے پیچھے ایک بوڑھا شخص کرسی پر بیٹھا تھا۔ اور اس کے بغل میں ایک دوسری خالی کرسی رکھی تھی وہ سرخ رنگ کی ٹوپی اور سفید لباس پہنے تھا۔ میں نے اس شخص کے بارے میں پوچھا تو بتایا گیا یہی رئیس ہیں۔ میں نے ان کو سلام کیا اور ان کے بغل خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔ وہ شخص کچھ لکھے ہوئے کاغذات پر بغیر دستخط کئے ہوئے اپنی مہر لگا رہا تھا۔ جب اپنے کام سے فارغ ہو گیا تو میری طرف متوجہ ہوا اور اس کے کچھ کہنے سے پہلے میں نے خود ہی کہنا شروع کر دیا کہ میں ایک لبنانی حاجی ہوں اور میں نے سنا تھا کہ آپ لوگ مقدمہ میں مدعی اور مدعا علیہ

کی بات سننے کے بعد اس شخص کی پٹائی شروع کر دیتے ہیں جو باطل پر ہوتا ہے۔ اس نے پوچھا پھر تم نے کیا دیکھا؟ میں نے کہا۔ یہ سب جھوٹ ہے ایسا کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اس کے بعد اس نے کچھ دعوے، فیصلے، رجسٹر وغیرہ دکھائے تو مجھے احساس ہوا کہ بہت باریک بینی اور منظم طریقہ سے کام ہوتا ہے۔

پھر میں نے اس شخص سے کہا: آپ حضرات کے بارے میں مشہور ہے کہ اپنے علاوہ تمام اسلامی مذاہب کو کافر سمجھتے ہیں۔ خصوصاً شیعوں کو! اور آپ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ شیعہ حضرت علیؑ کے بارے میں غلو سے کام لیتے ہیں۔ اور میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ میں شیعہ ہوں اشہد ان لا الہ الا اللہ وانّ محمد رسول اللہ اور اس رسولؐ کو مانتا ہوں جس نے علیؑ کے لئے فرمایا۔ اے علی تم کو صرف مومن دوست رکھے گا اور صرف منافق تم کو دشمن رکھے گا۔ اور اس علیؑ کو دوست رکھتا ہوں جس نے کہا: میرے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہو جائیں گے۔ ایک بغض رکھنے والا دشمن اور غلو کرنے والا دوست! اور اس لئے دوست رکھتا ہوں کہ خدا نے ان کے بارے میں فرمایا ہے: لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ۔ اور اس لئے بھی دوست رکھتا ہوں کہ دشمنان دین اور مشرکوں سے جتنے بھی معرکے ہوئے علیؑ نے ان میں بے مثال شجاعت پیش کی ہے۔

اس نے کہا: ہاں یہ درست ہے مگر شرک سے دوری ضروری ہے۔ میں نے کہا اصلی راز یہی ہے۔۔۔۔ آپ لوگ مسلمانوں کو مشرک سمجھتے ہیں۔ لیکن لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے ساتھ شرک کیسے جمع ہو سکتا ہے؟ کیا اگر میں یہ عقیدہ رکھوں کہ مسجد نبوی میں نماز کا ثواب میرے مکان سے کہیں زیادہ ہے تو یہ شرک ہے؟ میری بات کاٹتے ہوئے اس نے کہا ہاں رسولؐ اکرم کا فرمان ہے: میری مسجد میں ایک نماز مسجد الحرام کے علاوہ دیگر مساجد کے مقابلہ میں ہزار نمازوں کے برابر ہے اور مسجد الحرام میں ایک نماز میری مسجد میں ہزار نمازوں کے برابر ہے۔ میں نے عرض کیا آپ نے میرے منہ کی بات چھین لی پھر آپ ہی بتایئے یہ شرک کیونکر ہے؟

اس نے کہا: شرک یہ ہے کہ نمازی یہ عقیدہ رکھے کہ یہ فضیلت صاحب قبر کی وجہ سے ہے!

میں نے کہا سنئے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ عقیدہ شرک نہیں ہے کیونکہ شرک کے معنی خدا کے ساتھ کئی خداؤں کو ماننا ہے۔ یہ بات اور ہے اور یہ بات کہ اس زمین کو صاحب قبر کی وجہ سے شرف حاصل ہو گیا اور بات ہے! دوسری بات یہ ہے کہ اگر صاحب قبر یہاں نہ ہوتے تو اس زمین کو دیگر زمین کے حصّوں پر از روئے تقدس کیوں فضیلت ہے؟ ایک جگہ کو دوسری پر فضیلت صرف اسی وجہ سے ہوتی ہے کہ وہاں کوئی محترم شخصیت ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ مکان کی قدر و قیمت مکین کی وجہ سے ہوتی ہے۔ ہر انسان اسی مٹی کو مقدس سمجھتا ہے جہاں صالحین و بزرگوں کی بوسیدہ ہڈیاں ہوں، یا اس کے آبا و اجداد وہاں مدفون ہوں وغیرہ وغیرہ۔ اس نے کہا بارک اللہ کاش تمام شیعہ ایسے ہی ہوتے۔

میں نے کہا آپ کس شیعہ کو پہچانتے ہیں؟ اور شیعوں کے بارے میں آپ نے کیا پڑھا ہے؟ پہلے آپ ان کی کتابیں پڑھیں اور ان کو سمجھیں پھر کوئی حکم لگائیں۔ یہ بات عالم کے شان سے بعید ہے کہ بغیر مدرک کوئی بات کہے۔ (اس کے علاوہ) اسلام اور مسلمانوں کی قوت۔ محبت، اخوت اور اتحاد میں پوشیدہ ہے نہ کہ بغض و کینہ میں مضمر ہے ہم لوگ کسی کو دشمن نہیں رکھتے اور نہ چاہتے ہیں کہ کوئی ہم کو دشمن رکھے... اس نے گردن اس طرح ہلائی جیسے میری بات مانتا ہو۔

اس کے بعد میں نے پوچھا آپ کے یہاں قاضی کی تقرری کے لئے کیا شرائط ہیں!

اس نے کہا: مکہ مکرمہ کے کلیۃ الشریعۃ کی ڈگری رکھتا ہو یا ریاض اور یا جامعہ ازہر کا سند یافتہ ہو اور کسی قاضی کے پاس دو سال رہ کر مشق کر چکا ہو جس سے اس کی صلاحیت کا اندازہ ہو۔

میں نے پوچھا جناب عالی کے پاس کتنی ڈگریاں ہیں؟ تو مسکرائے اور فرمایا میں نے اپنے یہاں کے شیوخ سے پڑھا ہے۔ میں نے کہا: میں وہابی عقیدہ پر ایک کتاب لکھنے والا ہوں۔ کہنے لگے ایسی صورت میں تم پر واجب ہے کہ ہمارے یہاں جو مصادر معتمد ہیں انھیں کے سہارے لکھنا۔ میں نے کہا جی ہاں اور یہی میری بھی شرط ہے اگر آپ مجھ سے

گفتگو کریں. اب آپ اپنے یہاں کے معتبر مصادر بتا دیجئے تو انھوں نے کچھ کتابوں کے نام بتلائے جنمیں سے بعض تو میرے کتب خانہ میں ہیں اور بعض کو میں نے مکہ مکرمہ سے خریدا۔

اس کے بعد میں نے کہا سے لگے ہاتھوں ان مصادر کو بھی بتا دیجئے جن پر آپ احکام کے سلسلہ میں عمل کرتے ہیں تو جواب دیا : فقہ حنبلی کی کتابیں۔ میں نے کہا ان میں بھی جو افضل ہوں ان کو بتایئے۔ کہا ابن قدامہ کی مغنی اور پھر اس کی تعریف کرنے لگے اور کافی لمبی چوڑی تقریر کرڈالی۔ میں نے اس کتاب کو سولہ سال پہلے خریدا تھا اس کی ۱۲ جلدیں ہیں۔ میں نے کہا ابن قدامہ مغنی[1] میں فرماتے ہیں : اگر مرد اپنی بیوی سے ہمبستری کرے پھر کوئی اجنبی اس سے شبہتاً مجامعت کرے اور بچہ کا الحاق دونوں سے ممکن ہو تو لڑکے کو قیافہ شناس حضرات کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ اگر وہ پہلے سے ملحق کردیں تو شوہر کا ہے اور اگر دوسرے سے ملحق کریں تو اجنبی کا ہے اور اگر دونوں سے ملحق کریں تو دونوں کا ہے ـــــ یہ بات تو سب ہی جانتے ہیں کہ ایک شخص کے بہت سی اولاد ہو سکتی ہے لیکن ایک شخص کے کئی باپ ہوں یہ بات عجیب و غریب ہے۔ انھوں نے کہا ممکن ہے دونوں کا مادہ منویہ مخلوط ہوگیا ہو اور بچہ دونوں سے پیدا ہوا ہو۔ میں نے کہا بچہ ایک جرثومہ سے پیدا ہوتا ہے اور وہ ایک ہی مرد کا ہوتا ہے۔ دو کا نہیں ! یہ سن کر وہ خاموش ہوگیا اور میں رخصت ہو کر چلا آیا۔

اگرچہ ہمارے افکار وہابی افکار میں شدت سے اختلاف ہے لیکن یہ اختلاف حق بات کہنے سے نہیں روکتا کہ میں نے خود دیکھا ہے تمام ضرورت مند خواہ بڑے ہوں یا چھوٹے بڑی آزادی کے ساتھ حکام سے ملتے ہیں اور بہت آسانی سے ان تک پہنچنا ان سے گفتگو کرنا، مناقشہ کرنا، روزمرہ کی بات ہے اور حکام بھی بڑی وسعت صدر کے ساتھ اور عربی اخلاق کے ساتھ چھوٹوں کی باتوں کو بھی اسی طرح کان لگا کر سنتے ہیں جس طرح بڑوں کی باتوں کو۔ بالکل اسی طرح

---

[1] المغنی ج ۷، ص ۴۸۳ و ۴۸۴ تیسرا ایڈیشن

ہے جیسے جبل عامل کے پہلے والے علماء کہ جن کی پوری کوشش سادہ زندگی کی طرف مائل تھی تکبر و نخوت کا دور دور بھی وجود نہیں تھا۔

کلیتہ الشریعۃ

دوسرے دن ٹیکسی لے کر میں کلیتہ الشریعۃ پہنچا۔ یہ ایک نئی اور عظیم عمارت ہے۔ نئے اسلوب سے بنائی گئی ہے۔ وسعت و کشادگی کے اعتبار سے یہ دوسرے کالجوں اور یونیورسٹیوں کی طرح ہے۔ لیکن جس چیز نے اس کی عظمت کو دوچند کردیا ہے وہ اس کا مسلمانوں کے قبلہ مکہ مکرمہ میں وقوع ہے۔

پہلی منزل پر پہنچ کر میں ایک بازو سے دوسرے بازو کی طرف منتقل ہوتا رہا لیکن عید قرباں کی وجہ سے وہاں نہ کوئی استاد دکھائی دیا نہ طالب علم اور نہ ہی چپراسی۔ بالکل آخر میں ایک کھلا ہوا کمرہ ملا جس کے دروازے پر پیتل کے ٹکڑے پر جلی حرفوں میں "عمید" لکھا ہوا تھا۔ میں نے اس کمرہ میں داخل ہوکر دیکھا کہ میز کے پیچھے ایک آدمی بیٹھا ہے جو کوٹ پتلون پہنے ہے۔ میں نے داخل ہوتے ہی سلام کیا اور پوچھا کیا جناب عالی ہی عمید ہیں؟ کہا ہاں! میں نے کہا اسم شریف؟ بولے احمد علی اسد اللہ! میں نے کہا میں ایک لبنانی حاجی ہوں۔ حج کے لئے حرم شریف آیا تھا۔ یہاں آپ کے کالج کے بارے میں سنا تو سوچا چل کر کلیتہ اور اس کے رئیس سے ملاقات کی جائے۔ اس لئے حاضر ہوا ہوں۔ کیا جناب مجھے کالج کے طلاب اور نصاب تعلیم کے بارے میں کچھ بتانا پسند فرمائیں گے؟ بولے۔ طلاب تقریباً دو سو ہیں۔ اور یہاں عربی زبان، توحید و فقہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔

میں نے پوچھا یہاں کے سند یافتہ میں کس چیز کی صلاحیت ہوتی ہے۔ کہا مدارس ثانویہ کی تدریس اور قضاوت کے اہل ہوتے ہیں۔ میں نے پھر کہا: پہلے تمام مدارس خصوصاً دینی مدرسے گوشوں، کناروں اور فقیروں کے تکیوں پر ہوا کرتے تھے۔ لیکن یہ عظیم عمارت اپنے فن و مظاہر

کے اعتبار سے عصرِ جدید کے تمام تقاضوں کو پورا کرتی ہے۔ میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اسی کے مطابق اس میں تعلیم بھی ہو اور اس کے مقاصد بھی بلند ہوں اور شریعت اسلامیہ کو اس طرح پیش کیا جائے جس کو سب ہی محبوب رکھتے ہوں۔ طلاب کے اندر مسلمانوں سے بغض و کینہ نہ پیدا ہو اور یہ دیگر مسلمانوں کو کافر نہ قرار دینے لگیں۔ کیونکہ لوگوں کو الفت و محبت کی زیادہ ضرورت ہے۔ (عمید سے خطاب کرتے ہوئے) اور میرا خیال ہے آپ بھی جانتے ہوں گے کہ لوگوں میں نجدیوں کی سختی اور تعصب کا بہت چرچا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ غیر وہابی حاجیوں کے ساتھ بہت برا برتاؤ کرتے ہیں۔

عمید نے میری بات سمجھتے ہوئے کہا ہاں حقیقت یہی ہے کہ تعصب موجود ہے۔ لیکن یہ صرف ایک طرف سے نہیں ہے بلکہ سب ہی کی طرف سے ہے۔ ویسے پہلے کے بہ نسبت تیزی کم ہوگئی ہے۔ مثلاً پہلے اگر کوئی نجدی کعبہ میں کسی داڑھی منڈے کو دیکھتا تھا تو جھڑک دیتا تھا بلکہ کبھی کبھی تو نکال دیتا تھا۔ لیکن آج اس کی حالت پر چھوڑ دیتا ہے۔ لیکن بعض حاجی مسائل کو حقیقت سے زیادہ پیش کرتے ہیں اور ہم کو بعض اوقات مشکلوں میں ڈال دیتے ہیں۔ اگر نیت صاف ہو تو ایسے مشاکل کو برداشت کیا جاسکتا ہے اور ان سے چشم پوشی کی جاسکتی ہے۔ اب اسی سال کا ایک واقعہ سنئے ایک جزائری ماہ رمضان میں عمرہ کرنے آیا۔ یہ حجر اسمٰعیل کے پاس کھڑا تھا اور ایک نمازی کو، سجدہ کے لئے کثرت ازدحام کی وجہ سے سجدہ کرنے کی جگہ نہیں مل رہی تھی تو اس نے اس کو ہاتھ سے ایک کنارے کر دیا۔ اور اتنی سی بات پر جزائری نے ہنگامہ کر دیا اسے یہ خیال تھا کہ یہ نمازی وہابی ہے حالانکہ وہ وہابی نہیں تھا جزائری نے چیخ چیخ کر کہنا شروع کر دیا تم وہابیوں نے اسلام اور نبیؐ اسلام کی توہین کر ڈالی اہل بیت کی قبور کو منہدم کر دیا اور یہ کیا اور وہ کیا۔ اس ہنگامہ سے چاروں طرف لوگ اکٹھا ہوگئے لیکن وہ چیختا رہا اور گالیاں دیتا رہا۔ اس سے خاصہ ہنگامہ ہوگیا اور ہم نے مجبور ہو کر جزائری کو روکا لیکن ہنگامہ ضرورت سے زیادہ ہوگیا۔

میں نے کہا پروردگار نے لوگوں سے دین کو اختیاری طور سے چاہا ہے نہ کہ جبری طریقہ سے اگر وہ چاہتا تو سب کو ایک امت بنا دیتا۔ کل تک لوگ وہابیوں کے تعصب اور سختی سے نالاں

تھے۔ آجکل یہ شکایت کم ہوگئی ہے اور ہم امید کرتے ہیں کہ یہ شکایت بالکل ختم ہو جائے گی۔آپ کے کالج کے لئے بہترین طریقہ یہ ہے کہ عقل وعفو کے راستوں پر چلے۔ تعصب کو چھوڑ دے۔ مذاہب اسلامیہ کو آپس میں قریب لانے کے اقدامات کرے۔ تمام کتابوں کا مطالعہ کرے اور حقائق کو نشر کرے اور اگر کالج میں فقہ کی تعلیم دی جاتی ہے تو فقہ اسلامی کا انحصار صرف چاروں مذاہب میں تو ہے نہیں بلکہ تمام مذاہب کو شامل ہے اور شریعت کی فضیلت اسی وقت ظاہر ہوگی جب سارے مذاہب کے اقوال اکٹھا ہوں صرف ایک مذہب سے ظاہر نہیں ہو سکتی جیسے کہ احادیث رسولؐ صرف صحاح ستہ میں منحصر نہیں ہیں بلکہ ہر وہ حدیث معتبر ہوگی جو حضرت سے ثابت ہو خواہ صحاح میں ہو یا نہ ہو۔ چنانچہ اس نے وعدہ کیا کہ وہ ایسے کام کرے گا جس سے اسلام اور مسلمانوں کا فائدہ ہو۔ میں نے اس شخص کے افکار واسلوب سے اندازہ لگایا کہ یہ بہت ہی معقولیت پسند اور عارف شخص ہے۔

دینی حالات

کلیۃ الشریعۃ کی واپسی میں ڈرائیور ایک ایسے محلہ کی طرف سے گزرا جس کا نام محلہ الزہرا ہے۔ یہ جدید محلہ ہے۔ سڑکیں نئی بنی ہیں، عمارتیں شاندار ہیں، درخت لگے ہیں، دریچے بنے ہیں۔ اس محلہ میں ایک پھاٹک دیکھا جس کے اوپر ایک موٹے خط سے " دینی تحقیقات کا ادارہ" لکھا ہوا تھا۔ میں نے ڈرائیور سے کہا پھاٹک کے سامنے ٹھہر کر میرا انتظار کرو۔ پھاٹک کھلا ہوا تھا۔ اندر جاکر میں نے دیکھا کہ جدید طریقہ سے ایک حدیقہ بنایا گیا ہے۔ اس کے چاروں طرف قدِ آدم دیوار ہے۔ اور ایک بہت ہی شاندار عمارت ہے جس کا دروازہ کھلا ہے۔ میں دروازہ کھٹکھٹاتے بغیر اندر چلا گیا۔ وہاں جاکر دیکھا ایک بہت ہی وسیع مکان ہے جس کے کمروں کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ اندر جاتے وقت داہنی طرف ایک کمرہ پر نظر پڑی جس میں کوئی نہیں تھا۔ آگے بڑھ کر دوسرے کمرے کو دیکھا اس میں ایک شخص موجود تھا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ بولا ادھر ادھر اور بائیں طرف کے کمرہ کا اشارہ کیا۔

میں نے اس کمرہ میں چار یا پانچ اشخاص کو دیکھا۔ سلام کر کے بیٹھنے کے بعد میں نے کہا: میں ایک لبنانی ہوں اس سال حج سے مشرف ہوا ہوں میرا جی چاہتا ہے کہ دینی اداروں کو دیکھوں ان کی کارکردگی کا مطالعہ کروں۔ آپ حضرات کے بورڈ " دینی تحقیقات" کا کیا مطلب ہے؟ کیا یہاں انسان کے دین کی تفتیش کی جاتی ہے اور یہ معلوم کیا جاتا ہے کہ اس کا عقیدہ کیا ہے؟ اگر غلط عقیدہ ہے تو اس کو صحیح کیا جاتا ہے؟

ان میں کا رئیس "جس کا نام الشیخ محمد بن عبداللہ آل الشیخ تھا اور اس کا بھائی وزیر اوقاف ہے" بولا: نہیں نہیں یہ مطلب نہیں ہے بلکہ ہم مدارس کے اندر اسلامی عقیدہ و اخلاق کی تربیت کرتے ہیں اور اس کے نشو و نما کے لئے کوشش کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں پڑھائی جانے والی کتابوں پر نظر رکھتے ہیں اساتذہ اور ان کے مشاغل کی طرف ناظر رہتے ہیں۔

میں نے کہا: یہ تو اچھی بات ہے لیکن سب سے زیادہ اہم یہ ہے کہ اسلوب' اور صحت فکر کو جانچا جائے اور دین کو اس طرح پیش کیا جائے جو زندگی کے ساتھ چل سکے تاکہ ہر چھوٹا بڑا دین کی طرف راغب ہو۔ کوئی ایسی بات نہ ہو جس سے دین کا دھارا رک جائے مثلاً تعصب نہ ہو لہٰذا میں امید کرتا ہوں کہ آپ حضرات اس حقیقت کو فراموش نہ کریں گے۔ میری بات ابھی ناتمام تھی کہ حاضرین میں سے ایک صاحب متوجہ ہوئے جن کا نام الشیخ علی معجل تھا اور اس ادارہ کے وہی مفتش تھے۔ انھوں نے رئیس سے کہا کہ مجھے جواب دینے دیجئے گویا وہ آمادہ پیکار تھے اور رئیس سے مبارزہ کی اجازت کے خواہاں تھے چنانچہ مجھ سے فرمایا: آپ کی مراد تعصب سے کیا ہے؟

میں نے کہا: مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں سب کا دین ایک ہی ہے اور آپس میں جو اختلافات ہیں وہ جوہری نہیں ہیں۔ ترک تعصب سے میری مراد یہ ہے کہ جو شخص مومن ہو توحید کا قائل ہو ان میں سے کوئی نہ آپ کو کافر کہے اور نہ آپ دوسروں کو کافر بنائیں جیسا کہ وہابیوں کے لئے مشہور ہے کہ وہ دوسروں کو صرف اس بنا پر کافر قرار دیتے ہیں کہ وہ وہابی نہیں ہیں۔

اس نے کہا: لیکن مسلمان کا فریضہ ہے کہ توحید پر اس طرح ایمان لائے جو اس کا حق ہے۔
میں نے کہا: حق تو معروف ہے یعنی دل سے ایمان لانا، زبان سے اقرار کرنا اور ارکان پر عمل کرنا۔ اور ارکان سے مراد نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ہے اور تمام مسلمان نماز پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں، حج کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں!

اس نے کہا: ہاں مگر ایک چیز اور بھی ہے۔ لیکن اتنے میں رئیس نے اشارہ کیا کہ تم چپ ہو جاؤ اور وہ چپ ہو گیا لیکن میری خواہش تھی کہ وہ اپنی گفتگو جاری رکھتا تاکہ یہ معلوم ہو جاتا کہ وہ ایک چیز اور کیا ہے؟ میں اس کے علمی منطقی درجہ سے بھی واقف ہوں . . . . میرا اندازہ ہے ایک اور چیز سے وہ تعمیر قبور اور ان کی زیارت اور ان کے پاس نماز پڑھنی مراد لیتا۔ بہرحال جو بھی ہو اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

اس کے بعد رئیس اٹھ کر میرے پہلو میں بیٹھ گیا اور بہت ہی تواضع سے بولا: آپ جو فرما رہے ہیں وہ حق ہے واقعی ہم لوگ بھائی بھائی ہیں۔ خدا گواہ ہے کہ ہم تعصب اور تعصب کرنیوالوں کو ناپسند کرتے ہیں لیکن پروپیگنڈے کو کیا کروں . . . . پھر رئیس نے مجھ سے کہا میں آپ کی اور ہر حاجی کی ہر خدمت کے لئے تیار ہوں بس آپ حکم کریں۔ میں نے کہا شکریہ میں صرف آپ حضرات کی معرفت حاصل کرنا چاہتا تھا ——— یہ بات صحیح ہے کہ مکہ مکرمہ میں میں نے ایسا با اخلاق آدمی نہیں دیکھا اس لئے میں نے بڑے تعجب سے اس کو دیکھتے ہوئے پوچھا آپ کہاں کے رہنے والے ہیں! حالانکہ میں جانتا تھا وہ نجدی ہے اس نے زور دار قہقہہ لگایا اور کہا میں نجدی متعصب وہابی ہوں۔ پھر جب میں چلنے لگا تو اس نے کہا آپ جہاں جانا چاہتے ہوں میری گاڑی آپ کو چھوڑ آئے گی۔ میں نے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا میرے پاس گاڑی ہے۔ بہرحال وہ مجھے گاڑی تک چھوڑنے کے لئے آیا رخصت ہوتے وقت مجھ سے میرا نام و پتہ پوچھا۔ میں نے کہا آپ کیا کریں گے؟ اس نے کہا میں لبنان آنا چاہتا ہوں، وہاں آپ سے ملاقات کروں گا! میں نے کہا: اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک پیالی قہوہ کا گھاٹا برداشت کرنا پڑے گا اور میں اس

کے لئے تیار نہیں ہوں، اس نے کہا جی ہاں اور ایک پیالی چائے کا بھی گھاٹا برداشت کرنا ہوگا۔ پھر اس نے مجھ سے پوچھا اب کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا شیخ عبداللہ خیاط کے پاس جانا چاہتا ہوں یہ صاحب وزارۃ المعارف میں مشیر تھے۔ اور امام جمعہ والجماعت ہونے کے ساتھ حرم شریف کے خطیب بھی تھے۔ رئیس نے مجھ سے کہا خبردار ان سے نہ کہہ دینا کہ میں شیعہ ہوں! میں نے کہا حالات کے اوپر چھوڑ دوں گا۔ پھر شکریہ کے ساتھ رخصت ہوا۔ اگر میں سعودیہ میں مسئولین کی جگہ ہوتا تو کسی بڑی حکومت کا اس کو سفیر بنا دیتا۔

امام الجمعہ والجماعت

میں عبداللہ خیاط امام جمعہ و جماعت حرم مکی کے خطیب، وزارت معارف کے مشیر کے پاس گیا اور اپنے پرانے جملہ کو دہراتے ہوئے خود ہی گفتگو میں پہل کی۔ میں ایک لبنانی حاجی ہوں اگر حج کے فوائد و برکات میں سے مسلمانوں سے تعارف ہے تو میرے لئے بہتر ہے کہ میں اپنے کو متعارف کراؤں اور یہاں کے بزرگوں سے ملاقات کروں چنانچہ میں نے رئیس القضاۃ الشیخ سلیمان بن عبید، کلیۃ الشریعۃ کے عمید استاذ احمد علی، التفتیش الدینی کے مدیر شیخ محمد ابن عبداللہ سے ملاقات کی۔ خصوصاً اس مدیر سے ملاقات کر کے بہت خوش ہو گیا کہ دیکھوں یہ شخص ہاں یا نہیں کچھ کہتا ہے کہ نہیں لیکن وہ خاموش ہی رہا تو میں نے پھر کہنا شروع کیا: پہلے پولیس حاجیوں کو بہت تنگ کرتی تھی لیکن آجکل اتنی سخت نہیں ہے۔ کیا آپ لوگوں نے طے کر لیا کہ تسامح کی سیاست افضل ہے؟ اس نے کہا: جو کچھ بھی کہا جاتا ہے وہ ہمارے خلاف پروپگنڈا ہے۔

میں نے کہا اسلام کے پاس بہت زیادہ امکانات ہیں اور اس کے پاس بڑی طاقتیں ہیں اسلام کے مخلصین کو چاہیئے کہ معاشرتی تعلقات کو اچھا بنانے کے لئے اس کو استعمال کریں۔

انھوں نے کہا: نماز دین کا ستون ہے اگر یہ قبول ہو گئی تو دیگر اعمال بھی مقبول ہوں گے۔

اور اگر اس کو رد کر دیا گیا تو سارے اعمال مردود ہو جائیں گے۔

میں نے کہا: یہ درست ہے اور حدیث بھی صحیح ہے لیکن اس کی جگہ دوسری ہے۔

اس نے کہا: حدیثِ نماز کے علاوہ ساری حدیثیں فائدہ مند نہیں ہیں۔

میں نے کہا: کیا مسلمانوں کا کوئی فرقہ تارک الصلوٰۃ بھی ہے؟

اس نے کہا: نوجوان نماز نہیں پڑھتے پھر انھوں نے نوجوانوں کی نماز کے بارے میں سستی کا ذکر شروع کر دیا۔ . . . لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ شخص جب نماز کے لئے کعبہ میں کھڑا ہوتا ہے تو حرم صفا و مروہ، سڑکیں، بازار نمازیوں سے بھر جاتے ہیں اور یہ بات خود یہ امام حرم بھی جانتا ہے اور ان نمازیوں میں اکثریت جوانوں کی ہوتی ہے پھر بھی یہ شخص قانع نہیں ہے مزید نمازیوں کا طالب ہے۔

میں نے کہا: اتحاد المسلمین سے کیا چیز مانع ہے؟ اور کیوں نہ سارے مسلمان مل کر جوانوں کو نماز پر آمادہ کریں۔

اس نے کہا: نہیں نہیں پہلے نماز پھر اتحاد۔

میں نے کہا: اے شیخ دشمنان اسلام، اسلام و مسلمانوں کے خلاف دسیسہ کاری کرتے رہتے ہیں اور مسلمانوں کو ایک دوسرے پر کفر کا فتویٰ لگانے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ اپنا مقصد پورا کریں۔ لہٰذا ہمارا فریضہ ہے کہ ان کو ان کے مقاصد میں کامیاب نہ ہونے دیں۔

اس نے کہا: خدا توفیق دے، خدا توفیق دے۔ اس کو اس طرح کہا جس سے ناپسندیدگی کا اظہار ہو رہا تھا۔ اس شیخ کی جو صورت میرے ذہن میں آئی ہے یقیناً وہی آپ حضرات کے ذہنوں میں آئی ہو گی جس کا آپ نے ہماری اور اس کی گفتگو سے اندازہ کر ہی لیا ہو گا۔ . .

جبل عامل کے دیہاتوں میں ایک حکایت بہت مشہور ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک بہرا شخص اپنی زمین میں لوبیا کی کاشت کر رہا تھا۔ ادھر سے ایک اور شخص کا گزر ہوا اس نے سلام کیا۔ بہرے کو یہ خیال ہوا کہ شاید یہ شخص پوچھ رہا ہے کہ کیا بو رہے ہو؟ لہٰذا اس نے سلام کے

بدلے میں کہا: لوبیا! تو اس نے کہا اسی طرح اپنی ٹھڈی میں بھی بو دو۔ تو اس نے کہا پوری ہو گئی۔ یعنی اس کی زراعت شروع سے آخر تک ہو چکی ہے۔ اس کا کوئی حصہ باقی نہیں ہے۔

یہی حالت اس شیخ کی تھی ہم کچھ کہتے تھے وہ کچھ اور بکتا تھا۔

یہ متعصب شیخ جو ابلیس کا پیرو ہے تعصب کرنے والوں کا امام ہے۔ بے عقل اور جڈ گنوار اس کے پیرو ہیں۔ یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ شیعہ ان کی پیروی کریں۔ امام بخاری نے اپنی کتاب کے پہلے حصّہ میں ایک باب یہ قائم کیا ہے: "اہل علم وفضل پیش نمازی کے زیادہ حقدار ہیں"۔

اگر وزارتِ معارف سعودیہ کے مشیر سب ہی اسی خیاط کی طرح کے ہیں اور یہی ان کی معرفت ہے تو اللہ ہی حافظ ہے۔

مدینہ منورہ

حج اور مناسک حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ منورہ روانہ ہوا۔ ۱۶ ذی الحجہ مطابق ۲۷ نیسان ۶۲ء بروز منگل مدینہ پہنچا اور جس گھر میں اترا وہ بقیع سے قریب تھا اس لئے سب سے پہلے ائمہ بقیع کی زیارت کی۔ بقیع ایک وسیع زمین پر چہار دیواری سے گھرا ہوا ٹکڑا ہے۔ اس کا ایک دروازہ ہے جس پر پولیس ہر وقت موجود رہتی ہے جو عورتوں کو اندر جانے سے روکتی ہے مردوں کو جانے دیتی ہے۔ اسی مقدس زمین پر امام حسنؑ، امام زین العابدینؑ، امام محمد باقرؑ، امام جعفر صادقؑ اور بہت سے صحابہ وصالحین مدفون ہیں۔ مذکورہ بالا ائمہ اربعہ کے قبروں پر گنبد دار مقبرہ تھا جس کو وہابیوں نے ۱۳۶۳ھ میں جب شریف مکہ سے حجاز کو چھینا اور اس پر غالب ہو گئے تو مسمار کر دیا۔

اور اگر پوری دنیا کے مسلمانوں میں ہیجان نہ برپا ہوتا بلکہ اگر مسلمانوں نے یہ طے نہ کر لیا ہوتا کہ روئے زمین پر کسی وہابی کو زندہ نہ چھوڑیں گے تو یہ رسولؐ خدا کے مزار کو بھی گرا دیتے۔ میں نے ایک خطیب کو روضہ رسولؐ میں یہ کہتے ہوئے سنا: ہمارا فریضہ تھا کہ لوگوں کو یہاں آنے سے

روک دیتے۔ لیکن ہم کیا کریں مجبور ہیں ۔۔ اور چونکہ اہلبیتؑ کی عظمت بالذات رسولؐ کی عظمت ہے اور ان کا حق مسلمانوں پر وہی ہے جو رسولؐ کا ہے لیکن چونکہ شیعوں نے اس کا بہت اہتمام کیا اور اہل بیتؑ سے بہت زیادہ متمسک رہے اس لئے عام مسلمانوں نے وہابیوں کے اس اقدام شنیع سے چشم پوشی کرلی۔

بقیع پہنچ کر میں نے دیکھا ہزاروں افراد قبور ائمہ کو گھیرے ہوئے زیارت کر رہے ہیں، دعا کر رہے ہیں، تضرع وزاری کر رہے ہیں۔ البتہ عورتیں چار دیواری کے پیچھے کھڑی ہیں اور بقیع کی طرف منہ کرکے زیارت پڑھ رہی ہیں۔

اہلبیت کرامؑ نے دین کی عمارت کو مضبوط کرنے اور اعلائے کلمہ حق کرنے میں جو قربانیاں پیش کی ہیں وہ بے مثال ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ان پر جو مظالم وستم ہوتے ہیں ان کو دیکھ کر میں بقیع میں زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکا۔ بقیع کے اندر وہابیوں نے جو کچھ کیا ہے اور بنی امیہ و بنی عباس نے اہل بیت کے ساتھ جو کچھ کیا ہے کیا ان دونوں میں کوئی فرق ہے؟ ہر ایک نے انتقام اور اپنے دل کو سکون پہنچانے کے لئے حق وانصاف کا گلا گھونٹا ہے اور سختی کی سیاست کو اپنایا ہے۔ اور عقائد ومبادل کے خلاف جنگ بھڑکائی ہے۔

بعض لوگوں کو یہ خیال ہو سکتا ہے کہ میں یہ بات اس لئے کہہ رہا ہوں کہ شیعہ ہوں مظلوم ہوں اور ائمہ کو دوست رکھنے والا ہوں۔ اپنے عقیدہ اور ائمہ کے دفاع کے لئے یہ بات کہہ رہا ہوں۔ یہ خیال صحیح بھی ہو سکتا ہے، غلط بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ بات بہرحال حق ہے اور اس میں شک کی گنجائش نہیں ہے کہ آج کے وہابی کل کے اموی وعباسی کی طرح خود تو عیش وآرام میں زندگی بسر کر رہے ہیں اور ان کے آس پاس کے لوگ ننگے بھوکے ہیں آخر اس تفاوت کا کیا جواز ہے؟ کیا یہ وہی شرف وعظمت ہے جس کا دعویٰ بیوقوف اور جاہل لوگ کرتے ہیں؟ ذرا آل رسولؐ کی طرف دیکھئے جو رسولؐ اسلام کے بعد علی الاطلاق تمام کائنات سے اشرف واعظم تھے لیکن ان کی زندگی کس طرح فقیرانہ تھی ایک دن کھاتے تھے

تو دوسرے دن فاقہ کی نوبت آجاتی تھی لیکن یہ سعودی کیسے ہیں؟ سوائے ظلم و جور کے اور کوئی مجوز نہیں ہے . . . اگر اہلبیتؑ اور ان کے متبعین نہ ہوتے تو یہ حقیقت واضح نہ ہو پاتی اور ان دوغلوں کی رسوائی نہ ہوتی۔ اور اسی لئے متقی بدبخت کے اور حق پرست باطل پرستوں کے، شریف رزیلوں کے، عالم، جاہلوں کے مخالف رہے ہیں اور انھیں چیزوں نے وہابیوں کو اتنی ہمت دلائی کہ مزاروں کو کھود ڈالیں، نشانات کو ختم کردیں۔ ان لوگوں نے یہ اقدام اس لئے کیا کہ یہ سمجھ رہے تھے خلوص وحدانیت یہی ہے اور بت پرستی کا خاتمہ اسی طرح ممکن ہے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ وہابیت اپنے وجود کے ساتھ ساتھ قبروں پر مزار بنانے کے مخالف رہی ہے جب نہ پیٹرول ان کے پاس تھا نہ سونا چاندی، نہ لوہا وغیرہ۔

تو میں عرض کروں گا کہ یہ بات صحیح ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ حاکم کے دعدے بھی یوں ہی ہوا کرتے ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ وہابیوں نے قبور ائمہ سے پتھروں کو تو ضرور ہٹا دیا لیکن شیعوں کے دلوں سے رسولؐ و آل رسولؐ کی محبت کو ذرہ برابر بھی نہیں کم کرسکتے نہ ان کے کسی کلام کو مٹا سکتے ہیں اور نہ ان کے کسی حکم کو ختم کرسکتے ہیں۔ پورے دور تاریخ میں تجربات نے یہ ثابت کردیا ہے کہ آل رسول کی عظمت ارادۂ الٰہی سے وابستہ ہے کیونکہ اسی نے ان کو برگزیدہ کیا اور ان کے لئے عظمت قرار دیا۔ اور خدا جو چاہے اسکو کوئی ختم نہیں کرسکتا۔ یزید متوکل نے کیا کچھ نہیں کرڈالا اور آج وہابی کیا کچھ نہیں کررہے ہیں لیکن نتیجہ یہی رہا کہ آل محمدؐ کا نام احترام سے لیا جاتا ہے اور ان کے دشمنوں کا تذکرہ برائی اور لعنت سے کیا جاتا ہے۔ میں نے اپنے کانوں سے بقیع میں لعنت سنی ہے اور وہابی پولیس نے بھی سنا ہے۔ دل کی گہرائیوں سے یہ لعنت اس طرح نکلتی تھی جیسے ظالموں پر میزائل برس رہے ہوں۔

شیعوں کے نزدیک بذات خود پتھروں کی کوئی قیمت نہیں ہے اور نہ وہ لوگ پتھروں کی پوجا کرتے ہیں اور نہ ان سے محبت کرتے ہیں . . یہ تو صرف قبروں کی جگہوں کو بتایا کرتے

تھے، نشانی تھے دراصل محبت تو اہل بیت سے ہے کیونکہ ان کو قتل کیا گیا، دربدر پھرایا گیا۔ خدا کی راہ میں ان پر مظالم ڈھائے گئے اور انہدام قبور سے شیعوں کے اذیت کی علت یہ ہے کہ مظالم کا سلسلہ ابھی تک باقی ہے۔ اصل وجہ یہی ہے۔ لیکن پتھروں کی پوجا یا صاحب قبر کی پوجا یہ ایک احمقانہ بات ہے۔ ایسے لوگ تو شیعوں کے وارث بھی نہیں ہوسکتے اور نہ شیعہ ان سے کھانے پینے میں اختلاط رکھتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ شیعہ عدل و اہل عدل کو مانتے ہیں۔ ظالموں کی طاقت جتنی بھی بڑھتی جائے یہ ہر حال میں عدل و حق کا ساتھ دیتے ہیں۔

بہرحال شیعہ جو دنیا میں تقریباً دس کروڑ[1] ہیں وہ وہابیوں کے افعال کو ناپسند کرتے ہیں اور ان کا مطالبہ ہے کہ ہم کو پوری آزادی دی جائے جس سے ہم قبروں کو دوبارہ بنا سکیں اور یہ ان کا شرعی حق ہے اور ہر اس شخص کا حق ہے جو اللہ اور اس کی کتاب، رسولؐ اور ان کی سنّت پر ایمان لایا ہو۔ اور یہی آزادی اتحاد المسلمین کا واحد طریقہ ہے اور پرانے کینوں کے ختم ہونے کا سبب ہے۔

حرم رسولؐ

بقیع کو میں نے اس حال میں چھوڑا کہ دل و دماغ پریشان تھے۔ وہاں سے حرم رسولؐ کی طرف چلا۔ اور لاشعوری طور پر حرم میں داخل ہوتے ہوئے دروازے کو چومنا شروع کر دیا۔ اور پھر قبر مبارک پر اپنے کو تقریباً گرا دیا۔ چوم بھی رہا تھا اور خدا اور اسکے رسولؐ سے رو رو کر شکوے کر رہا تھا کہ اہلبیتؑ کو زندگی میں اور مرنے کے بعد بھی سکون نہیں ملا، ان پر کیسے کیسے مصائب توڑے گئے۔ اور خدا کا شکر ادا کیا کہ اتفاق سے کوئی میری طرف متوجہ نہیں ہوا۔ البتہ ایک آواز نہیں نہیں کی کانوں سے ٹکرائی تو قبر مبارک سے الگ ہو گیا کہ کہیں کوئی ایسی بات نہ

---

[1]: اگرچہ آج کی مردم شماری کی بنا پر تعداد مزید بڑھ گئی ہے۔

ہو جائے جس کو میں اچھا نہیں سمجھتا۔

زیارت و دعا کے بعد میں انسانوں کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر میں گھس پڑا جو ریاض الجنۃ کی طرف جا رہا تھا۔ یہ جگہ قبر رسولؐ اور منبر رسولؐ کے درمیان ہے۔ اور یہاں مجمع بہت ہوتا ہے اور ایک دوسرے پر سبقت کی کوشش کرتا ہے بالکل اسی طرح جیسے خانہ کعبہ میں حجر اسود کے پاس ہوتا ہے' اس کے لئے حدیث بھی ہے۔ میری قبر اور منبر کے درمیان جنت کے ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس جگہ میں کئی مرتبہ نماز پڑھنے پر موفق ہوا۔ بلکہ میں نے قصر کے بجائے پوری نماز پڑھی۔ میرا طریقہ یہ تھا کہ اس جگہ کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے نمازیوں کے پیچھے کھڑا ہو کر انتظار کرتا تھا جیسے ہی کسی کی جگہ خالی ہوئی میں وہاں پہنچ جاتا تھا۔ ریاض الجنۃ کے اندر میں نے ان لوگوں کے لئے "جنہوں نے صرف خدا کے لئے دوستی کی ہے اور جن سے صرف ایمان و علم کی بنا پر خلوص رکھتا ہوں یا وہ مجھے انھیں اسباب سے دوست رکھتے ہوں" دعا کی۔ لیکن جن لوگوں کی محبت کمزور تھی کسی اور وجہ سے نہیں بلکہ صرف اس لئے کہ ان میں دوست و رفیق و ہمسن سے کلمہ حق سننے کی طاقت نہیں تھی ان کے لئے میں نے خدا سے دعا کی کہ ان کے نفس پر ان کی مدد کرے۔ اور برائیوں سے ان کے قلب و زبان کو پاک کر دے۔ اور علم و اخلاص و تقویٰ کی بنا پر ان کو اعلیٰ علیین تک پہنچا دے۔

میں ابھی اس مدینہ ہی میں تھا جو مہبط وحی و تنزیل ہے، جہاں علیؑ و فاطمہؑ کے مکان ہیں، جہاں حسنؑ و حسینؑ سردار جوانان جنت کی ولادت ہوئی ہے کہ غدیر کا دن آپہنچا اور نخاولۃ کے عالم علامہ الشیخ محمد علی العمری نے مجھ سے خواہش کی کہ ۱۸ ذی الحجۃ کی رات کو غدیر کی مناسبت سے ان کے امام باڑے میں تقریر کروں۔ میں نے بخوشی قبول کر لیا۔ بھلا میں اس چیز کو چھوڑ پاتا یا اس میں تردد کیونکر کر سکتا تھا جس کے لئے اپنی پوری عمر وقف کر دی ہے۔ خلاصہ یہ کہ تقریر کے وقت اندر و باہر کا حصہ مجمع سے چھلک رہا تھا اور لوگ بڑی توجہ سے سن رہے تھے۔ آج کے دن کی اور صاحب دن کی عظمت و جلالت لوگوں پر چھائی ہوئی تھی سب کے دل ایک، اندازِ فکر ایک اور محبت

ولاء کا دریا ہر ایک سے موجزن تھا۔

وہ گھڑی ایسی تھی جس کو میں اپنی پوری زندگی کے برابر قرار دیتا ہوں۔ اور بھلا اس گھڑی سے افضل و ارفع کونسی گھڑی ہو سکتی ہے کہ جس میں میں صادق و امین کے شہر میں تقریر کر رہا ہوں۔ اور دن بھی غدیر کا ہو۔ اور انھیں فضائل و مناقب کو دہرا رہا ہوں جنکو رسولؐ رحمت نے حجۃ الوداع سے پہلے اور اس دن اور اس کے بعد بیان کیا تھا اور ایک چوراہے پر کھڑے ہوکر پوری دنیا کے لوگوں کو نسلاً بعد نسل یہ پیغام پہنچایا تھا۔

خدا کا شکر و حمد اس توفیق پر جو اس نے مجھے حج بیت اللہ اور زیارت رسولؐ و آل رسولؐ کی صورت میں مرحمت فرمائی اور اس فریضہ کو ادا کرنے کی توفیق دی جو آج کے عظیم دن میں مجھ پر واجب تھا۔ یہی وہ دن ہے کہ خدا نے حضرت علیؑ کو مومنین کے لئے پناہ گاہ اور رسولؐ خدا کا خلیفہ بنایا۔ یہدی نور علی نور و یہدی اللہ لنورہ من یشاء۔ اور جس کو خدا نور نہ دے بھلا اس کو کون نور دے سکتا ہے؟

چیف جسٹس

دوسرے دن میں مدینہ منورہ کے محکمہ شرعیہ گیا؛ وہاں بھی پانچ جج تھے اور ایک سب کا رئیس تھا، جیسے مکہ مکرمہ میں تھا۔ ایک کے کمرے میں داخل ہو کر میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ قاضی نے مجھے دیکھتے ہی پوچھا کوئی کام ہے؟ میں نے کہا کیا آپ قاضی ہیں؟ جواب ملا ہاں اور نائب رئیس ہوں۔ میں نے کہا: جناب کا اسم گرامی؟ فرمایا عبد المجید بن حسن۔ میں نے کہا: کیا آپ مجھے فیصلوں کے رجسٹر دکھا سکتے ہیں؟ میں چاہتا ہوں کہ لبنان کے احکام اور یہاں کے احکام میں تعارف پیدا کروں۔ انھوں نے پوچھا کیا آپ بھی قاضی ہیں؟ میں نے کہا ہاں۔ اس نے پوچھا حنفی محکمہ شرعیہ میں یا شیعہ محکمہ شرعیہ میں قاضی ہیں؟ میں نے کہا: میں شیعہ ہوں۔

اس کے بعد میں نے اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں گفتگو شروع کر دی۔ کہ یہ لوگ کس طرح

سیاسی اور سماجی طور پر متحد ہو سکتے ہیں۔ میری پوری تقریر میں وہ شخص جی ہاں، جی ہاں کرتا رہا اور کچھ نہیں کہا۔ جب میں نے چلنے کا ارادہ کیا تو پوچھا اب کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا : شیخ عبدالعزیز بن صالح رئیس محکمہ کے پاس جا رہا ہوں۔ تو اس نے ایک پولیس والے کو میرے ساتھ کر دیا جو مجھے شیخ کے کمرہ تک پہنچا دے۔ دروازہ کھول کر جب میں اندر داخل ہوا تو اس نے اہلاً و مرحبا کہا۔ اور میں نے اپنی گفتگو کی ابتدا اس بات سے کی کہ حضورؐ سرورِ کائنات کی حدیث "اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَۃ" کی آپ حضرات کیا تفسیر کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا اس سے فروع میں اختلاف مراد ہے، اصول کا اختلاف مراد نہیں ہے۔

میں نے کہا : پھر تو تمام اسلامی فرقے محمدؐ کی امت میں داخل ہیں کیونکہ سب کا اصول ایک ہے۔ خدا، رسولؐ، آخرت پر ایمان لانا یہ سب میں مشترک ہے۔ اس نے کہا نہیں! ایک اصل اور بھی ہے میں نے کہا وہ کیا ہے؟ بولا حضرت ابوبکر کی خلافت! رسولؐ خدا کے بعد یہ ان کا حق تھا۔ میں نے تعجب سے پوچھا کیا: خلافت اصول میں داخل ہے؟ کہا ہاں! میں نے کہا اہل سنّت نے تو اس بات کی نفی کی ہے بلکہ اس بات کو شیعوں کی طرف نسبت دی ہے اور اس کو بہت ہی ناپسند کیا ہے۔[1]

رئیس نے کہا : اہل سنّت نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ خلافتِ ابوبکر اصول سے ہے اور اسی پر اصرار کرتا رہا۔

میں نے کہا : اصول دین کی کوئی بھی اصل یا تو بداہت عقل سے ثابت ہوتی ہے یا قرآن کی نص صریح سے یا پھر ایسی سنت سے جو ثبوتاً قرآن کی قوت کے برابر ہو یا پھر اس کی دلالت لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی طرح واضح ہو۔ اخبار احاد سے اصول دین کو ثابت نہیں کیا جا سکتا، ہاں فروع دین

---

[1] : کتاب مواقف اور اس کی شرح میں ہے (ملاحظہ ہو ج ۸ ص ۳۴۴) امامت اصول دین و عقیدہ میں سے نہیں ہے برخلاف شیعوں کے۔ ہمارے یہاں امانت فروع میں شمار ہے۔

کا ثبوت احاد کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔ اس نے کہا: ہاں یہ صحیح ہے اور رسولؐ خدا کی متواتر حدیث ہے: خداو رسولؐ ابوبکر کے علاوہ کسی کو تسلیم نہیں کرتے۔ میں نے کہا: یہ حدیث متواتر کیونکر ہو سکتی ہے؟ بخاری و مسلم نے تو اس کو نقل بھی نہیں کیا اور نہ ابوبکر و عمر نے اور نہ کسی نے سقیفہ کے دن اس سے استدلال کیا ہے۔ حالانکہ انصار کہہ رہے تھے ہم ابوبکر سے افضل ہیں اگر ایسا ہوتا تو یہ لوگ اس سے استدلال کرتے۔ پھر اس نے حدیث و اقسام حدیث کی بات چھیڑ دی اور اسی پر مصر رہا کہ یہ حدیث متواتر ہے۔ اور شیعوں کے علاوہ کسی نے اس کا انکار نہیں کیا ہے۔ جب میرے پاس اس کو قانع کرنے کے لئے کوئی بات نہ رہ گئی تو کہا کیا صحت حدیث کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ سب کے نزدیک ثابت ہو یا صرف ان لوگوں کے نزدیک ثابت ہو جو اس پر عمل کرتے ہوں؟ تو کہا صرف ان لوگوں کے لئے جو اس پر عمل کرتے ہوں۔ تب میں نے کہا یہ حدیث شیعوں کے یہاں ثابت نہیں ہے نہ متواتر اور نہ بطور احاد اس لئے ابوبکر کی خلافت ان کے نزدیک اصول سے نہیں ہے۔ اور نہ فروع سے ہے۔

مقبرے

جتنے وہابی شیوخ سے میری ملاقات ہوئی سب ہی کا عقیدہ تھا کہ مقبروں کا بنانا شرک و الحاد ہے اور قبر رسولؐ کی زیارت کے لئے سفر بہت بڑا گناہ ہے۔ خود فیصل بن عبدالعزیز نے جب مکہ مکرمہ میں تقریر کی تھی تو یہی کہا تھا اور بہت تاکید سے کہا تھا کہ قبر رسولؐ پر مسجد بنانا حرام ہے یہ یہودیوں اور نصاریٰ کا طریقہ ہے چنانچہ ان کی تقریر کا ترجمہ یہ ہے۔ "رسولؐ خدا نے فرمایا: خدا یہود و نصاریٰ کو غارت کرے انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنا ڈالا میرے بعد میری قبر کو مسجد نہ بنانا آخر اس کا کیا مطلب ہے؟ خدا نے کہا ہے: مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔ یہ نہیں کہا ہے کہ انبیاء سے دعا کرو نہ یہ کہا ہے کہ ملائکہ یا اولیاء یا صالحین سے دعا کرو[1]

[1]: اخبار الندوۃ الملکیۃ، دوشنبہ ۶ ذی الحجہ ۱۳۸۳ھ۔

ان سے پہلے ان کے بھائی ملک سعود ایران گئے تھے تو وہاں علمار نے ان سے مطالبہ کیا کہ ہم کو دوبارہ ائمہ بقیع کے مقبروں کی تعمیر کی اجازت دی جائے تو انھوں نے کہا: جو حکم خدا کے مطابق حکم نہ دے وہ کافر ہے۔ یعنی یہ بزرگ علمار کافر ہیں کیونکہ انھوں نے بغیر ما انزل اللہ کا مطالبہ کیا ہے۔ اگر ہم قولِ امیر فیصل کو ان کے بھائی سعود کے ساتھ ملا کر دیکھیں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ سعودی حاکم کو تمام چیزوں سے پہلے وہابی ہونا چاہیئے اور وہابیت ہر چیز سے بالا ہے یہاں تک کہ شعب و پبلک سے بھی بلند ہے۔ اگر کوئی ان کی کتابوں کا مطالعہ کرے تو بہت ہی واضح لفظوں میں یہ حقیقت سامنے آئے گی۔ "کتاب فتح المجید شرح کتاب التوحید" کے ص ۲۸۱ پر ہے۔ قبور کا بلند کرنا شرک کا ذریعہ ووسیلہ ہے۔ اور ص ۲۸۳ و ۲۱ پر ہے: قبروں کا پختہ بنانا ان کے پاس نماز پڑھنی بتوں کی پرستش کے مشابہ ہے۔ (تطہیر الاعتقاد من ادران الالحاد) کے ص ۲۸ پر ہے: یہ قبری لوگ قدم بہ قدم مشرکوں کے مسلک پر عمل کرتے ہیں اور ص ۳۲ پر ہے کہ قبر کو مشہد کہہ دینے اور مدفون کو ولی کہہ دینے سے یہ صنم وبت سے خارج نہیں ہوسکتے۔ اور ص ۲۴ پر ہے اگر تم یہ کہو کہ کیا قبور و اولیار پر اعتقاد رکھنے والے بتوں پر عقیدہ رکھنے والوں کی طرح مشرک ہیں؟ تو میں کہوں گا ہاں ہاں یہ ان کے بالکل قدم بہ قدم ہیں بلکہ اعتقاد، انقیاد، استعباد میں ان سے کچھ آگے ہی ہیں لہٰذا ان سب میں کوئی فرق نہیں ہے۔

جب مقبرہ بنانا شرک ہے۔ اولیار پر عقیدہ رکھنا شرک سے بڑا گناہ ہے تو کیا اس کے بعد امید کی جاسکتی ہے کہ وہابیوں کو قانع کیا جاسکتا ہے؟ تیسرے دن مدینہ کی اسلامی یونیورسٹی گیا تو عید کی وجہ سے وہ بند تھی۔ لبنان واپس آنے کے بعد خراسان کے کلیہ معقول ومنقول کے عمید ڈاکٹر مجتہد زادہ نے بتایا کہ وہ تعطل کے بعد اس یونیورسٹی میں گئے تھے اور استاد محمد العبودی جو اس یونیورسٹی کے امین عام ہیں ان سے ملاقات کی تھی انھوں نے مجھے بتایا کہ یونیورسٹی کے پاس میری مولفہ چار کتابیں ہیں۔ لیکن طلاب پر اس کے مطالعہ کا قدغن ہے۔ اسی طرح مدینہ میں متوسطہ ابی بکر الصدیق میں ڈاکٹر صاحب کی ملاقات صالح بدر الحیدری سے بھی

ہوئی تھی جو اس متوسطہ کے مدیر ہیں۔ مدیر نے ان سے کہا کہ انھوں نے میری کتابوں کو پڑھا ہے اور مجھ سے ملنا بھی چاہتے ہیں۔

میں اس بات کو ضروری سمجھتا ہوں کہ شیعوں کی بعض کتابوں کو وہابی علماء کے پاس اور مکہ، مدینہ، ریاض کی لائبریریوں کے پاس، اور معاہد و کلیات کے اساتذہ کے پاس بھیجا جائے۔ میری یہ رائے اس بات کے باوجود ہے کہ مجھے یقین ہے وہابی اپنے مسلک سے نہیں ہٹیں گے یعنی وہ اپنے علاوہ سب کو کافر ہی سمجھیں گے، چاہے وہ کلمہ توحید پڑھتا بھی ہو۔ اور نماز، روزہ، حج زکات کا پابند بھی ہو۔ ثواب وعقاب کا قائل بھی ہو اور نہ وہ اپنے اس عقیدہ کو چھوڑیں گے کہ مشرک کی دو قسمیں ہیں ۱۔ جو نہ کلمہ توحید پڑھتا ہے نہ نماز، روزہ، حج، زکات کا پابند ہے نہ ثواب وعقاب کا قائل ہے ۲۔ جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتا ہے نماز، روزہ، حج، زکات کا پابند ہے۔ ثواب وعقاب کا قائل ہے۔ بعد میں آنے والی فصلوں سے یہ حقیقت آشکارا ہو جائے گی۔

مسلمان کافر

لغت میں اسلام کے معنی "سر جھکانے، سر تسلیم خم کرنے" کے ہیں۔ البتہ شریعت نے اس کو متعدد معانی میں استعمال کیا ہے۔ ۱۔ مسلم اخلاقی سلبی جیسا کہ سرکار رسالت مآب نے فرمایا ہے: مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں! ویسے تو غیر مسلموں میں بھی ایسے افراد پائے جاتے ہیں جو صرف مسلمانوں ہی کو نہیں بلکہ تمام لوگوں کو اذیت سے محفوظ رکھتے ہیں۔ بلکہ ہم نے سنا بھی ہے اور پڑھا بھی ہے کہ ہندوؤں کے بعض فرقے ان لوگوں پر بھی ظلم نہیں کرتے جنھوں نے ان پر ظلم کیا ہو۔ لیکن مسلمان کے لئے شرط ہے کہ کسی مسلمان کو اذیت نہ دے۔ بہرحال اخلاقی اعتبار سے مسلم کامل وہی ہے جو حقوق الٰہی کے ادا کرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کے بھی حقوق ادا کرتا ہو۔ ۲۔ مسلم عامل ایجابی[۱] ایک شخص نے رسولؐ اسلام سے پوچھا کونسا

---

[۱] ۔ اسلام جسطرح انسان سے جرم نہ کرنے کا مطالبہ کرتا ہے اسی طرح مجرمین کے خلاف جنگ کرنے کا مطالبہ کرتا ہے۔

اسلام بہتر ہے؟ فرمایا: لوگوں کو کھانا کھلانا اور بلند آواز سے سلام کرنا۔ نیز یہ بھی فرمایا: جس میں تین باتیں اکٹھا ہو جائیں وہ جامع الایمان ہے۔ اپنی ذات سے انصاف کرنا، سلام میں پیش قدمی کرنا، اور محتاجوں پر مال صرف کرنا۔ کھانا کھلانے کا مطلب ایسا عمل کرنا ہے جو نفع بخش ہو۔ خصوصاً جو سدِ فقر کا سبب ہو اور محتاجین سے ان کی غربت کو دور کرنے والا ہو اور مسلم و اسلام پر تو بقائے حیات کا دار و مدار ہے۔ اس حدیث کے بعض شرح کرنے والوں نے کہا ہے کہ رسولؐ نے صرف ان دو صفتوں کا ذکر اس لئے کیا کہ ان کی شدید ضرورت تھی۔

۲۔ وہ مسلمان جس پر اسلام کے احکام جاری ہو سکیں مثلاً نکاح، میراث، مال و خون کی حفاظت، غسل، کفن، اس پر نماز جنازہ کا پڑھنا، مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جانا، اور اس قسم کے دیگر احکام اس پر جاری ہو سکیں۔ یعنی ہم اس کے لئے ایسا دین تسلیم کریں کہ جو کچھ نفع مسلمانوں کو ہوگا اس میں یہ بھی شریک ہوگا اور جو نقصان ہوگا اس میں بھی شریک ہوگا اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ کیونکہ اس کی جزا آخرت میں ملے گی۔ بلکہ اس کا جہنم میں جانا یا مخلد فی النار ہونا اس پر اسلامی احکام کے جاری ہونے سے مانع نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت علیؓ نے اہل جمل سے قتال کیا لیکن ان کے اموال کو تقسیم نہیں کیا نہ ان کی عورتوں کو قیدی بنایا۔ اسی طرح خوارج سے قتال کیا مگر یہ فرما دیا کہ ان کو مسجدوں سے روکا نہ جائے اور نہ مال غنیمت سے محروم کیا جائے۔ اہل شام جو میدان صفین میں حضرت علیؓ کے قتل پر آمادہ تھے ان کے بارے میں فرمایا: ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے جنگ کرنے پر مجبور ہو گئے، شدید ترین دشمنوں کے بارے میں بھی آپ کا انصاف بہت بلند درجہ کا تھا۔ اس فصل میں ہم ایسے ہی مسلمانوں کے بارے میں گفتگو کریں گے۔ اور جس کے بارے میں فقہاء "اسلام ظاہر" سے تعبیر کیا کرتے ہیں اور جس کی تجدید کتاب خدا اور سنتِ رسولؐ میں بڑی وضاحت سے کر دی گئی ہے۔

سورۂ توبہ میں ارشاد ہے: اگر وہ لوگ توبہ کر لیں اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے لگیں تو ان کو آزاد کر دو۔ (سورۂ توبہ آیت ۵) اور اسی سورہ کی گیارہویں آیت میں ارشاد ہے: اگر یہ لوگ

توبہ کرلیں، نماز و زکوٰۃ کے پابند ہوجائیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں۔ ابن عباس نے اس آیت کے بارے میں کہا ہے کہ اس نے اہل قبلہ کے خون کو حرام قرار دے دیا۔ سورۂ نساء آیت ۹۴ میں ہے: جو تم پر سلام کرے اس کو یہ مت کہو کہ تم مومن نہیں ہو! اس آیت کی دلالت اس پر ہے کہ جو شخص معمولی سی بھی اسلامی علامت کا استعمال کرے مثلاً سلام کرے تو اس پر بھی تمام اسلام کے احکام جاری ہوں گے۔

بخاری میں ہے: ایک شخص اپنے مال غنیمت کے پاس تھا کہ مسلمان اس کے پاس پہنچ گئے اس نے مسلمانوں پر سلام کیا پھر بھی مسلمانوں نے اس کو قتل کر دیا اور اس کا مال لے لیا تب خدا نے اس آیت کو نازل کیا۔

صحیح مسلم و صحیح بخاری میں ہے: رسول خداؐ نے فرمایا: جب تک لوگ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ نہ کہیں اور نماز و زکوٰۃ کے پابند نہ ہوں اس وقت تک مجھے لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم ہے اور جب ان سب چیزوں کے پابند ہوجائیں تو میری طرف سے ان کا خون محفوظ ہے۔ ان کے اموال محفوظ ہیں صرف اسلام کی وجہ سے! ویسے ان کا حساب خدا پر ہے۔

اس حدیث سے صریحی طور سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف ظاہری اسلام کافی ہے اور اسلامی احکام اس پر نافذ ہوں گے خصوصاً اس جملے نے کہ "ان کا حساب خدا پر ہے" مسئلہ کو بہت واضح کر دیا۔

ابن حجر نے فتح الباری میں کہا ہے: اس حدیث سے یہ مطلب بھی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ وہ اہل بدعت جو توحید کا اقرار کرتے ہوں، شریعتوں کا التزام کرتے ہوں ان کی تکفیر نہیں کرنی چاہیئے۔ اور کافر اگر کفر سے توبہ کرے تو اس کی توبہ کو قبول کر لینا چاہیئے کفر ظاہر و کفر باطن کی تفصیل کے بغیر۔

اسی طرح بخاری میں رسولؐ سے یہ بھی مروی ہے کہ: حضورؐ نے فرمایا کیا تم لوگ جانتے ہو کہ صرف خدا پر ایمان لانے کا مقصد کیا ہے؟ صحابہ نے کہا خدا اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔

تب رسولؐ خدا نے فرمایا : لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ کہنا، نماز پڑھنا، زکوٰۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا، مال غنیمت سے خمس نکالنا۔

بخاری و مسلم میں ہے اور ترمذی میں بھی ہے، ابن حنبل نے بھی فرمایا : رسولؐ خدا کا ارشاد ہے: جو مرتے وقت لاالہ الااللہ کا قائل ہو وہ جنت میں جائے گا۔ اسی طرح بخاری، مسلم، ترمذی، ابو داؤد، ابن حنبل نے کہا ہے، رسولؐ خدا نے فرمایا: جو شخص لاالہ الااللہ کا قائل ہو اس کو جہنم پر حرام قرار دے دیا ہے۔ بخاری، مسلم، ترمذی، ابن حنبل نے کہا سرکار رسالتمآبؐ نے فرمایا: جو ایسی حالت میں مرے کہ شرک باللہ نہ کرتا ہو وہ جنت میں داخل ہوگا چاہے گناہان کبیرہ کا ارتکاب بھی کرتا ہو۔ اسی طرح ابن حنبل سے منقول ہے رسولؐ خدا نے فرمایا : جو مرتے وقت لاالہ الااللہ کہے اس کو بھلا (جنت کے علاوہ) کیا دیا جائیگا؟ اسی طرح بخاری، مسلم، ابی داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجۃ: ابن حنبل نے رسولؐ خدا سے روایت کی ہے: جو لاالہ الااللہ کہے اس کی جان اور اس کا مال محفوظ ہے۔

اب رہی یہ حدیث کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔کلمہ لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ کی شہادت، نماز پڑھنا، زکوٰۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا، حج کرنا۔ تو یہ بحد تواتر ہے اور تمام اسلامی فرقوں کے نزدیک مسلم ہے۔

جو شخص کتب سیر و تاریخ، کتب فقہ و تفسیر کا مطالعہ کرے گا وہ اس بات کو جان لے گا کہ مسلمانوں میں جب سے اختلافات ہوئے ہیں، اس وقت سے آج تک تمام مسلمانوں کے علماء قولاً اور عملاً اس بات پر متفق ہیں کہ جو بھی لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ کہتا ہو اس کے ساتھ شادی بیاہ، میراث، جان و مال کی حفاظت میں مسلمانوں جیسا معاملہ کیا جائے گا۔ چنانچہ علمائے اسلام جنازہ کے سلسلہ میں فرماتے ہیں: اہل قبلہ کے اوپر نماز جنازہ واجب ہے۔ میراث کے سلسلہ میں فرماتے ہیں مسلمان اختلاف مذہب کے باوجود ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔ باب حدود کے سلسلہ میں ... تے ہیں کسی پر بھی حد اس وقت تک جاری نہیں کی جائیگی جب تک وہ شبہ سے باہر نہ ہو۔ نیز تمام علمائے

اسلام فرماتے ہیں اگر کافر لا الٰہ الا اللہ کہے گا تو وہ بھی اسلام میں داخل ہو جائے گا اور مرتد اگر شرک سے توبہ کرے تو اس کو کلمہ شہادتین جاری کرنا ہوگا۔ ابن قدامہ کی مغنی ج ، ص ۱۲۷ اور ۱۴۱ نیز اس کے بعد والے صفحہ پر ہے : ایک شخص نے رسولؐ خدا سے ایک مسلمان کے قتل کی اجازت چاہی تو آپ نے پوچھا کیا وہ لا الہ الا اللہ کہتا ہے ؟ اس نے کہا ہاں لیکن اس کی یہ شہادت کچھ بھی نہیں ہے؛ آپ نے پھر پوچھا کیا وہ نماز پڑھتا ہے ؟ کہا ہاں لیکن اس کی نماز کا کوئی فائدہ نہیں۔ تب رسولؐ اللہ نے فرمایا: مجھ کو ایسے لوگوں کے قتل سے روکا گیا ہے۔ اس کے بعد صاحب مغنی فرماتے ہیں : اگر بیّنہ وغیرہ سے اس کا مرتد ہونا ثابت ہو جائے لیکن وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے تو اس کے خلاف جو گواہی دی گئی ہے وہ نہ مانی جائے گی بلکہ اس کو آزاد کر دیا جائے گا۔

کتاب مغنی حنبلی مذہب کی فقہ نہیں ہے اور وہابیوں کے نزدیک بہت معتمد علیہ ہے، اس میں تحریر ہے کہ اس کے علاوہ رسولؐ خدا کے لئے ثابت ہے کہ کسی کو کافر قرار دینے میں بہت سختی سے کام لیتے تھے اور بہت احتیاط برتتے تھے۔ یہ جگہ ان مواقع میں سے ہے جہاں کمزور قوی پر غالب آجاتا ہے۔ لہٰذا اگر کافر ہونے کے ۹۹ اسباب پائے جائیں اور ایک وجہ عدم کفر کی ہو تو عدم کفر کا سبب غالب مانا جائے گا۔

لیکن قرآنی آیات اور صحاح ستہ وغیرہ میں احادیث پیغمبرؐ کے ہونے کے باوجود اور اسلام کے پہلے دن سے آج تک اجماع کے باوجود، خدا کی طرف سے تسامح کے باوجود ابن تیمیہ کے نزدیک شہادتین کا اقرار کافی نہیں ہے۔ اور نہ شہادتین کا علم مسلمان ہونے کے لئے کافی ہے، نماز، روزہ، حج زکوٰۃ کی پابندی یہ سب کچھ نہیں ہے جب تک آدمی ابن تیمیہ کے عقیدہ کو تسلیم نہ کرے وہ کافر ہی رہے گا مسلمان نہیں ہو سکتا!!

چنانچہ ابن تیمیہ نے مشرکین کی دو قسمیں قرار دی ہیں ! جو نہ شہادتین کا اقرار کرتا ہو اور نہ روزہ رکھتا ہو، نہ نماز پڑھتا ہو، نہ حج کرتا ہو نہ زکوٰۃ دیتا ہو۔ نہ حساب وعقاب پر ایمان رکھتا ہو۔ ۲۔ دوسرا مشرک وہ ہے جو اقرار شہادتین کرتا ہو، نماز، روزہ، حج ، زکوٰۃ کا پابند ہو، حساب و عقاب

پر ایمان رکھتا ہو پھر بھی یہ دائرہ اسلام سے خارج ہے، اس لئے کہ وہ ابن تیمیہ کا عقیدہ نہیں رکھتا۔[۵]
ان کے تشدد و سختی کا عالم یہ ہے کہ یہ صرف اسی سے راضی ہوتے ہیں جو ان کا ہم عقیدہ ہو۔
میرا خیال ہے کہ جیسے قرآن نے (سورۂ بقرہ۔ آیت ۱۲۰) میں کہا ہے: اے رسولؐ یہ یہود و نصاریٰ
آپ سے ہرگز راضی نہ ہوں گے جب تک آپ ان کے دین کی پیروی نہ کریں۔ یہی حال ابن تیمیہ
کا بھی ہے۔

ابن تیمیہ کے اقوال

وہابی مذہب کے بانی ابن تیمیہ اپنی کتاب "الرسالۃ التدمیریۃ" کے ص ۶۲ میں فرماتے
ہیں: تمام وہ لوگ جو کتب کلامیہ میں توحید کا اقرار کرتے ہیں ان کا پورا مقصد یہ ہے کہ توحید
کی تین قسمیں قرار دیں چنانچہ وہ لوگ کہتے ہیں خدا واحد بالذات ہے اس کا کوئی قسیم نہیں ہے۔
واحد بالصفات ہے اس کا کوئی شبیہ نہیں ہے۔ واحد فی الافعال ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

اسی طرح کتاب ۔ اقتضاء الصراط المستقیم مخالفۃ اصحاب الجحیم کے ص ۴۵۹ پر فرماتے
ہیں: توحید کا نام رکھنے میں اہل نظر و کلام اور اہل ارادہ و عبادہ نے غلطی کی ہے، یہاں تک
کہ اپنے خیال میں اس کی حقیقت ہی بدل دی ہے۔ اور ص ۴۶۵ پر فرماتے ہیں پس مومنین و
مشرکین دونوں برابر ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمام علمائے کلام مشرک ہیں۔ اسی طرح عابد و متعبد جتنے بھی ہیں ان کا
یہ عقیدہ کہ خدا واحد بالذات و واحد بالافعال ہے ان کے لئے فائدہ مند نہیں ہے۔

خدا و رسولؐ تو فرماتے ہیں: مسلمان وہ لوگ ہیں جو کلمہ توحید کے قائل ہوں لیکن جناب

۵۔ یہ تقسیم اگر صحیح ہے تو یہ ان لوگوں کی بنا پر ہے جنہوں نے مشرکین کی دو قسمیں کی ہیں چنانچہ رسولؐ
نے فرمایا: جو شخص اپنے بھائی کو بغیر تاویل کافر بنائے وہ کافر ہے۔ (صحیح بخاری۔)

ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں ہرگز نہیں یہ سب مشرک ہیں! خدا اور اس کا رسولؐ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں اتحاد ہو جائے سب ہی حج کریں، نماز پڑھیں مگر ابن تیمیہ سب کو پراگندہ کرنا چاہتے ہیں۔ مسلمانوں کا اتحاد نہیں چاہتے۔ وہ سب کو مشرک کہتے ہیں، چاہے سب کے سب توحید کا اقرار کرتے ہوں، ایک قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہوں، ایک گھر کا طواف کرتے ہوں!

علمائے کلام جو خدا کا شریک نہیں مانتے۔ محمدؐ کے بعد کسی رسولؐ کے قائل نہیں ہیں علمائے کلام جنہوں نے اپنی زندگی اسلام کے دفاع کے لئے وقف کر دی، اسلام پر ہونے والے اعتراضات کا دفاع کیا، اہل بدعت سے برسرِ پیکار رہے، کتاب وسنت کی ہر طرح مدد کرتے رہے، یہ سب کے سب امام الوہابین ابن تیمیہ کے نزدیک صرف اس لئے کافر ہیں کہ خدا کو مثیل و شبیہ و شریک سے منزہ مانتے ہیں۔

آئیے ذرا ابن تیمیہ کا کلام سنئے، جس میں انھوں نے متکلمین کی رد کی ہے۔ چنانچہ وہ کتاب "الرسالۃ التدمیریۃ" کے ص ۶۴ پر فرماتے ہیں: مثیل و شبیہ، شریک کی نفی سے علماء کلام کی مراد یہ ہے کہ خدا اپنے عرش پر بلند ہے، وہ لوگ اس کی نفی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ اپنے مخلوق سے جدا ہے۔ اور ان سے بالکل الگ ہے۔ اسی طرح یہ علمائے کلام ایسے معانی مراد لیتے ہیں جن سے نفی الٰہی اور تعطیل پروردگار لازم آتا ہے ——— ابن تیمیہ کے کلام کا مقصد یہ ہے کہ واقع و نفس الامر میں خدا اپنی مخلوق سے ممتاز نہیں ہے، نہ ذات میں، نہ صفات میں اور نہ افعال میں بلکہ بس مخلوق جیسا ہے۔ لیکن متکلمین خدا کو مخلوق سے ممتاز اور متباین مانتے ہیں اور یہ امتیاز و تباین تعطیل خدا کو مستلزم ہے یعنی جڑ سے خدا کی نفی اور تعطیل لازم آتی ہے اور نفی و تعطیل جحود و شرک ہے لہذا متکلمین مشرک ہیں۔

آپ نے موصوف کا انداز فکر اور ان کی منطق کو ملاحظہ فرمایا: موصوف نے کس طرح توحید کے پیٹ سے شرک اور اسلام کے بطن سے کفر اور ایمان سے الحاد پیدا کیا ہے علمائے بیان کہتے ہیں: کلام وہ ہے جس میں صدق و کذب دونوں کا احتمال ہو بشرطیکہ دونوں کا امکان اور کلام

دونوں چیزوں کا تحمل ہو۔ لیکن جہاں جھوٹ کے علاوہ کوئی امکان نہ ہو۔ صدق کا تصور ناممکن ہو تو لغو و ہذیان ہے مثلاً الموجود معدوم۔ علم جہل ہے، ظلم عدل ہے، رات دن ہے، محبت بغض ہے، امانت خیانت ہے وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح جناب ابن تیمیہ اپنی کتاب "نقض المنطق" کے ص ۸۷ پر فرماتے ہیں: یا یہ کہا جائے کہ ایسے لوگ یعنی متکلمین چونکہ اہل علم میں سے ہوتے ہیں اس لئے یہ عبداللہ بن ابی سرح کے مشابہ ہیں کہ جو کاتب وحی تھا پھر مرتد ہو کر مشرکین سے مل گیا اور عام الفتح میں پیغمبر اسلام نے اس کا خون ھدر کر دیا۔ اور ص ۸۸ پر فرماتے ہیں: اسی طرح خلط ملط کرنے والے متکلمین کبھی تو مسلمانوں کے ساتھ ہو جاتے ہیں اگرچہ وہ سب بدعتی ہیں — بدعتی سے مراد ابن تیمیہ کی وہ مسلمان ہیں جو ان کے ہم عقیدہ نہیں ہیں — اور کبھی یہ متکلمین فلاسفہ و ستارہ پرستوں کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ اور کبھی کفار و مشرکین کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ ابوالحسن اور ان کے پیرو تمام مسلمان، چاہے ان کی تعداد لاکھوں کے حساب سے ہو امام غزالی، نوبختی، محمد بن کرام، باقلانی، واصل بن عطاء، نظام، رازی والایجی، جرجانی یہ سب اور ان کے تمام پیرو اور ان جیسے دیگر اقطاب مسلمین صرف اس لئے مشرک، بدعتی مرتد، ستارہ پرست ہیں کہ انھوں نے ابن تیمیہ کی کسی رائے کی اور قول کی مخالفت کی ہے۔

علم کلام اس معرفت عقلیہ کا نام ہے جس پر دین اور اسلامی عقائد کی بنیاد ہے۔ اب اگر یہ معرفت ہی کفر و شرک ہے، بدعت و گمراہی ہے تو پھر دین اسلام کیا ہے؟ اور جب اشعری و غزالی جیسے فحول علماء مشرک ہیں تو پھر مسلمان کون ہے؟

ابن تیمیہ نے صرف علماء کے تکفیر ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کے کلام کی صریحی دلالت اس بات پر ہوتی ہے کہ جو بھی قبر رسولؐ کی تعظیم کرے، اس کے پاس نماز پڑھے۔ اسکی زیارت کے لئے جائے وہ سب کے سب کافر ہیں —

ظاہر ہے کہ تمام مسلمان قبر شریف کا احترام کرتے ہیں، وہاں نماز پڑھتے ہیں۔ اسکی زیارت

کے لئے جاتے ہیں چنانچہ کتاب " اقتضاء الصراط المستقیم مخالفۃ اہل الجحیم" کے ص ۲۰۵، پر فرماتے ہیں: شیطان نے بہت سے لوگوں کے برے اعمال کو مزین کرکے دکھایا ہے اور ان کو اپنے رب کے مخلص ہونے سے شرک کی طرف موڑ دیا ہے۔ اور وہ لوگ سفر اور زیارت سے ایسی خوشنودی کے خواہش مند ہوتے ہیں جو خدا کی مرضی کے خلاف ہے اور وہ لوگ خدا کے علاوہ دوسرے کی طرف راغب ہوتے ہیں چنانچہ وہ لوگ کسی نبی کی قبر یا مرد صالح کی قبر یا جسکو وہ صالح سمجھتے ہیں اس کی زیارت کے لئے مسافرت کرتے ہیں۔

پس ابن تیمیہ کے نزدیک قبر رسولؐ کی زیارت، شیطان کا گمراہ کرنا اور شرک ہے چاہے وہ اس زیارت سے خدا کی مرضی اور ثواب کا خواہش مند ہو۔

ص ۲۲۳ پر فرماتے ہیں: لات ایک بت ہے اس کی عبادت کا سبب ایک مرد صالح کی قبر کی تعظیم ہے۔ یعنی قبر رسول کی تعظیم آئندہ قبر کو بت بنانے کا سبب ہو جائے گی جیسے لات وعزیٰ کے لئے ہو چکا ہے۔

ص ۲۲۴ پر فرماتے ہیں: اگر کوئی کسی نبی یا مرد صالح کی قبر کے پاس بقصد تبرک نماز پڑھے اور یہ نیت ہو کہ اس جگہ نماز پڑھنے سے برکت حاصل ہوگی تو یہ خدا و رسولؐ سے جنگ ہے اور اس کے دین کی مخالفت ہے اور ایک ایسے دین کا ایجاد کرنا ہے جس کی اجازت خدا نے نہیں دی ہے ۔

پس قبر رسولؐ کے پاس نماز پڑھنی بقصد تبرک بدعت اور خدا و رسولؐ سے جنگ ہے اور سب ہی جانتے ہیں کہ تمام مسلمان اس مقدس سرزمین پر " جہاں حضورؐ کا جسم مقدس ہے" نماز برکت حاصل کرنے کے لئے پڑھتے ہیں۔

ص ۴۰۱ پر فرماتے ہیں: قبر رسولؐ کے سلسلہ میں بیان کی جانے والی احادیث "مثلاً جو میری اور میرے باپ ابراہیمؑ کی زیارت ایک ہی سال میں کرے میں اس کے لئے جنت کی ضمانت کرتا ہوں یا جو میرے مرنے کے بعد میری زیارت کرے وہ ایسا ہے کہ گویا میری زندگی

میں زیارت کی۔ یا جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے میرے اوپر ظلم کیا اور اسی طرح کی دیگر احادیث " سب جھوٹی و من گھڑت ہیں[۱]

پس " قبر رسول کی تعظیم شرک تک پہونچانے والی ہے " " قبر رسول کے پاس بقصد برکت نماز پڑھنی بدعت ہے " " قبر رسول کی زیارت والی حدیثیں جھوٹی و من گھڑت ہیں " تو کیا یہ ساری باتیں ابن تیمیہ نے مسلمانوں کی محبت میں فرمائی ہیں؟ یا ان کی یہ تحقیق دقیق ہے؟! یا احتیاط و توسع ہے؟! اور کیا تمام اسلامی فرقوں کو کافر قرار دینا انسانی دعوت اور عمومی اخوت ہے؟! آخر کفر و فسق کے فتویٰ کی پیاس کیوں ہے؟! کیا فتنہ پردازی، کینہ پروری کے لئے ہے؟ جو انسان مصلح و مفکر ہوتا ہے وہ انسان کو نیک بنانے کی کوشش کرتا ہے، اس کی سعی یہ ہوتی ہے کہ انسان کی تکلیفیں کم سے کم ہو جائیں مگر ابن تیمیہ صاحب کو تمام مسلمانوں کو کافر بنانے کا شوق چرایا ہے۔ ان کو مسلمانوں کو مشرک و زندیق بنانے میں لطف آتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مضبوط و مستحکم نظریہ یہی ہے کہ سب کو کافر و فاسق بنا دیا جائے۔ خدا معلوم اس تعصب و تشدد کے پیچھے ان کا کیا مقصد ہے؟ کیا وہ چاہتے ہیں کہ اس طرح سے دنیا کے بہت سے لوگ ان کی عظمت و تقدیس کے قائل ہو جائیں؟ خدا بہتر جانتا ہے۔

---

[۱] ابو داؤد (یہ اصحاب صحاح میں سے ہیں) نے رسول سے روایت کی ہے کہ آپ نے لوگوں کو اپنی قبر کی زیارت اور اپنے اوپر سلام کے لئے فرمایا ہے۔

مسلمان اور اسلامی حکومت

ہر اس مسلمان کی جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہے دلی تمنا ہے کہ زمین کے کسی بھی حصہ میں ایک طاقتور اسلامی حکومت قائم ہو جائے جو اپنے تمام مبادی، تعالیم و حالات میں اسلام اور صرف اسلام کی پابند ہو۔ اس کی سیاست، ثقافت، اقتصاد کسی بھی خارج یا داخلی طاقت سے متاثر نہ ہو، محض اسلامی ہو۔

ہر مسلمان جو عربی ہو یا غیر عربی ایسی حکومت کا نہ صرف یہ کہ متمنی ہے بلکہ دل کی گہرائیوں سے اس کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ اگر اس کے بس میں ہو کہ جان و مال و عیال کی قربانی دیکر ایسی حکومت خلق کی جا سکتی ہے تو وہ اس کو بھی کر گزرے گا۔ کسی اقتصادی غرض و غایت یا فخر و مباحات کے لئے نہیں بلکہ صرف کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی نشر و اشاعت کے لئے۔

اعتراض: ہو سکتا ہے کہ کسی کو یہ خیال پیدا ہو کہ ایسی حکومت بحمداللہ موجود ہے یعنی سعودی حکومت جس کے جھنڈے پر عریض و طویل خط میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے۔ اور جس نے ببانگ دہل اعلان کر دیا ہے کہ ہمارا دستور شریعت اسلامیہ ہے۔ حالانکہ مشرق سے لے کر مغرب تک کے مسلمان اس کے وجود سے تجاہل عارفانہ کرتے ہیں۔ بلکہ تمام مسلمان نہ بھی تسلیم کئے جائیں تو اکثر مسلمان بہرحال اس کے زوال کے خواہش مند ہیں۔ چنانچہ علامہ ابو زہرہ اپنی مشہور کتاب المذاہب الاسلامیہ میں فرماتے ہیں: اکثر مسلمان شدت

کے ساتھ وہابیت سے نفرت کرتے ہیں۔

جواب: میرا خیال ہے کہ سعودیہ کو اسلامی حکومت کہنے والا ـــــ اگر دنیا میں اس کا وجود ہے ـــــ دل ہی کا نہیں آنکھوں کا بھی اندھا ہے۔ کیونکہ اعتبار عمل کا کیا جاتا ہے۔ نعروں اور دعووں پر بھروسہ نہیں کیا جاتا۔ کیونکہ دعوے تو کبھی حقیقت کو چھپانے کے لئے بھی کئے جاتے ہیں اور گمراہ کرنے کے لئے بھی ہوتے ہیں۔ کلمہ توحید بہت ہی عظیم و قوی، زندہ چیز ہے لہٰذا اس کو اس کے موضوع میں استعمال کرنا چاہیئے یا ایسی جگہ استعمال کرنا چاہیئے جو اس سے ہر طرح ہم آہنگ ہو۔ جہاں تقدم و ترقی ہو، عدل، حریت، مساوات ہو، محرمات سے اجتناب ہو، ایسی جگہ اس کا استعمال نہ ہو جہاں فقر و فاقہ کے ساتھ فسق و فجور ہو، اسراف و فضول خرچی ہو، بڑی لمبی چوڑی گاڑیاں ہوں، سونے، چاندی کی بھرمار ہو۔

اگر سعودی حکومت کو دیکھیئے تو سوائے ضعف، کمزوری، پسماندگی، انحطاط کے علاوہ کچھ بھی نظر نہ آئے گا۔ ہر سیاح کو سب سے پہلے تو لوگوں میں غیر معمولی تفاوت ملے گا کہ کچھ لوگ تو دولت و ثروت کی چوٹی پر ہیں اور یہی لوگ جمہوریت کے دشمن، حریت و آزادی کے مخالف، مستضعفین کے عدو ہیں کیونکہ خیر و خیرات کے دروازے بند کر دیئے ہیں اور یہی لوگ اجنبی راسمالیت کے ہم سوگند ہیں۔ اس کے علاوہ سعودیہ میں جہالت عام ہے، امراض کا دور دورہ ہے۔ فقیری اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہے حالانکہ اس وہابی حکومت کو قائم ہوئے پچاس سال ہو رہے ہیں۔ پیٹرول کی دولت اس کے پاس ہے، سونا اور دیگر معدنیات سے مالا مال ہے۔ حجاج و غیر حجاج کے ذریعہ سے ہونے والی آمدنی کا ٹھکانہ نہیں ہے۔

اگر سعودی حکومت واقعی اسلامی تعلیمات پر عمل کرتی تو آج اس سرزمین پر نہ کوئی جاہل ہوتا، نہ مریض، نہ فقیر بلکہ اس کے برخلاف عدالت، حریت، رفاہیت کا دور دورہ ہوتا۔ تمدن و ترقی کا بے مثل نمونہ یہ حکومت ہوتی۔

ہر شخص جانتا ہے کہ جب بھی خداوند عالم نے اسلام کو مخلص فرمانروا و حاکم بخشے ہیں اور انہوں نے اسلامی تعلیمات کو اپنایا ہے تو انھوں نے تاریخ کا دھارا موڑ دیا ہے' دنیا کو ظلمت سے نور کی طرف مائل کر دیا ہے۔ اور اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے والوں کی برکت سے اسلام کو مثالی بنا دیا ہے اور اس کو بہترین دلیل قرار دیا ہے۔ کیونکہ دین ہی انسانیت کی خیر و سعادت کا مصدر اوّل ہے اور انسانیت کے درد کا مداوا ہے۔

اسلام چونکہ جمود و انحطاط کے خلاف، ظلم و جور کے خلاف، طمع و لالچ کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے والا ہے۔ اس لئے اگر زمین کے کسی بھی حصہ میں فساد و بداخلاقی کا رواج ہو اس کے حکام کا خیال ہو کہ وہی لوگ جاہ و مرتبہ' دولت و سلطنت کے حقدار ہیں تو یہ یقین کر لینا چاہیئے کہ یہاں اسلام کا کوئی نام و نشان نہیں ہے' چاہے وہاں کے مالدار' نعروں، جھنڈوں وغیرہ سے اسلام کا پروپیگنڈہ کرتے ہوں جیسے سعودیہ میں ہے کہ وہاں کروڑ و روپے حکام و ذمہ داروں کی جیب میں جاتے ہیں اور پبلک جہالت، مرض' فقیری کے بوجھ تلے دبی جا رہی ہے۔

اگر واقعی حکومت کا مذہب اسلام ہوتا اور اس کا دستور اسلامی شریعت کے مطابق ہوتا تو سب سے پہلے اس دین کے احکام کی تطبیق حکومتی افراد پر کی جاتی۔ اگر یہ صحیح ہے کہ سعودیوں کو مال و سلطنت کا فائدہ ہے تو یہ بھی صحیح ہے کہ اس نے مشرق سے لے کر مغرب تک کے مسلمانوں کا اعتماد کھو دیا ہے اور پوری دنیا میں اپنی ادبی و ثقافتی زندگی کو برباد کر دیا ہے اور اس کا حتمی نتیجہ ایک نہ ایک دن نازیت کی صورت میں ظاہر ہوگا۔

وہابی و خوارج

مسلمانوں میں سب سے زیادہ عبادت گزار اور اوقات نماز کی پابندی کرنے والے خوارج تھے۔ یہاں تک کہ کثرت عبادت کی وجہ سے انکو "سیاہ پیشانی والے" کے نام سے

پہچانا جاتا تھا۔ لیکن اس کے باوجود یہ خارجی حضرات ناحق خون بہانے، اموال کی لوٹ مار، امن عامہ کے غارتگر کے عنوان سے بھی مشہور تھے۔ جناب عبادہ بن قرط صحابی رسولؐ اذان کی آواز سنکر مسجد کی طرف روانہ ہوگئے، وہاں پہونچے تو دیکھا سب کے سب خارجی ہیں۔ خارجیوں نے ان سے پوچھا اے دشمن خدا تم یہاں کیسے آئے؟ انھوں نے کہا: آپ میرے بھائی ہیں۔ خارجیوں نے کہا: تم شیطان کے بھائی ہو، ہم تم کو ضرور قتل کریں گے۔ تب جناب عبادہ قرط نے کہا: کیا تم مجھ سے اس بات پر راضی نہیں ہوگے جس پر رسولؐ خدا مجھ سے راضی ہوئے تھے؟ انھوں نے کہا: اے دشمن خدا رسولؐ خدا تجھ سے کس بات پر راضی ہوئے تھے؟ انھوں نے کہا: میں کفر کی حالت میں آنحضرتؐ کی خدمت میں پہنچا تو کہا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد انک رسول اللہ تو حضرت نے مجھے چھوڑ دیا۔ لیکن ان خارجیوں نے اس کے باوجود ان کو قتل کر ڈالا۔

اسی طرح مشہور عالم واصل بن عطاء اور ان کے ساتھیوں کو ان خارجیوں نے لوٹا اور جب ان سب کو مسلمان ہونے کے جرم میں قتل کرنا چاہا تو واصل نے کہا ہم تو مشرک ہیں اور خدا نے کہا: اگر مشرکین میں سے کوئی تم سے پناہ مانگے تو اس کو پناہ دے دو! لہٰذا آپ لوگ ہم کو پناہ دیں۔ چنانچہ خارجیوں نے واصل اور ان کے ساتھیوں کو چھوڑ دیا لیکن اگر واصل یہ کہہ دیتے کہ ہم لوگ مسلمان ہیں تو یقینی طور سے قتل کر دیے جاتے۔ جیسے عبادہ صحابی رسولؐ کو قتل کر دیا گیا تھا۔ اس سلسلے میں خوارج اور وہابیوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ البتہ وہابی بعض صحابہ کو کافر نہیں کہتے اور نہ ان کے قتل کو جائز سمجھتے ہیں جبکہ خارجیوں کے نزدیک صحابہ کا کفر اور ان کا قتل کرنا جائز ہے۔

بہر حال وہابی نقطۂ نظر سے اسلام بہت تنگ ہے خصوصاً توحید کے سلسلہ میں کیونکہ یہ لوگ توحید کی ایسی تفسیر بیان کرتے ہیں جو ان کے علاوہ مسلمانوں کے کسی فرقہ پر منطبق ہی نہیں ہوتی۔

یہ حضرات توحید میں قبروں کا مسمار کرنا، قبروں پر بنی ہوئی مسجدوں کو گرا دینا، یہاں تک کہ قبر رسولؐ کو ڈھا دینا، قبروں کے قریب نماز پڑھنی، دعا کرنا، زیارت نبیؐ کو حرام جاننا، سگریٹ پینے کو حرام جاننا، فوٹو گرافی کی تصویروں کو حرام سمجھنا وغیرہ وغیرہ کو بھی توحید کا جز مانتے ہیں۔

ان کے نزدیک اسلام کے مفہوم میں یہ بھی ہے کہ قبر رسولؐ پر پردے لٹکانا اور کسی بھی مسلمان کا سیدنا محمدؐ یا بحق محمدؐ کہنا اسی طرح یا محمدؐ کہنا بدعت و گمراہی ہے۔

لیکن علم و معرفت کی نشر و تبلیغ کرنا، جہالت و فقیری کا خاتمہ کرنا، زمینوں کو آباد کرنا، مستضعفین کی اصلاح حال کرنا، خوشگوار زندگی کے لئے کوشش کرنا تاکہ فقر و فاقہ دور ہو سکے سب کے لئے اسباب راحت و آلام و وسائل عیش مہیا کرنا، عداوت و بغض سے پرہیز کرنا، انسانوں کا احترام کرنا وغیرہ وغیرہ یہ سب ثانوی چیزیں ہیں۔

یہ بات شک سے بالا ہے کہ اگر اسلام وہابی ذہنیت و فکر کا حامل ہوتا تو کبھی بھی نہ ترقی کر سکتا۔ اور نہ مسلمانوں کا وہ شاندار ماضی ہوتا جس نے دشمنوں تک سے یہ کہلایا کہ جدید تہذیب و تمدن کی بانی محمدؐ بن عبداللہ کی نبوت و رسالت ہے۔

آج ساری دنیا بیدار ہو چکی ہے اور یہ دور عصر ذرہ و نور کہلاتا ہے۔ اندھی تقلید ختم ہو گئی آج دنیا کی ہر فرد اس بات کو اچھی طرح جانتی ہے کہ صرف سعودیہ ہی ایک ایسا ملک ہے جہاں انسانوں کے خون و پسینہ کی کمائی کو ہڑپ کر لیا جاتا ہے اور جہاں کے حکام شقاوت، جہالت، انحطاط کے بنے ہوئے محلوں میں دادِ عیش دیتے ہیں۔

وھابیہ اور حشویہ

مسلمانوں میں ایک فرقہ " حشویہ " بھی ہے۔ اس کا مخصوص پروگرام ہے۔ یہ لوگ معتزلہ، اشاعرہ، شیعہ، مرجئہ سب ہی کے مخالف ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ علم کا انحصار کتاب وسنّت کے ظواہر کے حرفی نصوص میں ہے چاہے وہ عقل کے خلاف ہو۔ اور عظمت و جلال وتنزہ وکمال پروردگار کے خلاف ہو۔ چنانچہ یہ حضرات خدا کے ہاتھوں، پیروں، کانوں اور آنکھوں کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں خدا بیٹھتا ہے، چلتا ہے، ٹھہرتا ہے، ہنستا ہے روتا ہے، مصافحہ کرتا ہے، گلے ملتا ہے۔ ان حضرات کا عقیدہ ہے کہ علم ومعرفت نقل وروایات سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ یہ لوگ بہت متعصب ہوتے ہیں جس چیز کو یہ حق کہدیں وہ ہی حق ہے۔ جو ان کا مخالف ہے وہ کافر و زندیق ہے۔ جناب شیخ سلیمان ابن عبدالوہاب — جو محمد بن عبدالوہاب بانی فرقہ وہابیہ کے بھائی ہیں — اپنی کتاب الصواعق الالٰهیة کے صفحہ ۲۷ طبع ۱۳۰۶ھ میں فرماتے ہیں: وہابیوں سے خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں: خدا کی قسم خدا کے بندوں کی صرف یہ خطا ہے کہ نصوص صحیحہ جن لوگوں کے اسلام کے شاہد ہیں اور تمام مسلمانوں نے جنکے اسلام پر اجماع کیا ہے ان کے کافر ہونے پر تمہاری موافقت نہیں کرتے۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ آیات وروایات کو ہمیشہ ان کے حرفی دلالتوں پر باقی رکھنا چاہیئے چاہے وہ عقل واصول دین کے مخالف ہوں ان لوگوں کی فرد اکمل یہی وہابی حضرات ہیں۔ جناب شیخ محمد عبدہ اپنی کتاب "الاسلام والنصرانیہ" کے طبع ہشتم کے ص ۹۷ پر

فرماتے ہیں: یہ لوگ مقلدین سے زیادہ تنگ نظر اور تنگ دل ہیں۔ . . . یہ لوگ صرف اسی چیز کو ماننا واجب سمجھتے ہیں جو لفظ سے مفہوم ہو رہا ہے چاہے وہ اصول دین کے خلاف ہی ہو — جناب رشید رضا صاحب نے اس کلام پر حاشیہ لگایا ہے اور کہا ہے کہ "یہ لوگ" سے مراد اہل حدیث ہیں اور وہ لوگ ہیں جنکو وہابی کہا جاتا ہے۔

آنے والی فصل میں قاری کو وہابی عقیدہ کی پوری تفصیل ان کی معتبر کتابوں سے معلوم ہو گی جس سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ یہ لوگ صرف ظاہر پر جمود کرتے ہیں اور ان کے نزدیک تاویل کفر ہے کیونکہ (ان کے خیال خام میں) اس سے خدا و رسولؐ کی تکذیب لازم آتی ہے۔

وہابیوں کا عقیدہ

میں عرض کر چکا کہ فرقہ وہابیہ کا عقیدہ عین فرقہ حشویہ کا عقیدہ ہے، یا کم از کم سب سے زیادہ مشابہ ان لوگوں کا عقیدہ حشویہ سے ہے جو حرفیت الفاظ سے تمسک کرتے ہیں چاہے ہزاروں عقلی دلیلیں اس کے مجاز ہونے پر یا تاویل پر قائم ہوں۔ یہ لوگ مفہوم اسلام کو مضیق کر دیتے ہیں اور مفہوم شرک میں بڑی فراخدلی سے توسیع کر دیتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ توحید کا مفہوم صرف انھیں لوگوں پر صادق آتا ہے۔ لیجئے ملاحظہ فرمایئے۔

شرک و توحید

وہابیوں کے نظریہ کے مطابق سوائے ان کے تمام مسلمانوں نے توحید کی تفسیر میں غلطی کی ہے اور اس کا ایسا مطلب سمجھا ہے جو واقع پر منطبق نہیں ہوتا اور شرک سے خارج نہیں کرتا اور جو کچھ بھی سمجھا ہے اسی پر عمل کرتے ہیں — اس کا مطلب یہ ہوا کہ غیر شعوری طور پر تمام مسلمان مشرک ہیں۔

وہابیوں کے نزدیک صرف لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے اور اس پر عقیدہ رکھنے سے

اور صرف خدا کو رازق و خالق و لاشریک ماننے سے اور یہ عقیدہ رکھنے سے کہ صرف خدا ہی مدبر الامور ہے۔ تمام آسمانوں اور اس کے رہنے والے ساتوں طبقے زمین کے اور ان میں بسنے والے سب کے سب خدا کے بندے ہیں اور اس کے زیر تصرف ہیں اس کا عقیدہ رکھنے سے کوئی آدمی مسلمان نہیں ہوتا اور نہ یہ چیزیں انسان کو موحد و مسلمان بناتی ہیں — اور جس طرح شہادتین آدمی کو مسلمان نہیں بناتیں، اسی طرح کثرت عبادت اور یہ ایمان رکھنا کہ محمدؐ اپنے لئے نفع و ضرر کے مالک نہیں ہیں، اس سے بھی آدمی مسلمان نہیں ہوجاتا اور نہ انسان کا یہ کہنا کہ میں گنہگار ہوں . . . . انبیاءؑ کا خدا کے نزدیک جاہ و مرتبہ ہے اس لئے ہم ان کو وسیلہ قرار دیتے ہیں تاکہ خدا ہمارے گناہوں کو معاف کردے[۱] یہ تمام چیزیں اور ان کے علاوہ دیگر امور کسی کو اس وقت تک موحد و مسلم نہیں بنا سکتے جب تک وہ چند چیزوں کو ترک نہ کرے۔ ان میں اہم چیزیں یہ ہیں۔

۱۔ کسی نبی یا ولی کو خدا کے بارگاہ میں وسیلہ نہ بنائے اور اگر وسیلہ بنایا اور کہا اے خدا میں تیرے رسول محمدؐ کو وسیلہ بناتا ہوں کہ ان کے طفیل میں تو مجھ پر رحم فرما تو وہ مشرک ہے (تطہیر الاعتقاد کا پہلا ایڈیشن ص۳۶، نو عدد رسالہ عملیہ کے ص۴۵ اور اس کے بعد طبع ۱۹۵۷)

۲۔ رسولؐ خدا کی قبر کی زیارت کے قصد سے سفر نہ کرے، نہ ان کی قبر پر ہاتھ پھرائے، نہ ہاتھ رکھے، نہ وہاں پر نماز پڑھے، نہ دعا کرے، نہ قبر پر کوئی عمارت بنائے، نہ مسجد بنائے، نہ ان کے لئے نذر کرے (تطہیر الاعتقاد ص۳۰، ۴۱ نقض المنطق ص۱۵ طبع ۱۹۵۱ فتح المجید ص۲۲۹ طبع ۱۹۵۷، اقتضاء الصراط المستقیم مخالفۃ اہل الجحیم ص۳۶۸ طبع ۱۹۵۰ اور اسی کتاب کے ص۳۴۴ پر ہے

۱۔ ملاحظہ ہو ۱۔ رسالہ توحید ۲۔ رسالہ ہٰذہ اربع قواعد ۳۔ رسالہ کشف الشبہات۔ ۴۔ فتح المجید ۵ تطہیر الاعتقاد اور ان کے علاوہ دیگر کتابیں۔

چاہے نمازی خدا ہی کے لئے نماز پڑھے اور اسی سے دعا کرے پھر بھی شرک ہے)

۳۔ رسول خدا سے شفاعت نہ طلب کرے کیونکہ اگرچہ خدا نے محمدؐ کو اور دیگر انبیاء کو حق شفاعت عطا کیا ہے مگر اس کو مانگنے سے ممانعت کی ہے[1] اور جو شخص محمدؐ سے طلب شفاعت کرے اس نے بتوں سے شفاعت طلب کی دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے الرسائل العلمیہ التسع ص۱۱۱، ۱۱۴۔

آپ نے اس منطق کو ملاحظہ فرمایا کہ جو شخص رسولؐ کی خدا سے مقرب ہونے کی وجہ سے تعظیم کرے وہ مشرک و کافر ہے اور جو رسولؐ کو بتوں کی مانند قرار دے وہ مومن و موحد ہے حالانکہ رسولؐ نے بتوں کو توڑا تھا۔

۴۔ کبھی رسولؐ خدا کی قسم نہ کھائے نہ ان کو پکارے نہ ان کو سیدنا کہے مثلاً بحق محمدؐ اور یا محمدؐ اور سیدنا محمدؐ کہنا بلکہ رسولؐ یا کسی دوسری مخلوق کی قسم کھانا بہت بڑا شرک ہے جو خلود فی النار کا سبب ہے[2]۔ محمد عبدالوہاب کے پوتے اپنی کتاب فتح المجید شرح کتاب التوحید کے ص۱۴۳ طبقہ ۱۹۵۷ پر فرماتے ہیں: ابن مسعود نے فرمایا کہ خدا کی جھوٹی قسم کھانا میرے نزدیک غیر خدا کی سچی قسم کھانے سے زیادہ محبوب ہے۔ کیونکہ خدا کی جھوٹی قسم کھانا گناہ کبیرہ ہے۔ لیکن غیر خدا کی قسم کھانا شرک ہے جو اکبر الکبائر ہے تو جب شرک اصغر کا یہ حال ہے تو پھر شرک اکبر کا کیا عالم ہوگا جو خلود فی النار کا سبب ہے۔

۱۔ مسلمان کہہ سکتا ہے اے خدا محمدؐ کو میرا شفیع بنا لیکن یہ نہیں کہہ سکتا اے محمدؐ خدا سے میری شفاعت فرمایئے (منشور عبدالعزیز ۱۹۴۳ء)

۲۔ غیر خدا کی قسم کھانا جائز نہیں ہے لیکن پھر بھی کہتے ہیں: اگر انسان اپنی بیوی کو طلاق دینے کی قسم کھائے تو سہی ہے اور زوجہ کو طلاق ہو جائے گی البتہ وہابی لوگ کہہ سکتے ہیں کہ نہی غیر عبادت میں فساد پر دلالت نہیں کرتی۔

سید امین صاحب اپنی کتاب کشف الارتیاب کے دوسرے اڈیشن کے ص۱۲۷ پر فرماتے ہیں : خلاصۃ الکلام کے صفحہ ۲۳۰ پر ہے : محمد ابن عبدالوہاب رسولؐ خدا کو طارش (بہرا) کہا کرتا تھا۔ اور اس کے بعض پیرو کہا کرتے تھے کہ میری چھڑی محمدؐ سے بہتر ہے کیونکہ چھڑی سے سانپ کو مارا جاسکتا ہے اور محمدؐ تو مرچکے ان سے کوئی فائدہ نہیں حاصل کیا جاسکتا۔ وہ تو ایک بہرے آدمی تھے جو ختم ہوگئے"۔

دیکھا آپ نے یہ وہ کلام ہے جس سے عرش الٰہی کانپ اٹھے۔ آسمان پھٹ جائیں، زمین شق ہوجائے، پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے۔ اگر چھڑی، رسولؐ خدا سے بہتر ہے تو پھر انکی اطاعت ان کی محبت ان پر ایمان لانا کیوں واجب ہے ؟! پنجگانہ نمازوں میں ان پر درود وسلام کیوں واجب ہے ؟! منبروں پر اذانوں پر خدا کے نام کے ساتھ ان کا نام کیوں لیا جاتا ہے؟ ہر علم وفن میں ان کے قول سے کیوں استدلال کیا جاتا ہے؟ بلکہ پھر خدا کے اس قول کا کیا مطلب ہے لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ الخ یعنی تم خدا اور اسکے رسولؐ پر ایمان لاؤ، اس کے رسولؐ کی مدد کرو، اس کی تعظیم کرو، صبح وشام ان پر درود وسلام بھیجو ؟ یا ارشاد ہے ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ الخ اے رسول جو لوگ تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت خدا کی بیعت کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھ پر خدا کا ہاتھ ہے جو شخص بیعت کو توڑے گا وہ خود اپنا نقصان کرے گا اور جو عہد الٰہی پر پابند وفا رہے گا اس کو اجرِ عظیم ملے گا (س الفتح ۹، ۱۰) اسی طرح اس خدا کے اس قول کا کیا مطلب ہے؟ خدا اور اس کے ملائکہ رسولؐ پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی درود وسلام بھیجو (احزاب ۵۶)

۵۔ کوئی عمل دنیا کے لئے نہ کرے مثلاً مدح وثنا کرنا فتح المجید ص۳۷۲ ومابعد

۶۔ فال کا قائل نہ ہو فتح المجید ص۳۰۵ ومابعد

"اس قسم کے امور کا توحید کے مفہوم سے بہت قریبی تعلق ہے اور جو ان امور کا ارتکاب کرے گا وہ مشرک ہے اس کا خون حلال ہے اس کا مال اس کی اولاد کا خون حلال ہے خواہ وہ

ان امور کا ارتکاب ان کی حرمت کو جانتے ہوئے کرے یا جہالۃً اور اشتباہاً کرے کیونکہ ان کا ارتکاب تکذیب رسولؐ تک منجر ہوتا ہے چاہے کرنے والے نے منکر سمجھ کر نہ کیا ہو" (الوسائل العلمیۃ التسع ص۲۹)

آپ نے دیکھا کہ نبیؐ کی زیارت نہ کرنا اور رسولؐ سے شفاعت طلب کرنا توحید کی شرط ہے لیکن نفس محترمہ کا قتل کرنا، زنا، سونے چاندی کا جمع کرنا ان کے نزدیک توحید وایمان کے منافی نہیں ہے۔ بہرحال ہم نے جو ذکر کیا ہے اس سے اندازہ ہو جائے گا کہ وہابی حضرات توحید واسلام کو کیا سمجھتے ہیں اور یہ لوگ انسانیت کے کتنے دشمن ہیں۔ حد یہ ہے کہ یہ لوگ رسالت محمدؐ کے بھی مخالف ہیں حالانکہ رسولؐ کی رسالت بشریت کی طرف محبت ورحمت کی نظر رکھتی ہے، ہر زمانہ اور ہر نسل کے لئے، ہر قریب وبعید کے لئے اس میں وسعت ہے۔

وہابیت یا تلوار

وہابیوں کا واحد شعار اور پہلا اصول (یا وہابیت یا تلوار) ہے۔ جو وہابی عقیدہ قبول کرے وہ محفوظ اور جو نہ قبول کرے اس کا خون مباح، اس کے بچے قابل قتل، اس کا مال لوٹ لئے جانے کے قابل۔ ہر وہابی غیر وہابی کو اسی نظر سے دیکھتا ہے کہ یہ کافر ہے، اس کا مال، اس کی جان مباح ہے۔

محمد ابن عبد الوہاب کے بھائی سلیمان بن عبد الوہاب الصواعق الالٰہیۃ طبع ۱۳۰۶ھ کے صفحہ ۲۷، ۲۹ پر رقمطراز ہیں وہابیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں: تم لوگ تھوڑے سے کفر پر لوگوں کو کافر بنا دیتے ہو بلکہ جس بات کے لئے تم کو گمان ہوتا ہے کہ یہ کفر ہے اس پر لوگوں کو کافر قرار دے دیتے ہو بلکہ صریح مسلمان کو تم لوگ کافر بنا دیتے ہو بلکہ جس کو تم کافر سمجھتے ہو اس کو کافر سمجھنے میں اگر کوئی توقف کرے تو تم اس کو بھی کافر قرار دے دیتے ہو۔

وہابیت کے سلسلہ میں جو کچھ بھی کہا گیا ہے اس سے قطع نظر کرتے ہوئے آیئے ان کی کتابوں کو دیکھیں اور جنکو انھوں نے اپنے ہاتھوں سے لکھا ہے اس کا مطالعہ کریں۔ وہابی مذہب کے بانی محمد بن عبدالوہاب اپنے رسالہ "کشف الشبہات" جو ان کے الرسائل العلمیۃ التسع کے ساتھ چھپا ہے کے ص۱۲۳ طبع ۱۹۵۰ پر کہتے ہیں: کلمہ توحید اور کثرت عبادت اور دعوائے اسلام ان کو (یعنی مسلمانوں کی) اس لئے فائدہ نہیں پہنچا سکتے کہ ان سے شریعت کی مخالفت ظاہر ہو چکی ہے ــــ مسلمانوں سے اخوت و محبّت ورحم کا برتاؤ اسی طرح کیا جاتا ہے! اے شیخ! خدا آپ کا بھلا کرے آپ نے اسلامی درگزر کی شاندار مثال قائم فرمائی ہے! ہم کو تو یہ خیال ہونے لگا تھا کہ ماارسلناک الا رحمۃ للعالمین کی آیت آپ ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے! استغفراللہ

ص ۱۱۰ پر فرماتے ہیں: اگر یہ لوگ کہیں کہ ہم مشرک نہیں ہیں بلکہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کے علاوہ نہ کوئی خالق ہے، نہ رازق ہے، نہ نفع پہنچا سکتا ہے، نہ نقصان پہنچا سکتا ہے اور اس کی بھی گواہی دیتے ہیں کہ محمدؐ خدا کے رسول ہیں وہ اپنے کو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔ لیکن صالحین کا خدا کے نزدیک جاہ و مرتبہ ہے اس لئے ہم ان کے ذریعہ سے خدا سے طلب کرتے ہیں۔ تو تم ان لوگوں کو جواب دو کہ رسولؐ خدا نے جن لوگوں سے قتال فرمایا ہے وہ لوگ بھی ان تمام باتوں کا اقرار کرتے تھے۔ وہ اس کا اقرار کرتے تھے کہ ان کے بت مدبرالامور نہیں ہیں، وہ تو صرف خدا کے نزدیک جاہ و مرتبہ رکھتے ہیں، اس لئے ہم ان سے سوال کرتے ہیں ــــ

کیا سمجھے آپ؟ یعنی جو محمدؐ سے شفاعت کرے وہ ایسا ہی ہے کہ بت سے شفاعت طلب کرے! یہ ہے تحقیق دقیق اور اس کو کہتے ہیں ایمان عمیق! سبحان اللہ

موصوف ہی ص ۱۱۷ اور ۱۱۸ پر فرماتے ہیں: اگر یہ مسلمان کہیں کہ ہم شہادتین کے قائل ہیں قرآن کی تصدیق کرتے ہیں۔ بعثت پر ایمان رکھتے ہیں۔ نماز روزہ کے پابند ہیں پھر

ہم کو بت پرستوں کی طرح کیوں قرار دیتے ہو؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص رسولؐ خدا کی تصدیق کسی چیز میں کرے اور کسی چیز میں تکذیب کرے تو وہ کافر ہے' اسلام سے اس کا کوئی لگاؤ نہیں ہے ــــــ انتہا ہے!

یہ محمد عبدالوہاب صاحب اس طرح جس کو چاہتے ہیں کفر میں داخل کر دیتے ہیں اور دائرہ اسلام سے خارج کر دیتے ہیں گویا کہ خدا نے بندوں کا ایمان وعقیدہ انھیں کے سپرد فرما دیا ہے، عقیدہ وایمان کا تعلق لوگوں کے عقول وقلوب سے نہیں ہے! . . . اور موصوف نے یہ جو فرمایا ہے کہ "اگر کوئی محمدؐ کی تصدیق کسی چیز میں کرے اور کسی میں تکذیب کرے تو وہ کافر ہے" تو اس عبارت کا مطلب میں نہیں سمجھا کیونکہ جو شخص محمدؐ کی رسالت کی تصدیق کرے گا وہ ہر بات میں ان کی تصدیق کرے گا' ایسا نہیں ہوگا کہ بعض میں تصدیق کرے اور بعض میں تکذیب۔ ان سے زیادہ تو اس حقیقت کو قریش کے مشرک سمجھتے تھے کیونکہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب یہ لکھا گیا "ھٰذا ما صالح علیہ محمد رسول اللہ" یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد رسول اللہ نے مصالحت کی ہے تو مشرکین نے فوراً اعتراض کیا کہ اگر ہم آپ کو خدا کا رسولؐ مانتے ہوتے تو جنگ کیوں کرتے؟ اس بات کو کفار سمجھ گئے کہ اگر رسالت کی تصدیق کرتے تو سب ہی باتوں کی تصدیق کرتے مگر محمد عبدالوہاب صاحب کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی۔ کیوں؟! اس لئے وہ خود ہی بعض باتوں پر ایمان لائے ہیں اور بعض باتوں کے کافر ہیں!

اسی طرح کتاب تطہیر الاعتقاد کے ص ۳۵، ۳۶ پر ہے: ان لوگوں سے توبہ کرانا واجب ہے اور توحید یعنی وہابیت ــــــ کی طرف ان کو پلٹانا واجب ہے۔ اب اگر کوئی تائب ہو کر رجوع کر لیتا ہے تو اس کا خون، اولاد، اموال سب محفوظ ہیں۔ اور اگر وہ توبہ نہیں کرتا تو ان کے ساتھ وہ فعل مباح ہے جو رسولؐ نے مشرکین کے ساتھ مباح رکھا تھا یعنی قتل۔

کتاب فتح المجید کے ص ۳۹۱ پر ہے: خوارج اور قدریہ میں سے جو لوگ توبہ نہ کریں

اور دشمنی پر کمر باندھے رہیں، ان کو قتل کردینا چاہیئے ـــــ ان وہابیوں کی باتیں بھی عجیب ہیں یہ لوگ خون بہانا اس طرح جائز سمجھتے ہیں جیسے شربت کا گھونٹ۔ اور فرماتے ہیں کہ "جو بھی اصرار کرے، خدا نے اس کا خون اس کا مال اس کی ذریت مباح کردی ہے"۔ مجھے نہیں معلوم کیا اسی کو زہد و تقویٰ کہتے ہیں؟ کیا یہی فہم و ادراک ہے؟ کیا اسی کا نام محبت و درگزر ہے یا عام انسانوں سے کینہ رکھنے اور خصوصاً مسلمانوں سے دشمنی کا یہ فطری نتیجہ ہے یا ان لوگوں کی حقیقت و طبیعت انسانوں سے الگ تھلگ ہے۔ اسی کتاب کے ص ۴۰، ۴۱ پر فرماتے ہیں: اگر کافر لا الہ الا اللہ کہہ دے تو اس کا خون و مال محفوظ ہے جب تک اسکے برخلاف ثابت نہ ہوجائے۔ لیکن مسلمانوں کو لا الہ الا اللہ کہنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا جیسے خوارج کو کثرت عبادت سے کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ محض کلمہ توحید کا کہنا قائل کے مشرک ہونے سے نہیں روکتا کیونکہ وہ اس کے خلاف کا ارتکاب کرتا ہے ـــ آپ نے یہ عجیب و غریب منطق ملاحظہ فرمائی کہ کلمہ توحید کافر کے لئے نفع بخش ہے جب تک اس کا خلاف ثابت نہ ہوجائے۔ لیکن مسلمان کے لئے کسی بھی طرح مفید نہیں ہے۔ ہاں مسلمان کے لئے یہ بات بہت مفید ہے کہ خدا کی شان میں جسارت کرے اور محمدؐ کی قبر کی توہین کرے۔ مسلمان کو فائدہ آل رسولؐ کی قبروں کے مسمار کرنے سے، رسولؐ کو چھڑی اور بتوں سے تشبیہ دینے سے، خون کو مباح قرار دینے سے، عورتوں کو گرفتار کرنے سے، اموال کو لوٹنے سے، خوف کے پھیلانے سے، دین و ایمان کے نام سے زمین پر فساد برپا کرنے سے پہونچ سکتا ہے! خدا کا ارشاد ہے: اگر خدا لوگوں کے گناہوں پر مواخذہ شروع کردیتا تو روئے زمین پر کوئی جاندار باقی نہ رہتا ـــ لیکن وہابی حضرات فرماتے ہیں: ان کا خون مباح ہے ان کی ذریت کو غلام و کنیز بنانا جائز ہے۔ ان کے اموال کا لوٹنا جائز ہے۔

اب اس کے بعد بھی کیا کسی دلیل کی ضرورت باقی ہے کہ وہابیوں کا بنیادی اصول اور ان کا شعار "وہابیت یا قتل و غارت" ہے۔ مردوں، عورتوں، بچوں کا قتل اور اموال کو لوٹنا ہے!

کمیونسٹ حضرات کہتے ہیں : جاہل محنت کش معاشرہ کے لئے دین آسمانی تعویذ ہے آدمی اس سے اپنی بدنیتی کی حفاظت کرتا ہے اور آسمانی وحی کا سہارا لے کر شر و فساد کرتا ہے
کیونسٹوں کا یہ قول صرف وہابی عقیدہ پر منطبق ہوتا ہے۔

آزادی عقیدہ

وہابی عقیدہ ہر انسان کو خصوصاً مسلمانوں کو اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنی رائے کو چھوڑ کر ان کی رائے کو اختیار کر لیں اور اپنی کوشش کو ان کی سمجھ کے حوالے کر دیں ورنہ ان کا خون مباح ہے اور اس کا مال حلال ہے اور اس کے اہل وعیال کا خون مباح ہے۔
اقوام متحدہ نے انسانی حقوق کے سلسلہ میں قانون نمبر۱۸ میں وضاحت کر دی ہے "ہر انسان اپنے دین وعقیدہ میں آزاد ہے اور قولاً وعملاً اپنے دین وعقیدہ کا اظہار کر سکتا ہے"۔

اقوام متحدہ اس حق کا اقرار کرے یا انکار، آزادی انسان کی انسانیت کا لازمہ ہے اور اس کا فطری حق ہے۔ کسی انسان کو آزادی سے محروم کر دینے کا مطلب اس کو اس کی زندگی اور وجود سے محروم کر دینا ہے۔ اسی لئے اسلام انسان کی آزادی کا حریص ہے اور اس نے کسی کو یہ حق نہیں دیا کہ جو چیز کسی کے عقل وقلب میں نہ آئے اس پر اس کو کسی بھی طرح سے مجبور کیا جائے۔

اور اسی لئے آزادی فکر اور استقلال نظر کی دعوت دی ہے چنانچہ قرآن کا ارشاد ہے:
آسمان اور زمین کیا ہے اس کے بارے میں غور کرو۔ . . . خود تمہارے اندر جو علامتیں ہیں ان کے بارے میں کیوں فکر نہیں کرتے . . . . اے رسولؐ ان سے کہہ دیجئے زمین میں سیر کریں پھر دیکھیں کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا ہے . . . . دین کے بارے میں کسی قسم کا جبر نہیں ہے . . . . اے رسولؐ تم کو لوگوں پر کوتوال نہیں بنایا گیا ہے ـــــ اس کے علاوہ دسیوں آیات ہیں۔ سب سے زیادہ واضح اور صریح بات یہی ہے کہ اسلام کی بنیاد غور ود

فکر پر ہے تقلیدی نہیں ہے۔ اسلام کی دعوت عقل و فطرت کی بنیاد پر ہے نیزہ و تلوار کے زور سے اسلام کی طرف دعوت نہیں دی گئی۔ لا اکراہ فی الدین یہی حق ہے یہی انصاف ہے اور یہی عقل و وجدان کا تقاضا بھی ہے۔ جب تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ کوئی تم کو اپنے دین پر مجبور کرے تو تم کیسے کسی کو اپنے دین پر مجبور کر سکتے ہو؟

انتہا یہ ہے کہ خدا نے اپنے بندوں کو اپنی اطاعت پر مجبور نہیں کیا ہے چنانچہ ارشاد ہے: اگر تمہارا رب چاہتا تو یہ لوگ یہ نہیں کر سکتے تھے لہٰذا ان کو ان کی افترا کی حالت میں چھوڑ دو (سورۂ انعام آیت ۱۱۲) اگر ہم اس آیت کو لا اکراہ فی الدّین اور لست علیھم بمصیطر اور فاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم پر عطف کریں اور اسی قسم کی دیگر آیات کو بعض کو بعض سے ملائیں تو معلوم ہوگا کہ رسولؐ خدا کے اس قول: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جب تک لوگ کلمۂ توحید نہ جاری کریں میں ان سے جنگ کرتا رہوں — کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ آپ سے جنگ کریں اور زمین میں فساد برپا کریں رسولؐ ان سے جنگ پر مامور تھے۔ سورہ بقرہ کی ۱۹۳ ویں آیت اسی مطلب کی تائید کرتی ہے: ان سے جنگ کرو تاکہ فتنہ نہ ہو۔ بلکہ قرآن نے مسلمانوں کو اس کی اجازت دی ہے کہ جو ان سے دین میں جھگڑا نہ کرے اور ان کی جان و مال پر ظلم نہ کرے اس کے ساتھ احسان کریں اور اس کا احترام کریں۔ چنانچہ ارشاد ہے: جو لوگ تم سے دین میں نہ جھگڑیں اور تم کو تمہارے گھروں سے نہ نکالیں خدا ان کے ساتھ انصاف کرنے اور ان پر احسان کرنے سے تم کو نہیں روکتا خدا تو انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

شرک

اگر کوئی شخص خدا کا شریک قرار دیتا ہو اور اس عنوان سے ہو کہ اگر اس سے لا الٰہ الا اللہ کہا جائے تو بھاگ کھڑا ہو اور مستکبر ہو تو اس کے مشرک ہونے میں کوئی کلام نہیں اور یہ بہت

ہی واضح سی بات ہو گی جیسا کہ سورہ الصافات کی آیت ۳۵ میں ہے: ان لوگوں سے جب لاالٰہ الا اللہ کہا جاتا ہے تو تکبر کرتے ہیں اور سورۂ ص کی پانچویں آیت میں ہے کہ: کیا انھوں نے (رسولؐ) نے تمام خداؤں کو (ختم کر کے) ایک خدا نہیں بنا دیا یہ تو بہت تعجب کی بات ہے ۔ "مسلمان کافر" کی بحث میں ہم نے بعض احادیث کا ذکر کیا ہے اس لئے اب ان کو نہیں دہرائیں گے ۔

اب آپ ہی سوچئے کہ کفر و شرک کے اندر حرز و تعویز، جھاڑ پھونک، گنڈا، تفاءل قبروں کی زیارت اور ان کے پاس نماز پڑھنی، قبروں پر ہاتھ پھیرنا، قبروں پر مساجد و مقبرہ بنانا، غیر خدا کی قسم کھانا اور اس قسم کی دوسری چیزیں کہاں سے شامل ہو گئیں کہ ان کی بنا پر وہابیوں نے تمام مسلمانوں کو کافر قرار دے دیا؟!

چلئے اگر ہم ان چیزوں کو حرام بھی مان لیں تو یہ ان فرعی چیزوں میں سے ہیں جن کا نہ دور سے نہ قریب سے کوئی تعلق توحید سے ہے اور نہ ہی اصول سے ہے ۔ اور ان چیزوں کے بجا لانے سے نہ کفر لازم آتا ہے، نہ آدمی مرتد ہوتا ہے بلکہ ان کی وجہ سے کوئی حد بھی واجب نہیں ہوتی اور اگر ان چیزوں سے کفر لازم آتا ہے تو روئے زمین پر کوئی مسلمان نہیں ہے ۔

اب ہم یہی سوالات وہابیوں سے کرتے ہیں: آپ لوگوں نے قبروں پر تعمیر، قبروں پر ہاتھ پھیرنا قبروں کے ارد گرد پھرنا، قبروں کے پاس نماز پڑھنا سب ہی کو شرک قرار دے دیا بلکہ اگر کسی نے جن لوگوں کو آپ نے کافر قرار دیا ہے ان کے کفر میں توقف کیا یا شک کیا تو آپ اس کو بھی کافر کہتے ہیں خواہ اس نے منکر کا ارتکاب عمداً نہ کیا ہو بلکہ احتیاطاً توقف کیا ہو . . . . اور وجوب انہدام قبور کے سلسلہ میں آپ حضرات نے ایک قبر کو بھی مستثنیٰ نہیں کیا ہے . یہاں تک کہ قبر رسولؐ اعظم کو بھی مستثنیٰ نہیں کیا ہے تو پھر ذرا مجھے بتائیے کہ آپ حضرات نے بقیع میں ائمہ اطہار کی قبروں کو تو مسمار کر دیا پیغمبرؐ اسلام کی قبر کو کیوں

نہیں مسمار کیا؟ یہ اصلاح کے آدھے راستہ میں آپ لوگ کیوں ٹھہر گئے؟ محمد ابن عبدالوہاب کے پوتے فتح المجید کے ص ۲۴۲ پر فرماتے ہیں: قبورِ انبیاء پر لوگوں کا ٹھہرنا بہت بڑا گناہ ہے اور ان پر مسجدوں کا تعمیر کرنا اس سے بھی زیادہ بڑا گناہ ہے۔ آپ کے اس فتویٰ کی بنا پر سب سے پہلے رسولؐ خدا کی قبر مبارک کو منہدم کرنا واجب تھا کیونکہ رسولؐ اصل ہیں اور اہلبیت تو ان کی فرع ہیں؟ پھر ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ تم لوگ رسولؐ خدا کی قبر کو چھونے سے منع کرتے ہو قبر مبارک کے ارد گرد پولیس کی دیوار کھڑی کر دیتے ہو اور لوگوں کو قبر مبارک سے قریب ہونے سے روکتے ہو لیکن اس کے ارد گرد طواف کرنے کی آزادی دیتے ہو حالانکہ قبر مبارک کا چھونا اور اس کا طواف کرنا دونوں تمہارے نزدیک حرام ہیں بلکہ طواف تو زیادہ حرام ہے پھر یہ دونوں چیزوں کا حکم عملاً الگ الگ کیوں ہے؟

اس کے علاوہ موجودہ مسجد رسولؐ اکرم، حضرت ابو بکر و عمر کے قبر پر بنی ہے یا کم از کم مسجد کا ایک جزء ان حضرات کی قبر پر قائم ہے۔ کیونکہ ولید ابن عبدالملک نے رسولؐ خدا کے زمانہ والی مسجد کو گرا کر آنحضرت کی بیویوں کے مکانوں کو مسجد میں داخل کر لیا تھا اور انھیں مکانوں میں حضرت عائشہ کا مکان بھی ہے جس میں یہ تینوں قبریں تھیں۔ لہٰذا اس وقت کی مسجد کے اندر یہ تینوں قبریں آگئیں ہیں۔ اور موجودہ مسجد کا وہ حصہ جس میں یہ قبریں ہیں یہ اصلی مسجد رسولؐ کا جز نہیں ہیں کیونکہ یہ اضافہ تو بعد میں کیا گیا ہے۔ اور آپ کے مذہب کی بنا پر اتنے حصے کا گرانا واجب ہے۔ پھر آپ لوگ اس وقت کی موجودہ مسجد میں پوری مسجد کے اندر نماز جماعت کیوں پڑھتے ہیں؟ میری مراد یہ ہے کہ بہت سے وہ لوگ جو وہابی پیش نماز کی اقتدا میں نماز پڑھتے ہیں وہ اس جگہ کھڑے ہو کر اقتدا کرتے ہیں اور آپ کے ائمہ نے حکم دیا ہے کہ اس مسجد میں نماز جائز نہیں ہے جو کسی قبر پر بنائی گئی ہو کیونکہ یہ بات شرک تک پہنچاتی ہے جیسا کہ ابن تیمیہ نے اپنی کتاب اقتضاء الصراط المستقیم کے صفحہ ۱۴۰ پر کہا ہے: بلکہ واجبی نماز اس مسجد میں جائز نہیں ہے جو قبروں کے

درمیان بنائی گئی ہو نہ کہ قبروں پر بنائی گئی ہو — کیونکہ وہ تو بدرجہ اولیٰ ناجائز ہے —
جیسا کہ محمد ابن عبدالوہاب کے پوتے نے اپنی کتاب فتح المجید کے صفحہ ۲۴۲ پر کہا ہے: اس مسجد کے اندر نماز جائز نہیں ہے جو قبروں کے درمیان بنائی گئی ہو — تو پھر آپ لوگوں نے کس طرح اپنے ماموین کی نماز جائز قرار دے دی جو مسجد یا جزء مسجد کے اندر ہوتی ہے اور مسجد میں تینوں قبریں موجود ہیں؟ حالانکہ آپ کی بنا پر تو یہ شرک تک پہنچانے والی چیز ہے۔

اس جزء میں — جس کے اندر تینوں قبریں ہیں — تم لوگ جو نماز پڑھتے ہو یا نماز پڑھنے پر راضی ہو بلکہ اس جزء میں نماز پڑھنے والوں کے امام ہو یہ کیونکر جائز ہے؟ کیا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم لوگوں کا شمار ان لوگوں میں ہے جو کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں اور تم لوگ جس کو منکر کہتے ہو اسی کا ارتکاب کرتے ہو اور دوسروں کو ایسا کرنے پر کافر گردانتے ہو۔

وہابیوں کی منطق کی بنا پر سب کچھ جائز ہے۔ اساطینِ امت کو کافر بنا دینا، نوابغ امت کے درمیان پھوٹ ڈالنا، وحدتِ اسلامی کو پارہ پارہ کرنا، یہ سب جائز ہے۔

ایک اور سوال اے وہابیو! یہ استفہامًا سوال ہے اور اس لئے ہے کہ تم لوگ اپنی آراء کے اندر تقارن و توازن پیدا کرو اور وہ یہ ہے: کیا قبروں کی تعمیر اور ان پر مسجدوں کا بنانا خدا کے نزدیک زیادہ گناہ ہے یا لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والوں کو کافر قرار دینا ان کی جان و مال کو مباح قرار دینا؟

سنو! مسلمان جو رسولؐ مقبول کی تعظیم کرتے ہیں اور ان کو خدا سے قربت کے لئے وسیلہ بناتے ہیں اور ان سے طلب شفاعت کرتے ہیں یہ اس اعتبار سے ہے کہ آنحضرتؐ کو مسلمان ذریعہ و وسیلہ سمجھتے ہیں غایت و مقصد نہیں سمجھتے، ان کو راستہ خیال کرتے ہیں ہدف نہیں خیال کرتے۔ اس طرح اس خدا پر ایمان لانے میں جو مخلوق کو پیدا کرنے والا اور

دوبارہ اپنی طرف پلٹانے والا ہے اور اس نبیؐ پر ایمان لانے میں جو مقرب ہے شفیع و مشفع ہے تو اذن و تعادل پیدا ہو جاتا ہے۔

قبور ائمہ کے پاس شیعوں کی مناجات

اگر وہابیوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ شیعہ اپنے ائمہ کی قبروں کے پاس کون سی دعائیں پڑھتے ہیں تو ان کو پتہ چلے کہ یہ لوگ جو قبروں کی زیارت میں پڑھتے ہیں واقعی اور حقیقی توحید وہی ہے۔ اور اگر یہ لوگ ان آوازوں کو سن لیں اور ان کلمات کو یاد کرلیں جو حضرت علیؑ اور امام حسینؑ کی قبروں کے پاس دہرائے جاتے ہیں تو ان کو یقین ہو جائے کہ حقیقی تنزیہہ من الشرک یہی ہے اور ایمان باللہ اسی کو کہتے ہیں۔ میں مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر بعض کلمات کا ذکر کر رہا ہوں ملاحظہ فرمائیے۔

قبور ائمہ کے پاس صبح و شام اور دیگر مقامات پر بھی صحیفۂ سجادیہ کی جو دعائیں شیعہ پڑھتے ہیں: خدایا جس نے اپنی حاجت برآری کا ارادہ تجھ سے کیا اُس نے اپنی حاجت کو صحیح جگہ سے طلب کیا اور اپنے مطلوب کو درست طریقے سے چاہا۔ اور جس نے اپنی حاجت تیرے علاوہ تیری مخلوق میں سے کسی سے طلب کیا یا کامیابی کو تیرے علاوہ کسی اور سے چاہا وہ محروم رہا اور تیرے عدم احسان کا مستحق ہو گیا۔

ایک دوسری دعا میں ہے: پروردگارا جو تیرے علاوہ کسی اور سے طمع نہ رکھے وہ کبھی مایوس نہ ہوگا اور جو تیرے علاوہ کسی اور سے طلب استغنا نہ کرے وہ کبھی ذلیل نہ ہوگا۔

تیسری دعا کے جملے یہ ہیں: معبود اگر تو نے ہم سے منہ موڑ لیا یا اپنے عظیم فضل و کرم کو ہم سے روک دیا یا اپنے رزق سے ہم کو محروم کر دیا یا ہم سے اپنے اسباب کا رشتہ توڑ لیا تو ہمارے پاس کوئی راستہ اس کے علاوہ نہیں ہے کہ اپنی امیدوں کو تجھ ہی سے

وابستہ رکھیں، میں دوسروں کی مدد سے ان چیزوں کو حاصل نہیں کرسکتا جو تیرے پاس ہیں۔

چوتھی دعا کے بعض فقرے یہ ہیں: کردگارا تیرے غیر سے سوال کرنے والے (ہمیشہ) محروم رہے، تیرے دربار کے علاوہ بھکاری گھاٹے میں رہے۔ تجھ سے ناوابستہ رہنے والے برباد ہوگئے۔ تیرے فضل کے علاوہ چارہ و پانی کے متلاشی قحط زدہ ہی رہے۔

پانچویں دعا کے بعض ٹکڑے: بزرگ و برتر، بلند و بابرکت صرف تیری ذات ہے تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں! میں تیرے رسولوں کی تصدیق کرتا ہوں، تیری کتاب پر ایمان لایا ہوں، تیرے علاوہ ہر معبود کا منکر ہوں، تیرے علاوہ جو کسی اور کی عبادت کرتے ہیں میں ان سے براءت کرتا ہوں۔

اسی قسم کی غیر محدود عبارتیں ہیں جو خدا کو ہر شبہہ سے پاک و پاکیزہ قرار دیتی ہیں۔ بھلا وہابیوں کی عبادت اور مسلمانوں کو کافر بنانے والوں کی توحید اس انقطاع الی اللہ، زہد، تنزیہ، پاک و پاکیزہ عبادت، کا مقابلہ کیا کر پائے گی؟ ایسی دعائیں وہی کرسکتا ہے جس کی عقل بے پناہ ہو، جس کا قلب صاف ہو، جس کے گوشت و پوست و خون میں توحید رچ بس گئی ہو، کیا یہ پاک و پاکیزہ کلام اس نفس سے سرزد ہوسکتا ہے جس میں واحد احد کے علاوہ کسی اور کا بھی شائبہ موجود ہو؟ کیا کوئی ایسی عبادت ملے گی جس نے اس طرح علی اعلیٰ کو اپنا ہدف و مقصد بنایا ہو؟ کیا ایسی عبادت والی مناجات کرنے والوں پر "اقتضاء الصراط المستقیم" ص۳۹۱ میں ابن تیمیہ کا یہ قول منطبق ہوسکتا ہے کہ رافضی حضرات سب سے زیادہ توحید سے دور ہیں! اور کیا محمد بن عبدالوہاب کا قول کتاب التوحید اور اس کی شرح فتح المجید کے ص۲۴۳ پر: رافضیوں کی وجہ سے شرک پیدا ہوا ہے! شیعوں پر منطبق ہوسکتا ہے؟ اور کیا شیعوں کے بارے میں صنعانی کی کتاب تطہیر الاعتقاد ص۳۱ میں کہنا: یہ لوگ مُردوں سے وہ چیزیں مانگتے ہیں جو صرف خدا سے مانگی جاسکتی ہیں! درست ہوسکتا ہے؟

شیعہ ائمہ بقیع کی زیارت اسی مناجات کو پڑھنے کے لیئے کرتے ہیں جس کو امام زین العابدین ؑ نے خدائے قدیر سے مناجات کے وقت اپنی زبان مبارک سے جاری فرمایا تھا۔ حضرت علی ؑ کی زیارت اس لئے کرتے ہیں تاکہ ان کے قلوب مولا کے اس قول سے بھر جائیں : ان کے دلوں میں خالق کی عظمت ہے اسلئے خدا کے علاوہ ہر چیز ان کی نظروں میں چھوٹی وحقیر ہے ! امام حسین ؑ کی زیارت صرف اس لئے کرتے ہیں تاکہ انقطاع الی اللہ پیدا ہو اور مال وجاہ وحطام دنیا سے اعراض کرسکیں اور خدا کو امام حسین ؑ کے جملے سے مخاطب کرسکیں امام حسین ؑ فرماتے ہیں : معبود جس نے تجھے کھو دیا اس کو کیا ملا ؟ اور جس نے تجھ کو پالیا بھلا اس نے کیا گم کیا۔

آپ ہی بتایئے اس سے وہ شرک کہاں لازم آتا ہے؟ جس کو یہ وہابی حضرات فرمایا کرتے ہیں ! ہرگز نہیں، رسول ؐ وآل رسول ؐ کی قبروں کی زیارت ہرگز ہرگز شرک نہیں ہے۔ شرک تو وہ ہے جس کو صنعانی نے اپنی کتاب تطہیر الاعتقاد کے آخر میں کہا ہے: سحر وجادو ایک قطعی ویقینی چیز ہے' افعال میں اس کا عظیم اثر ہوتا ہے۔ چنانچہ ہندوستان میں ایک شخص تھا جو اپنے بیٹے کے ہر ہر عضو کو الگ الگ کر دیتا تھا۔ اور ہر عضو کو الگ الگ سمتوں میں پھینک دیتا تھا پھر ان اعضا کو اکٹھا کرکے اپنے بیٹے کو زندہ کر دیتا تھا۔ اسی طرح عراق میں ایک شخص تھا جو انسان کے جسم سے اس کا سر کاٹ کر الگ کر دیتا تھا اور پھر اس کو جوڑ کر آدمی کو زندہ کر دیتا تھا۔ اسی طرح قدیم زمانہ میں ایک عورت تھی جو گیہوں کو زمین میں ڈال دیتی تھی اور کہتی تھی اگ جا تو وہ اگ جاتا تھا پھر کہتی تھی سوکھ جا تو سوکھ جاتا تھا پھر کہتی تھی آٹا ہو جا تو وہ آٹا ہو جاتا تھا۔ پھر کہتی تھی روٹی ہو جا تو وہ روٹی ہو جاتا تھا۔ خلاصہ وہ جو بھی چاہتی تھی وہی ہو جاتا تھا[۱]

---

[۱]: جب میں نے مکہ مکرمہ میں وہابیوں کے قاضی القضاۃ سلیمان بن عبید سے ملاقات کرکے کہا کہ میں آپ کے عقائد کے بارے میں کتاب لکھنا چاہتا ہوں لہٰذا مجھے اپنے مذہب کی معتبر کتابوں کی نشاندہی فرمایئے تو انھوں نے جن کتابوں کو گنایا اس میں صنعانی کی تطہیر الاعتقاد بھی تھی لہٰذا یہ ان کے لئے حجت ہے۔ مولف

وہابیوں کا عقیدہ ہے کہ شعبدہ باز، منافق جادوگر اگر کسی چیز کے لئے کہدے کہ ہوجاتو وہ شے ہوجاتی ہے جیسے کہ خدا کسی شے کے لئے کہتا ہے کہ ہوجا تو وہ شئے ہوجاتی ہے لیکن اس عقیدہ کے باوجود یہ حضرات مومن و موحد ہیں اور جو رسولؐ و آل رسولؐ کی قبروں کی زیارت کر کے خدا سے قربت چاہتے ہیں، وہ مشرک ہیں۔

ایک بات یہ بھی ہے: واقعی توحید اور عبادت میں واقعی اخلاص وہیں پایا جاتا ہے جہاں عدالت اجتماعیہ پائی جاتی ہو۔ اور جہاں انسان اپنے انسان بھائی کی مدد کرتا ہو، جو دوسرے کے لئے پسند کرتا ہو وہی اپنے لئے پسند کرتا ہو لیکن جہاں خود تو عیش و عشرت میں ہو اور برادر مومن شقاوت و بدبختی میں گھرا ہو وہاں نہ توحید ہے، نہ اسلام، نہ ایمان بلکہ صرف ریاکاری ہے، نفاق ہے، فساد و ضلال ہے۔

دوسری بات سعودیوں نے آل رسولؐ کی قبروں کو مسمار کر ڈالا لیکن اس کے باوجود وہ اکثر میدان میں پیچھے ہیں۔ آگے کی طرف ایک قدم بھی نہیں بڑھ سکے۔ اس لئے ان کی پسماندگی کا سبب نہ تو تعمیر قبور میں پوشیدہ ہے اور نہ قبروں پر مساجد بنانے میں۔ بلکہ سارا مسئلہ ان کی جہالت و فساد میں مضمر ہے۔ ڈکٹیٹر شپ اور فضول خرچی میں پوشیدہ ہے۔ ان تنگ و بستہ افکار میں مخفی ہے جو عقول کو پھل دینے کے لئے کبھی شگفتہ نہیں ہوتے۔

تیسری بات یہ ہے کہ: خوارج نے جن لوگوں کو کافر قرار دیا ہے اس سلسلہ میں انھوں نے غلو سے کام لیا، اسی طرح جن لوگوں نے حضرت علیؑ کی خدائی کا دعویٰ کیا (اور حضرت علیؑ نے ان کو زندہ جلا دیا) انھوں نے بھی غلو سے کام لیا تھا، بالکل اسی طرح وہابیوں نے امت مسلمہ کو کافر قرار دے کر غلو کا کام کیا ہے۔ واضح سی بات ہے کہ غلو ایک لعنت اور طغیان ہے جو عقیدہ کو فاسد اور عقل کو گمراہ کرتا ہے بلکہ زندگی کو برباد کر دیتا ہے۔ کیونکہ اس کا قیام نہ صرف رفع پر ہے نہ صرف دفع پر ہے بلکہ دونوں

میں تعاون و توازن پر قائم ہے ــــ بالکل اسی طرح مسلمانوں کو کافر کہہ دینا فساد ہے کسی مسلمان کو خدا کہنا اس سے زیادہ فاسد ہے۔ تعاون و توازن صرف وسط کی چیز ہے۔

چوتھی بات : وہابیوں نے قبور کے انہدام کو تو واجب قرار دیا ہے مگر ظالم وجابر بادشاہ وحاکم کے خلاف خروج کو حرام قرار دیا ہے بلکہ اس کی اطاعت کو واجب قرار دیا ہے۔

پانچویں بات : جو لوگ انسان کو دین سے اور رحمت الٰہی سے دور ہونے کا وثیقہ تحریر کرتے ہیں ــــ جیسا کہ کنیسہ والے کرتے ہیں ــــ اور جو لوگ سب کو کافر بنانے پر تلے ہوئے ہیں ــــ جیسے وہابی ــــ ان دونوں میں کیا فرق ہے؟ بلکہ ان دونوں میں سب سے برا کون ہے؟

شبہ کی بنا پر حد روک دی جاتی ہے

کتاب وسنت، عقل واجماع اور تمام آسمانی شریعتوں سے خواہ وہ قدیم ہوں یا جدید یہ بات ثابت ہے کہ جہالت، خطا، نسیان، جبر یہ ایسی چیزیں ہیں کہ ان کی وجہ سے خون محفوظ ہو جاتا ہے جان بچ جاتی ہے۔ اور ان اسباب میں سے کسی ایک سبب سے اگر انسان شریعت کی مخالفت کرے تو وہ نہ کافر ہوتا ہے نہ مرتد۔ چاہے وہ مخالفت تفریط وتقصیر کی وجہ سے ہو بشرطیکہ اس شے کا تعلق فروعات سے ہو۔ اگرچہ وہ ترکِ تحفظ اور بحث واحتراز نہ کرنے کی وجہ سے گنہگار تو بہر حال ہوگا البتہ کافر ومرتد نہ ہوگا ــــ بلکہ اگر وہ فرع حکم قطعی دلیل اور جامع اجماع کے ذریعہ سے بھی ثابت ہو اور دین ومذہب کی بدایت وضرورت سے بھی اس کا ثبوت ہوا ہو تب بھی اس کی مخالفت سے کافر ومرتد نہ ہوگا بشرطیکہ اس کے حق میں جہالت والتباس کا امکان ہو اور اس جیسے

آدمی کے لئے یہ بات ممکن ہو۔

اسی لئے علمائے اسلام ہمیشہ آپسی اختلاف رکھنے اور ایک دوسرے کو خطاکار بنانے کے باوجود کسی کو کافر نہیں کہتے تھے. بلکہ بعضوں نے تو مذاہب اربعہ کی مخالفت کی ہے لیکن اس کے باوجود کسی نے اس پر کفر کا فتوی نہیں لگایا.

بلکہ بنابر حدیث مشہور: مسلمانوں میں ۷۳ فرقے ہو جائیں گے ان میں سے ۷۲ دوزخی ہوں گے صرف ایک فرقہ ناجی وجنتی ہوگا" ہر فرقہ اپنے کو جنتی اور باقی ۷۲ کو جہنمی کہنے کے باوجود نہ کسی ایک فرقہ کو کوئی کافر کہتا ہے اور نہ اس فرقہ کا ایک قطرہ خون بہانا جائز جانتا ہے اور نہ اس کے مال کو حلال سمجھتا ہے جب تک وہ لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرتا ہے. بشرطیکہ اس کے پاس انکار کرنے والی چیز کا حضور سرورِ کائنات سے صادر ہونا ثابت نہ ہو۔

اسی لئے امت مسلمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کسی کا ارتداد اسی وقت ثابت کیا جاسکتا ہے جب اس آدمی کو اس شے کے حضور سرورِ کائنات سے صادر ہونے کا یقین ہو اور وہ پھر بھی عناداً یا تعصباً اس کا انکار کرے ـــــ لیکن اگر کوئی شخص کسی حرام چیز کو کسی شبہہ کی بنا پر ـــــ چاہے وہ شبہہ ضعیف ہو ـــــ مباح سمجھے، کیونکہ اس تک نص کتاب یا سنت نہیں پہنچی یا پہنچی مگر وہ مجمل تھی یا دوسرے سے معارض تھی یا خارج میں موضوع مشتبہ ہوگیا ہو یا اس کے سمجھنے میں کوتاہی ہوئی ہو تو اس کو جہالت کی بنا پر معذور سمجھا جائے گا. اس کو کافر نہیں کہا جاسکتا. جیسے کہ مخطی اپنے خطا کی وجہ سے معذور ہے اور مجبور اپنی مجبوری کی وجہ سے معذور ہے. بلکہ اگر اس نے بحث واجتہاد کے بعد غلطی کی ہے تو اس کو اجر بھی ملے گا.

اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ جن لوگوں نے قبروں پر مقبرہ یا مسجد کی تعمیر کو جائز سمجھا ہے یا قبروں کی زیارت اور قبروں کے پاس نماز کو جائز جانا ہے ان کے نزدیک ان

باتوں کی حرمت نہیں ثابت ہو سکی۔ بلکہ جواز بلکہ رجحان ثابت ہے ایسی صورت میں ان لوگوں پر حکم کفر لگانا یہ خود عین کفر ہے۔ چنانچہ بخاری اور مسلم میں ہے کہ : رسولؐ خدا نے فرمایا: کوئی شخص کسی کو فاسق نہ کہے اور اس وقت تک کافر نہ کہے جب تک اس کا مرتد ہونا ثابت نہ ہو جائے ورنہ وہ مرتد ہے (یاد رکھو) جو شخص کسی مومن کو کافر کہے وہ ایسا ہے کہ جیسے اس نے اس کو قتل کر دیا۔

صفاتِ خدا

صفات الٰہی کے سلسلہ میں وہابیوں نے نصوصِ کتاب وسنّت کے ظواہر پر جمود اختیار کر رکھا ہے۔ یہ لوگ نہ تو ظواہر کی تفسیر کو جائز سمجھتے ہیں، نہ تاویل کو، صرف صورتِ حرفی پر قائم رہتے ہیں بلکہ تاویل کو کفر جانتے ہیں کیونکہ اس کو کذب علی اللہ والرسول جانتے ہیں۔

یہ حضرات خدا کے لئے ہاتھ، پیر، ہتھیلی، انگلیاں، نفس، چہرہ، آنکھ، سماعت، بیٹھنا، ٹھہرنا، ہنسنا، کلام کرنا، آسمان پر موجود ہونا اور اس کے علاوہ دیگر وہ صفات جنکی نسبت خدا نے اپنی طرف یا اسکے رسولؐ نے اس کی طرف دی ہے بغیر کسی کمی یا زیادتی، یا مخالف ظاہر کی تاویل کے بغیر خدا کے لئے ثابت کرتے ہیں اور اس پر عقیدہ رکھتے ہیں۔

چنانچہ ہاتھوں کے لیئے اس آیت سے بَلْ یَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ (بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں) اور آنکھوں کے لیئے وَاصْنَعِ الْفُلْکَ بِاَعْیُنِنَا (ہماری آنکھوں کے سامنے کشتی بناؤ) سے۔ جلوس کے لیئے ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ (پھر خدا عرش پر بیٹھ گیا) سے آسمان پر موجود ہونے کے لیئے ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَاءِ (کیا تم اس خدا پر ایمان لائے جو آسمان میں ہے) سے چہرہ کے لیئے فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰہِ (ادھر ہی خدا کا چہرہ ہے) سے، سماعت وبصارت پر هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ (خدا سننے والا اور دیکھنے والا ہے) سے اس کی

رویت پر اِلٰی رَبِّھَا نَاظِرَۃ" (اپنے رب کی طرف دیکھتے ہونگے) سے اور سیر ومجیٔ پر وَجَاءَ رَبُّکَ وَالْمَلَکُ صَفًّا صَفًّا (تمہارا رب اور ملک صف درصف آئے) سے نفس پر تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَا اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِکَ (میرے نفس میں جو کچھ ہے تو اس کو جانتا ہے لیکن تیرے نفس میں جو ہے میں اس کو نہیں جانتا) سے' ہنسنے پر کتاب الایمان کے ص۲۳ پر ابن تیمیہ کے اس قول سے کہ: خدا ان دو شخصوں پر ہنستا ہے جو ایک دوسرے کو قتل کرنے کے درپے ہوں) اور اسی طرح اس قول سے کہ جب آخری شخص جنت میں داخل ہوگا تو خدا ہنسے گا اس پر وہ شخص کہے گا کیا تو رب العالمین ہو کر مجھ سے مسخرہ پن کرتا ہے! استدلال کیا ہے۔

ان لوگوں نے ابن تیمیہ کی اس روایت سے جو رسالہ واسطیہ میں ہے ـــــ رسالہ واسطیہ الرسائل التبع میں موجود ہے کہ ـــ جہنم میں برابر لوگ ڈالے جاتے رہیں گے اور وہ ھل من مزید کہتا رہے گا یہاں تک کہ رب العزۃ اس میں اپنا پیر ڈال دے گا تو جہنم کے بعض حصے دوسرے بعض میں سمٹ جائیں گے اور جہنم کہے گا بس بس ـــ خدا کے پیر پر استدلال کیا ہے اور یہ روایت رسالہ واسطیہ کے ص۱۳۶ پر موجود ہے ـــ

انگلیوں کے وجود پر محمد بن عبدالوہاب کی اس روایت سے استدلال کیا ہے جس کو انھوں نے اپنی "کتاب توحید" کے آخر میں لکھا ہے روایت یہ ہے: خداوند عالم نے آسمانوں کو اپنی انگلیوں میں سے ایک انگلی پر قرار دیا ہے اور زمین کو ایک انگلی پر.... درختوں کو ایک انگلی پر' خاک کو ایک انگلی پر' تمام خلق کو ایک انگلی پر' اس کے بعد خدا نے افتخار فرمایا اور کہا میں بادشاہ ہوں' میں خدا ہوں' جابر وظالم کہاں ہیں؟ تکبر کرنے والے کہاں ہیں؟ پس خداوند عالم نے ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو اپنے ہاتھ میں اٹھا رکھا ہے۔ اور یہ سب دست خدا میں ایسے ہیں جیسے ہم میں سے کسی کے ہاتھ میں رائی کا دانہ! خدا کے اس قول والارض جمیعًا فی قبضتہ یوم القیامۃ کا مطلب یہی ہے۔

قابل توجہ امور

اوّل: عرب کا مشہور طریقہ ہے کہ لفظوں کو معنی حقیقی کے بہ نسبت معنی مجازی میں زیادہ استعمال کرتے ہیں اور خطابات و محاورات میں قرآن و سنت بھی طریقہ کلام عرب کے تابع ہیں. خود قرآن نے کہا ہے: ہم نے قرآن کو عربی میں نازل کیا تا کہ تم صاحب عقل ہو. اور اگر ہم قرآن کے تمام الفاظ کو ان کے ظاہری معنی پر باقی رکھیں تو خدا کے اس قول: وَاسْئَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِي كُنَّا فِيهَا وَالْعِيرَ (اس دیہات سے پوچھو جس میں ہم تھے اور قافلہ سے پوچھو) اور اس قول وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُسُلِنَا؛ (اپنے سے پہلے والے رسولوں سے پوچھ لو) کا کیا مطلب ہوگا؟ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ حیوانوں، پتھروں اور مردوں سے پوچھیں اور جو رسولؐ ہمارے رسولؐ سے پہلے گزر چکے ہیں ان سے رسولؐ اسلام کیسے پوچھیں؟ مجبوراً ماننا ہوگا کہ ان آیتوں کی تفسیر مجازی معنی کے اعتبار سے ہوگی جس پر نہ لفظی صورت دلالت کرتی ہے اور نہ یہاں دلالت مطابقی پائی جاتی ہے تو جب یہاں معنی مجازی کے اعتبار سے تفسیر کی جا سکتی ہے تو دیگر مقامات پر کیوں نہیں کی جا سکتی؟ دونوں میں فرق دعویٰ بلا دلیل ہے اور قرآن و سنت میں تو اس قسم کی مثالیں بکثرت موجود ہیں۔

دوم: وہابی حضرات جس چیز سے بھاگے ہیں اس سے زیادہ بری چیز میں پھنسے ہیں۔ یہ تاویل سے فرار کر کے اسراف و تعسف کے گڑھے میں گر پڑے ہیں۔ قول بالرائے سے بھاگے تو قول بالجہل میں پھنس گئے اور علی الٹپ باتیں کرنے پر مجبور ہو گئے۔ کیونکہ ان لوگوں نے یہ خیال کیا ہے کہ خدا کا ہاتھ، ہتھیلی، آنکھ، کان الخ ہمارے اعضاء و جوارح کی طرح سے نہیں ہیں کیونکہ اگر ایسا کہہ دیتے تو تشبیہ لازم آتی۔ لیکن واضح ہے کہ ہاتھ کا اطلاق جسم کے مشہور حصہ پر ہوتا ہے اور وہ مادہ سے جدا نہیں ہو سکتا یہی صورت آنکھ کان وغیرہ کی ہے۔

اب یہاں پر چند صورتیں ہیں۔ ۱۔ اگر ان لفظوں کو ان کے ظاہر معانی میں استعمال کیا جائے تو خدا کا دیگر اجسام کی طرح ایک جسم ہونا لازم آئے گا اور یہ حضرات اس بات کو نہیں مانتے۔ ۲۔ اور اگر ان کو ان معانی سے موڑ کر ان ہاتھوں، آنکھوں الخ کے لئے استعمال کیا جائے تو تاویل لازم آئے گی جس سے یہ حضرات بھاگتے ہیں۔ ۳۔ اور اگر ان کو ایک ایسے معانی پر حمل کریں جو سامع اور مخاطب دونوں کے نزدیک مجہول ہوں جیسے یہ مان لیں کہ اس کے ہاتھ ہے مگر ہاتھوں کی طرح نہیں اس کے آنکھ ہے لیکن ہماری آنکھوں کی طرح نہیں ہے جیسا کہ یہ حضرات کہتے ہیں تو تعسف لازم آئے گا۔ اور یہ تاویل سے بدتر ہے۔

مختصر یہ ہے کہ اگر لفظ کو اس کے ظاہری معنی پر باقی رکھا جائے تو تجسیم ماننا پڑے گا اور اگر معنی مجہول پر حمل کیا جائے تو تعسف لازم آئے گا۔ اس لئے ضروری ہے کہ الفاظ کی ایسی معقول تاویل کی جائے جو عظمت وجلال پروردگار سے مناسب ہو اور اس کے ساتھ صورت لفظیہ بھی اس کی متحمل ہو سکے اور ذوق سلیم پر بار بھی نہ ہو۔ جیسے ید کے معنی قدرت کے لئے جائیں کیونکہ قدرت کا اظہار ہاتھوں ہی سے ہوتا ہے اور آنکھ کان سے علم مراد لیا جائے اس لئے کہ انھیں دونوں سے حصول علم ہوتا ہے۔ وجہ سے مراد ظہور لیا جائے کیونکہ یہی اس کے ظاہر معنی ہیں اور استوار کو بمعنی استیلار مانا جائے اور رویت باری سے مراد دل کی آنکھوں سے دیکھنا لیا جائے نہ کہ ان آنکھوں سے دیکھنا مراد لیا جائے۔ کیونکہ معرفت تو دونوں طرح سے ہو سکتی ہے اسی طرح دیگر الفاظ کے مناسب معنی مراد لئے جائیں جیسا کہ مفسرین اور علمائے معانی وبیان نے بیان کئے ہیں۔

مجھے یہاں پردہ قصہ یاد آتا ہے کہ بعض مستشرقین نے هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ میں لباس کا ترجمہ پتلون سے کیا ہے۔ بہر حال جو بھی ہو اگر ہم عدم جواز التعاویل

من حیث ھو میں وہابیوں کی مخالفت کریں اور جہاں پرضرورت ہو صرف وہاں پر تاویل کے قائل ہوں تو ہمارا اور وہابیوں کا مکمل اتفاق اس نزاع کے بارے میں سکوت اور اعراض کی صورت میں ہوسکتا ہے جو نزاع اشاعرہ اور معتزلہ کے درمیان صفات باری کے سلسلہ میں قائم ہے کہ آیا وہ ہیں صفات ذاتِ حق، حق سے جدا یا عین ذات۔ کیونکہ درحقیقت اس نزاع کی بازگشت ذات باری جل وعلا کی طرف ہے۔ اور یہ موضوع واقعی کانٹوں بھرا ہے انبیاء و مرسلین اس سے پیچھے ہٹ گئے ہیں۔ حضرت علیؑ کا فرمان ہے: ذاتِ خدا میں غور و فکر نہ کرو مخلوق الٰہی کے بارے میں غور و فکر کیا کرو۔ میں نے اتنی بات ضرور کہہ دی لیکن میں جانتا ہوں کہ وہابی حضرات اور ان کے متبعین اشاعرہ ہی کی طرح صفات خدا کو زائد برذات مانتے ہیں۔ لیکن اس سلسلہ میں انھوں نے خاموشی اختیار کرکے اچھا اقدام کیا ہے۔

ایمان بالقدر

اس کا مطلب ہے کہ خیر و شر خدا کی طرف سے ہونے کا عقیدہ رکھنا۔ وہابی حضرات اس کو اصل الاصول مانتے ہیں وہابیوں کے یہاں اصول چھ ہیں ۱۔ لا الٰہ الاّ اللہ کا قائل ہونا ۲۔ محمد رسول اللہ کی شہادت ۳۔ نماز قائم کرنا۔ ۴۔ زکوٰۃ دینا ۵۔ مستطیع کا حج کرنا ۶۔ خیر و شر کا خدا کی طرف سے ہونا۔ اس بنا پر انسانی زندگی مجبوری کی زندگی ہے۔

ابن تیمیہ الرسائل التسع کے رسالہ عقیدہ واسطیہ کے ص ۱۴۴ پر فرماتے ہیں: درحقیقت بندے فاعل ہیں اور خدا ان کے افعال کا خالق ہے . . . اور بندوں کو اپنے اعمال پر قدرت حاصل ہے ارادہ بندوں کا ہوتا ہے اور خدا نے بندوں کو ان کی قدرت کو اور ان کے ارادے کو پیدا کیا ہے اس کے باوجود ان کو اطاعت کا حکم دیا ہے اور

معصیت سے روکا ہے۔

میں نے بہت کوشش کی کہ ابن تیمیہ کے کلام کو سمجھ سکوں اور ہضم کرسکوں لیکن اس میں تناقص کی وجہ سے نہ تو میں سمجھ سکا اور نہ ہی ہضم کرسکا۔ کیونکہ ابن تیمیہ کے کلام کا ظاہر یہ ہے کہ خدا بندوں کے افعال کا خالق ہے اور خالق بھی نہیں ہے اور انسان اپنے افعال کا موجد بھی ہے اور موجد بھی نہیں ہے۔ الّا یہ کہ یہ کہا جائے۔ خدا اور بندے دونوں خلق وایجاد میں شریک ہیں لیکن اس میں خرابی یہ ہے کہ جب دو شریک میں سے ایک قوی ہو تو ضعیف پر عقاب کرنا قبیح ہے۔

ویسے یہ مسئلہ جو متقدمین و متاخرین میں آماجگاہ فکرونظر رہا ہے اس میں صحیح قول وہی ہے جو امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: نہ جبر (کلی) ہے نہ تفویض (کلی) بلکہ حقیقت ان دونوں کے درمیان ہے! اس جملہ کی وضاحت اس طرح کی جاسکتی ہے کہ پروردگار عالم نے بندوں کو خیروشر (دونوں) پر قادر بنایا ہے پھر حکم دیا ہے کہ خیر کرو اور شر سے بچو۔ اب اگر بندہ فعل خیر کو اختیار کرتا ہے اور اسکو شر پر مقدم کرتا ہے تو اس فعل کی نسبت خدا کیطرف دی جاسکتی ہے کیونکہ خدا اس فعل پہ راضی ہے اور اسی فعل کی نسبت بندہ کی طرف بھی دی جاسکتی ہے کیونکہ اس نے اس کو کیا ہے اور شر پر مقدم کیا ہے۔ اور معصیت پر قدرت ہونے کے باوجود اسکو چھوڑ دیا ہے۔ لیکن اس کے برخلاف اگر بندہ فعل شر کو اختیار کرتا ہے اور اس کو خیر پر مقدم کرتا ہے تو اس فعل کی نسبت خدا کی طرف نہیں دی جاسکتی کیونکہ خدا نے اس سے منع کیا تھا اور وہ اس کے کرنے پر کسی طرح بھی راضی نہیں ہے۔ ہاں اس فعل کی نسبت صرف بندہ کی طرف دی جاسکتی ہے کیونکہ اس نے خیر پر قادر ہونے کے باوجود خیر کو ترک کیا اور شر کے ترک پر قادر ہونے کے باوجود اس کو بجالایا۔ لہٰذا فعل خیر خدا اور بندہ دونوں کی طرف سے ہے اور دونوں کی طرف منسوب کیا جاسکتا ہے۔ لیکن شر صرف بندہ ہی کا فعل ہے اور صرف اسی کی طرف منسوب کیا جاسکتا ہے۔

یہ کہنا: (اگر خدا بندہ سے شر نہیں چاہتا تو اس کو شر پر قادر ہی کیوں بنایا) اس لئے غلط ہے کہ اگر خدا بندہ کو صرف خیر پر قادر بناتا تو جبر لازم آتا اور فعل خیر بندہ کے لئے ایسا ہی ہوتا جیسے کسی درخت کا پھل۔ لیکن خدا اپنے بندوں سے اپنی اطاعت اختیاری طور سے کرانا چاہتا ہے۔ اپنی اطاعت پر مجبور نہیں کرنا چاہتا۔

میں ایک مثال دے کر بات کو اور واضح کردوں: ایک باپ نے اپنے بیٹے کو ایک روپیہ دیا اور پھر اس کو حکم دیا کہ اس سے کتاب خرید لینا اور دیکھو اس کی شراب نہ پینا۔ چنانچہ بیٹے نے باپ کا حکم مانتے ہوئے کتاب خرید لی تو اب اس کتاب کے خریدنے کی نسبت باپ کی طرف بھی دی جاسکتی ہے کیونکہ اسی نے بیٹے کو روپیہ دے کر کتاب خریدنے کی طاقت عطا کی اور اس پر راضی بھی رہا اور اس کی نسبت بیٹے کی طرف بھی دی جاسکتی ہے کیونکہ اس نے شراب پینے پر قدرت کے باوجود شراب نہیں پی اور کتاب نہ خریدنے پر قدرت کے باوجود کتاب خرید لی۔ لیکن شراب پینے کی نسبت صرف بیٹے ہی کی طرف دی جاسکتی ہے کیونکہ شرب خمر کے ترک کردینے کی قدرت کے باوجود اس نے شراب پی اور باپ کی بھی نافرمانی کی۔ کیونکہ باپ نے جو کہا تھا وہ نہیں کیا اور جس سے روکا تھا اس کو کیا۔ لیکن اس کی نسبت باپ کی طرف نہیں دی جاسکتی کیونکہ باپ کسی صورت سے اس پر راضی نہیں تھا ـــ اور یہی رائے علمائے امامیہ کی ہے جن کو ابن تیمیہ اور ان کے پیرو مشرک کہتے ہیں اور شیعوں کا خون، مال، اولاد سب کو مباح سمجھتے ہیں۔

اسباب و مسببات

اشاعرہ کہتے ہیں اس کائنات کے اندر فطری اسباب نہیں ہیں بلکہ تمام مسببات

ڈائریکٹ خدا کی طرف مستند ہوتے ہیں. کھاتے وقت شکم سیری کو، دوا پینے پر شفا کو، پانی پینے پر پیاس کے ختم ہونے کو خدا خلق کرتا ہے۔ معتزلہ اور امامیہ کہتے ہیں، کائنات کے اندر فطری اسباب موجود ہیں مسببات کا استناد براہ راست انہیں اسباب کی طرف ہوتا ہے اور یہ فطری اسباب بالواسطہ خدا کی طرف منتہی ہوتے ہیں کیونکہ وہی مسبب الاسباب ہے۔

ابن تیمیہ کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس مسئلہ میں اشاعرہ کے موافق ہیں کیونکہ انھوں نے کتاب نقض المنطق کے ص ۲۶ پر لکھا ہے: خدا کے کچھ ملائکہ بادل و بارش پر موکل ہیں اور کچھ علم و ہدایت پر موکل ہیں۔ یہ ملائک دلوں کو رزق وطاقت دیتے ہیں اور وہ جسم کو رزق وطاقت پہنچاتے ہیں۔

لیکن ابن تیمیہ کے شاگرد رشید ابن القیم اس مسئلہ میں معتزلہ و امامیہ کے ساتھ ہیں کیونکہ صاحب فتح المجید نے ص ۶۹ پر ابن القیم کا یہ قول نقل کیا ہے: حقیقت توحید اس وقت تک نامکمل ہے جب تک یہ نہ مان لیا جائے کہ شرعاً فطری اسباب ہی اپنے مسببات کے مقتضی ہوا کرتے ہیں۔ اس نقل سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ وہابی لوگ اس سلسلہ میں ابن القیم ہی کے ساتھ ہیں۔

گنہگار

وہابیوں کا عقیدہ ہے کہ موحدین میں سے اگر کوئی گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرے تو ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا (فتح المجید ص ۷۹، ۴) اور یہی حق بھی ہے۔

اصحاب رسولؐ

وہابیوں کا عقیدہ ہے کہ اصحاب رسولؐ میں سے کچھ لوگ جو موحد تھے، رسولؐ خدا

کے ساتھ جہاد کیا کرتے تھے، حضورؐ کے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے، زکوٰۃ دیتے تھے، حج کرتے تھے اور اسلام سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں تھا۔ (رسالہ کشف الشبہات ص ۱۲۰ الرسائل العملیہ التسع مطبوعہ ۱۹۵۷)

خلفائے راشدین

وہابیوں کا عقیدہ ہے کہ سلف صالحین کے صفوۃ خلفائے اربعہ تھے اور خلافت کی ترتیب کے اعتبار سے سب کو فضیلت حاصل تھی ـــــ اس عقیدہ کی بنا پر یزید بن معاویہ کو عمر بن عبدالعزیز سے بہتر ماننا واجب ہے کیونکہ یزید، عمر بن عبدالعزیز سے بہت سابق ہے۔ حالانکہ بادشاہ عبدالعزیز نے کہا: میں عمر بن عبدالعزیز کی اقتدا کرتا ہوں یہ نہیں کہا کہ میں یزید کی پیروی کرتا ہوں کیونکہ وہ پہلے تھا۔ (عید الاضحیٰ ۱۳۶۵ھ کے موقع پر کی گئی تقریر)

سب سے پہلے تعجب تو اس پر ہوتا ہے کہ یہ لوگ حضرت علیؑ کے ایسے فضائل مناقب بیان کرتے ہیں جو کسی بھی صحابی کے لئے نہیں روایت کرتے حد یہ ہے کہ خلیفہ اوّل کے لئے بھی ایسے فضائل نہیں ذکر کرتے لیکن اس کے بعد بھی افضلیت کا دار و مدار ترتیب خلافت پر رکھتے ہیں کہ جو پہلا خلیفہ ہے وہی سب سے بہتر ہے۔

محمد ابن عبدالوہاب کی کتاب التوحید ہے جو انجیل الوہابیہ ہے۔ اس میں موصوف نے خلفاء یا اصحاب میں سے کسی کی فضیلت میں ایک منقبت بھی نہیں لکھی سوائے فتح خیبر والی حدیث کے جس میں رسولؐ نے حضرت علیؑ کے لئے فرمایا تھا: کل میں ایسے شخص کو علم دوں گا جو خدا و رسولؐ کو دوست رکھتا ہوگا اور خدا و رسولؐ اس کو دوست رکھتے ہوں گے۔ خدا اس کے دونوں ہاتھوں پر فتح دے گا ـــــ لوگوں نے ساری رات بیداری و بے چینی میں

گزاری کہ دیکھیں کل علم کس کو ملتا ہے؟ صبح کو سب رسولؐ اسلام کے پاس پہنچے اور سب کو یہی امید تھی کہ علم اس کو ملے گا. لیکن رسولؐ نے اصحاب کو دیکھتے ہی پوچھا علیؑ کہاں ہیں؟ سب کے سب اس امید میں آئے تھے کہ دیکھیں کس کو علم ملتا ہے' اس میں حضرت ابوبکر، عمر، عثمان بھی تھے صرف علیؑ نہیں تھے. لیکن پیغمبرؐ نے کسی کی طرف توجہ نہیں دی صرف علیؑ کو پوچھا حالانکہ جب فضیلت کی ترتیب خلافت کی ترتیب پر ہے تو سب سے پہلے ابوبکر کے بارے میں سوال کرنا چاہیئے تھا. اگر وہ نہ ہوتے تو عمر کو پوچھتے وہ بھی نہ ہوتے تو عثمان کو پوچھتے. جب وہ بھی نہ ہوتے تب علیؑ کا نمبر آتا کیونکہ وہ چوتھے خلیفہ تھے. لیکن رسولؐ نے پہلا سوال علیؑ کے لئے کیا کہ علیؑ کہا ہیں؟ پھر علی کے آنے پر کہا اے علیؑ قلعہ کو فتح کرو اور دشمن کو دفع کرو. یہ نہیں فرمایا. اے ابوبکر یا ابوبکر کہاں ہیں؟ لیکن اس کے باوجود علیؑ سے ابوبکر اس لئے افضل ہیں کہ ابوبکر پہلے خلیفہ ہیں اور علیؑ چوتھے ــــــ

اس منطق کا نتیجہ یہ ہے کہ دیگر انبیاء افضل ہوں اور ہمارے نبیؐ سب سے کم فضیلت والے ہوں کیونکہ یہ سب کے آخر میں ہیں. حالانکہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ آپ تمام انبیاء سے افضل ہیں اور سب کے سردار ہیں تو پھر حضرت علیؑ کو بھی سارے خلفاء سے افضل اور سب کا سردار ماننا چاہیئے۔

محمد ابن عبدالوہاب کے پوتے سے منقول ہے یہ اپنے جد کے کلام کی شرح فتح المجید کے ص ۹۰ پر کرتے ہوئے ابن تیمیہ سے نقل کرتے ہیں: حدیث لاعطین الرایۃ الخ اس بات کی دلیل ہے کہ علیؑ کے ظاہری و باطنی ایمان کی گواہی خود رسولؐ خدا دے رہے ہیں اور یہ ثابت کر رہے ہیں کہ علیؑ خدا اور رسولؐ کو دوست رکھتے ہیں. اور مومنین پر واجب ہے کہ ان سے موالات برتیں۔

اسی طرح ابن تیمیہ نے عقیدہ واسطیہ (میں جو الرسائل التسع میں موجود ہے) کے ص ۱۴

پر فرماتے ہیں: ہم اہلبیت رسولؐ سے محبت کرتے ہیں اور اہل بیت کے بارے میں رسولؐ خدا کی وصیت کو محفوظ کئے ہیں جو آپ نے غدیر خم کے موقع پر فرمایا تھا: مسلمانو! میں تمکو اپنے اہلبیت کے بارے میں اللہ کو یاد دلاتا ہوں اور آپ نے اپنے چچا عباس سے جب انھوں نے رسولؐ سے شکایت کی کہ "بعض اہل قریش مجھ پر ظلم کرتے ہیں" فرمایا: اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک تم لوگوں کو میری قرابت کی وجہ سے اور خدا کی خاطر دوست نہ رکھیں۔ نیز یہ بھی فرمایا: خدا نے پوری دنیا میں بنی اسمٰعیل کو منتخب کیا اور بنی اسمٰعیل میں کنانہ کو منتخب کیا اور کنانہ میں قریش کو منتخب فرمایا اور قریش میں بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں مجھ کو۔

جب خدا نے اپنے نبی کو بنی ہاشم سے منتخب کیا جو صفوۃ الصفوۃ ہیں تو ان کا خلیفہ بھی اہلبیتؑ ہی میں سے ہونا چاہیئے کیونکہ یہ بھی صفوۃ الصفوۃ ہیں۔ علم و دین کی منطق تو یہی ہے مگر جو لوگ تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیتے ہوں ان سے ایسی توقع فضول ہے۔

احادیث

وہابی حضرات کا عقیدہ ہے کہ رسولؐ خدا سے مروی بہت سی حدیثیں جعلی و من گھڑت ہیں۔ یہ عقیدہ صحیح ہے شک سے بالا ہے۔

جاہل معذور نہیں ہے

اگر مسلمان کلمہ توحید کو ایمان کی حالت میں جاری کرے اور حرمت کی جہالت کی بنا پر قبروں کی زیارت کرے تو مشرک ہو جاتا ہے اور یہ جہالت قابل عفو نہیں ہے (تطہیر الاعتقاد

ص ۲۵ اور الرسائل العلمیۃ التسع ص ۹۱) صاحب فتح المجید ص ۴۰۶ پر فرماتے ہیں: اس بدعت کا سبب ان کی جہالت ہے اور ناسمجھی ہے۔ یعنی جو شخص لاعلمی کی صورت میں بھی مخالفت کر ڈالے وہ بدعتی ہے چاہے وہ جاہل قاصر ہو جاہل مقصر نہ ہو۔

اجتہاد و تقلید

وہابی حضرات کہتے ہیں اگر نص موجود ہو تو نہ چاروں مذہب کے اماموں میں سے کسی ایک کی اور نہ ان کے علاوہ کسی اور کی تقلید جائز ہے۔ البتہ اگر نص موجود نہ ہو تو چاروں اماموں میں سے کسی ایک کی تقلید جائز ہے ان کا استدلال یہ ہے کہ خود چاروں امام تقلید جائز نہیں سمجھتے تھے اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ ابو حنیفہ، مالک، شافعی، ابن حنبل یہ لوگ شریعت کے بہت سے احکام سے جاہل تھے اس لئے ان کی تقلید جائز نہیں ہے چنانچہ " فتح المجید کے ص ۳۸۸ پر یہ عبارت درج ہے کہ اگر سنت واضح موجود ہو تو ان ائمہ نے اپنی تقلید سے ممانعت کی ہے کیونکہ یہ خود جانتے تھے کہ بہت سی ایسی باتیں ہیں جس کو یہ لوگ نہیں جانتے مگر دوسرے جانتے ہیں اور اس قسم کی چیزیں بہت ہیں۔ انتہی۔

یہی وجہ ہے کہ اگر نص موجود ہے تو وہابی لوگ نہ ابن حنبل کی تقلید کرتے ہیں اور نہ کسی اور کی البتہ اگر نص موجود نہیں ہے تو ابن حنبل کی تقلید کرتے ہیں یعنی ان لوگوں کے نزدیک ابن حنبل کے قول کی ذاتی طور پر اہمیت ہے اور ابن حنبل کے قول ان لوگوں کے نزدیک ایک قاعدہ کی حیثیت رکھتے ہیں کہ جب ان کو کتاب و سنت سے کوئی دلیل نہیں ملتی تو یہ اس قاعدہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ابن حنبل کے قول کی حیثیت وہابیوں کے یہاں ایسی ہے جیسے اہلسنت کے یہاں قیاس اور شیعوں کے یہاں عقل کی حیثیت ہے۔ پس یہ لوگ ایک ہی وقت میں مجتہد بھی ہیں اور مقلد بھی۔ نص سے حکم حاصل کرنے میں اور حدیث کو قوی اور ضعیف بنانے میں یہ لوگ مجتہد ہیں لیکن اگر نص نہ ہو تو ابن حنبل کے مقلد ہیں ۱۲۵۵ھ میں

مکہ مکرمہ میں سعودی شاہ عبدالعزیز نے ایک تقریر کی تھی اس میں یہ کہا تھا: ہمارا مذہب یہ ہے کہ جہاں دلیل موجود ہوتی ہے ہم دلیل کی اتباع کرتے ہیں لیکن جہاں پر دلیل نہ ہو بلکہ صرف اجتہاد کی گنجائش ہو تو وہاں پر ہم ابن حنبل کے اجتہاد کو مانتے ہیں ـــ

ان باتوں سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ کوئی شخص نص سے استخراج حکم نہیں کر سکتا جب تک وہ رتبۂ اجتہاد تک نہ پہنچا ہو' اور رتبۂ اجتہاد کو وہی پہنچ سکتا ہے جس میں بھرپور صلاحیت ہو مثلاً حقیقی و مجازی معنی میں مفہوم و منطق میں' مجمل و مبین میں' ناسخ و منسوخ میں' عام و خاص میں' مطلق و مقید میں' خبر صحیح و خبر ضعیف میں خبر معارض و غیر معارض میں تمیز کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو' دو متعارض حدیثوں میں اخبار علاجبہ کے مطابق عمل کر سکتا ہو' اجماع اور اختلاف کے مقامات کو جانتا ہو۔ جب یہ ساری باتیں کسی میں موجود ہوں گی تو وہ مجتہد ہو سکتا ہے اور نص سے حکم کا استخراج کر سکتا ہے اور پھر اس کے اوپر اپنے فہم و اجتہاد کے مطابق عمل کرنا واجب ہوگا۔ چاہے وہ اجتہاد واقع و نفس الامر میں صحیح ہو یا غلط! لیکن اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کرنا اسی وقت جائز ہوگا جب تک اس کو اپنی غلطی کا علم نہ ہو جائے۔ نیز اس میں یہ بھی صلاحیت ہو کہ اگر نص موجود نہیں ہے تو اس اصل عمومی سے جس کے اعتبار و حجیت پر نص قطعی یا عقل فطری دلالت کر رہی ہو اس سے استخراج حکم کرنے کی استعداد و صلاحیت رکھتا ہو اور جو شخص اجتہاد نہ کر سکتا ہو یا عدم نص کی صورت میں اصل عمومی سے استنباطِ حکم نہ کر سکتا ہو وہ نص کو سمجھنے سے اور نص سے استنباطِ حکم کرنے سے بدرجہ اولیٰ عاجز ہوگا۔

مختصر یہ کہ یہ شخص یا مجتہد ہوگا یا غیر مجتہد اگر مجتہد جامع الشرائط ہے تو اس پر مطلقاً تقلید حرام ہے نص موجود ہو یا نہ موجود ہو کیونکہ جو شخص حق کو دلیل سے سمجھ لیگا اس میں وہ کسی کی تقلید نہیں کر سکتا بلکہ اس اعتبار سے وہ احمد بن حنبل' مالک' شافعی اور ابو حنیفہ کی طرح ہوگا اور اگر اس کے اندر شرائط اجتہاد نہیں پائے جاتے تو اس پر تقلید واجب

ہے جیسا کہ قرآن نے کہا ہے " فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون "
پس اس سے ثابت ہوا کہ وہابیوں کا یہ کہنا کہ اگر نص موجود ہو تو اجتہاد واجب ہے اور نص موجود نہ ہو تو اجتہاد حرام ہے یہ تخصیص بلا مخصص ہے اور بلاوجہ مطلق کو مقید بنانا ہے بلکہ یہ تقسیم تقسیم الشئی الی نفسہ والی غیرہ ہے۔

اولیائے کرامات

وہابی حضرات اولیاء کے کرامات کے قائل ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ خداوندعالم ان کے ہاتھوں پر خارق عادت چیزیں جاری کرتا ہے مختلف علوم میں اور مکاشفات میں اور قدرت وتاثیر کے اقسام ان کے ہاتھوں سے سرزد ہوتے ہیں[۱] (الرسائل العلمیۃ التسع ص ۱۴۹)
اس کا مطلب یہ ہوا کہ مومن صالح دعا کے ذریعہ غیب جان سکتا ہے' مشرق میں رہتے ہوئے مغرب والوں کو دیکھ سکتا ہے' مغرب میں رہتے ہوئے مشرق والوں کی آواز سن سکتا ہے' پانی پر زمین کی طرح چل سکتا ہے' کوّے کی طرح ہوا میں اڑ سکتا ہے بلکہ وہ سمندروں اور نہروں کو خشک کر سکتا ہے' زمین کو طوفان میں غرق کر سکتا ہے یہ سارے کام دعا سے اور محض ایک کلمہ یا چند کلمے کے زبان پر جاری کرنے سے کر سکتا ہے۔ کسی علم اور آلات کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اس قول کی صحت یا بطلان کے بارے میں بحث نہ کروں گا۔
میں تو وہابیوں سے صرف ایک سوال کرنا چاہتا ہوں انھیں کے عقائد کی

---

[۱] کتاب الرسائل العلمیۃ التسع میں ان لوگوں کی طرف کرامات اولیاء پر ایمان لانے کی نسبت دی گئی ہے اور یہ وہ کتاب ہے جس کی نشاندہی مجھے وہابی علماء نے مکہ مکرمہ کے زمان قیام میں کی تھی اور اگر یہ کتاب ان کے صحیح مصادر میں سے نہ ہوتی تو یہ لوگ اس کو چھاپ کر مفت تقسیم نہ کرتے البتہ صاحب فتح القدیر کی عبارت سے نفی کرامات کا اشعار ہوتا ہے۔

بنا پر[1]۔ اور وہ سوال یہ ہے : جب کسی ولی کے پاس یہ کرامات اور ایسی قدرت ہے تو کیا اس سے دعائے خیر اور ہدایت الی الحق کا سوال کر سکتے ہیں؟ جیسے عالم سے علم کا اور حکیم سے دوا کا سوال کیا جاتا ہے؟ اب اگر یہ جائز ہے تو پھر نبیؐ کے واسطہ سے خدا سے شفاعت کرنے والا مشرک کیونکر ہو سکتا ہے؟ اور اگر آپ کہیں یہ ناجائز ہے تو پھر ولی کے پاس نہ کوئی چیز ہے نہ کوئی کرامت۔

جادو

وہابی جادو اور جادوگر پر بھی عقیدہ رکھتے ہیں۔ اور جادو کا سیکھنا ان کے نزدیک بہت آسان ہے بشرطیکہ انسان کافر ہو جائے اور بڑے بڑے گناہ کرنے لگے مثلاً قرآن مجید کو (معاذاللہ) پاخانے میں رکھ دے۔ اس سے پہلے جہاں ہم نے وہابیوں کے اقوال اور قبور ائمہ کے پاس شیعوں کی مناجات دونوں میں تقابل کیا ہے وہاں اس کی کچھ مثالیں بھی ذکر کی ہیں "قبور ائمہ کے پاس شیعوں کی دعائیں" والی بحث کو ملاحظہ فرمائیں۔

یہاں ہم اس چیز کا ذکر کریں گے جس کو صنعانی کے جادو پر اعتقاد اور سیکھنے کے طریقہ کو بطور حجت بیان کیا ہے چنانچہ تطہیر الاعتقاد کے ص ۱۵ پر فرماتے ہیں: احادیث سے ثابت ہے کہ شیاطین اور جن، سانپ اور اژدہوں کی شکل میں آتے ہیں۔ اور یہ بات یقینی ہے۔ اور مجذوبوں کے ہاتھوں میں جو اژدہے ہوتے ہیں یہ وہی شیطان ہیں جو روپ بدلے ہیں اور یہ جادو کے اقسام سے بھی ہو سکتا ہے۔ سحر کی کئی قسمیں ہیں اور اس کا سیکھنا بھی کچھ دشوار نہیں ہے۔ بلکہ اس میں سب سے اہم چیز کفر اور محترم چیزوں

---

[1] : میرے نظریہ سے کرامت صرف سچائی اور اخلاص کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

(مثلاً قرآن) کو بیت الخلاء میں رکھنا وغیرہ ہے۔ لہٰذا مجذوبوں کے ہاتھوں میں جو از قسم کرامات اور خارق عادات چیزیں دیکھی جاتی ہیں تم ان سے دھوکہ نہ کھانا۔ کیونکہ افعال میں جادو کا بہت اثر ہوتا ہے۔ یہ لوگ اسی طرح بہت سی چیزوں کو ان کی حقیقت کے برخلاف سحر وجادو کے ذریعہ دکھاتے ہیں۔ حقیقت سے برخلاف مراد یہ ہے کہ جادوگر انسان کو پتھر اور پتھر کو انسان بنا کر دکھا سکتا ہے۔

اب میں بغیر کسی کینہ یا غصہ یا اعصابی کمزوری کے اور بہت صبر وسکون کے ساتھ اپنے پڑھنے والوں سے چاہتا ہوں کہ صنعانی کی کتاب "تطہیر الاعتقاد من ادران الالحاد" کا مطالعہ کریں اور ص ۴۸ کی اس عبارت کو دیکھیں: مزارات اور قبے اسلام کے تباہ کرنے اور اس کی بنیادوں کو کھوکھلی کرنے کے اسباب ہیں!

دونوں کو پڑھیئے اور مقابلہ کیجئے، کہ ایک طرف تو یہ عقیدہ ہے کہ جادو کا سیکھنا بہت ہی آسان ہے بس اس کا دروازہ کفر ہے اور قرآن کو غلاظت میں ڈالنا ہے اور دوسری طرف یہ عقیدہ ہے کہ شعائر اللہ کی تعظیم کے لئے رسول و آل رسولؐ کے مزاروں پر قبوں کی تعمیر میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اب صنعانی نے جس طرح سحر سیکھنے کا طریقہ بتایا ہے کہ قرآن کو غلاظت میں ڈالا جائے اور دیگر مسلمانوں نے شعائر اللہ کی تعظیم کے لئے قبوں کی تعمیر کو کہا ہے۔ دونوں میں کون اچھا ہے اور کون برا ہے؟ صنعانی کا یہ کہنا کہ قرآن کو غلاظت میں رکھنے والا اگر کسی چیز کے لئے کہدے کہ ہو جا تو وہ فقط ہو جاتی ہے۔ اور اسی کے ساتھ قبروں پر مسجدوں کی تعمیر گنبدوں کا بنانا حرام ہے۔ ان دونوں باتوں کو دیکھئے اور نتیجہ نکالئے اور بتایئے کہ دونوں عقیدوں میں کون عقیدہ شرک والحاد کا ذریعہ ہے؟ اور کون اسلام کو منہدم کرنے کا ذریعہ ہے؟ قرآن کو غلاظت میں ڈالنا یا شعائر اللہ کی تعمیر! اور دونوں میں کس عقیدہ والے کو الحاد سے پاک کرنے کی ضرورت ہے ـــ لیکن آپ کا شعور، عقل وفطرت کیا کہتی ہے؟ اس سے ان لوگوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا جن کا پہلا اور آخری نظریہ مسلمانوں کو کافر بنانا ہے۔ اور ہماری اور آپ کی اور تمام لوگوں

کی طرف وہ اسی نظر سے دیکھتے ہیں جب تک آدمی توبہ کر کے وہابی نہ بن جائے

امر بمعروف

وہابی لوگ امر بمعروف ونہی از منکر کے وجوب کا اس لئے عقیدہ رکھتے ہیں کہ نص وارد ہوئی ہے اور یہ بات درست بھی ہے کہ امر بمعروف واجب ہے باین معنی کہ اگر شریعت نہ کہتی تو یہ واجب نہ ہوتا چاہے اس کے وجوب کا فیصلہ عقل کرتی ہو جیسا کہ معتزلہ اور امامیہ کا عقیدہ ہے یا وجوب کا فیصلہ شریعت کرتی ہو جیسا کہ وہابیوں اور اشاعرہ کا عقیدہ ہے بہرحال نتیجہ دونوں کا ایک ہی ہے کہ واجب ہے۔

لیکن اسی کے ساتھ وہابیوں کا یہ عقیدہ دیکھئے کہ وہ ہر فاسق و فاجر کے پیچھے نماز جائز سمجھتے ہیں (الرسائل العلمیۃ القسع ص ۱۵۰) یہ تو منکر کے ارتکاب کی تحریص و تشجیع ہے یہ عقیدہ وجوب نہی از منکر کے عقیدہ کے خلاف ہے۔

ظالم حاکم

حنبلی حضرات مع وہابیوں کے ظالم د جابر، خود رای، فاسق، حاکم کے خلاف خروج کرنے کو جائز نہیں سمجھتے بلکہ اس کی اطاعت کو واجب جانتے ہیں جیسا کہ کتاب "الاحکام السلطانیہ" — جو ایک حنبلی کی تالیف ہے — میں ہے اور ان لوگوں نے أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ — خدا کی اطاعت کرو اور رسولؐ و صاحبان امر کی اطاعت کرو — سے استدلال کیا ہے۔

ہم اس موقع پر سعودی شاہ عبدالعزیز کی اس تقریر کا جو انہوں نے رؤسائے بلاد کے سامنے ۱۶ محرم ۱۳۹۵ھ کو طائف میں کی تھی، ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ انھوں نے کہا: ہمارے ساتھ کے لوگ

تین طرح کے ہیں۔ ۱۔ محب و مساعد ہیں ۲۔ نہ محب ہیں نہ مساعد ۳۔ صرف معاند و دشمن ہیں۔ پہلے قسم کے لوگ جو ہیں ان کے جو بھی خواہ ہیں وہ ہمارے لئے ہے اور جو ان کے خلاف ہے وہ ہمارے خلاف ہے۔ دوسرے قسم کے لوگوں کو سمجھانے کے لئے ہم کوشش کرتے ہیں لیکن تیسرے قسم کے لوگوں کی جزا وہی ہے جو قرآن نے کہا ہے:

إِنَّمَا جَـــزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَن يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم مِّنْ خِلَافٍ أَوْ يُنفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ۚ ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ (سورہ مائدہ آیت ۳۳)

جو لوگ خدا اور رسولؐ سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد کی کوشش کرتے ہیں ان کی جزا یہ ہے کہ یا تو ان کو قتل کردیا جائے یا پھانسی دے دی جائے یا ان کے ہاتھوں، پیروں کو الٹا کاٹ دیا جائے یا ان کو ملک بدر کردیا جائے دنیا میں یہی ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں تو ان کے لئے بڑا عذاب ہے ہی۔

اب آپ بتلائیے حریت کہاں ہے؟ جمہوریت کہاں ہے؟ عدل و انصاف کہاں گیا؟ امر بمعروف و نہی از منکر کہاں گیا؟ یہ آیت ان لوگوں کے لئے نازل ہوئی ہے جو ڈاکہ ڈال کر لوگوں کا مال لوٹ لیتے تھے، چھین لیتے تھے لوگوں کو قتل کرڈالتے تھے۔ امن عامہ میں رخنہ اندازی کرتے تھے، کسان و اس کی زراعت مزدور اور اس کے پیسے میں حائل بن جایا کرتے تھے۔ لیکن حاکم سے معارضہ کرنا اس کی ہر رائے کی مخالفت کرنا یا اکثر رائے کی مخالفت کرنا ایسا جرم نہیں ہے جس پر آسمانی شریعتوں نے یا دنیاوی مذہبوں نے ایسی سزا مرتب کی ہو۔ ابوبکر و عمر اور ان کے علاوہ دیگر حکام نے پہلے بھی اور اب بھی مخالفین کو گلے لگایا ہے اور میدان عمل میں ان کے لئے گنجائش رکھی ہے ان کے قتل، پھانسی، ملک بدری، ہاتھ پاؤں کاٹنے کو ضروری نہیں قرار دیا ہے۔

گناہ کرنے والے

خوارج کا عقیدہ ہے کہ گناہ کبیرہ کرنے والا کافر ہے اور مخلد فی النار ہے۔ اشاعرہ و امامیہ نے کہا ہے: وہ مومن ہے مگر گنہگار بھی ہے۔ معتزلہ نے کہا ہے وہ گنہگار اور کافر کے درمیان کی ایک منزل میں ہے۔ مگر وہابیوں نے ایک چوتھا قول ایجاد کیا ہے کہ جو لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے دو باتوں میں سے ایک کا بہرحال اس کے لئے ارتکاب ضروری ہوگا۔ ۱۔ کلمہ توحید بغیر شرک باللہ کے جاری کرتا ہے یعنی نہ قبروں کی زیارت کرتا ہے نہ ان پر مقبرہ و مسجد بناتا ہے، نہ ان کے پاس نماز پڑھتا ہے، نہ ان کے لئے نذر کرتا ہے، نہ ان کو چھوتا ہے، نہ چومتا ہے، نہ ان کے گرد طواف کرتا ہے — کیونکہ اگر یہ کام کرتا ہے تو مشرک ہے۔ ۲۔ کلمہ توحید کا جاری کرنے والا مندرجہ ذیل امور کا ارتکاب بھی کرتا ہے۔ پہلی قسم والے سے نہ کچھ پوچھا جائے گا نہ اس کا حساب ہوگا چاہے وہ پوری دنیا کے برابر گناہ کئے ہو چنانچہ فتح المجید کے ص ۵۴ پر ہے: خالص توحید یہ ہے کہ وہاں شرک کا شائبہ بھی نہ ہو تو پھر گناہ کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ کیونکہ توحید خالص محبت الٰہی تعظیم و اجلال خداوندی پر مشتمل ہے۔ خوفِ خدا اور رجا سے مملو ہے اس لئے سارے گناہ دھل جائیں گے خواہ وہ زمین کے برابر ہوں اور (دوسری بات یہ بھی ہے کہ) نجاست عارضی چیز ہے اور اس کو دور کرنے والی شے بہت قوی ہے۔

یہ مطلب بکلا شیعہ عقیدہ کے مطابق ہے کہ: علیؑ کی محبت ایسا حسنہ ہے جس کے ساتھ کوئی گناہ مضرت رساں نہیں ہے۔ اور قرآن ان دونوں کی تکذیب کرتا ہے ارشاد ہے: فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ — جو ذرہ برابر نیکی کرے گا اس کو اس کی جزا ملے گی اور جو ذرہ برابر برائی کرے گا اس کو اس کی سزا ملے گی۔ (سورہ زلزال آخری آیات)

اور دوسری قسم والے یعنی جو قبروں کی زیارت کرتے ہیں وہ شرک و کافر ہیں ان کا کوئی عمل قابل قبول نہیں ہے نہ نماز نہ روزہ نہ خیرات نہ زکات ـــــ ظاہر سی بات ہے کہ ان لوگوں نے پہلے موحد (یعنی پہلی قسم) سے صرف وہابیوں کو مراد لیا ہے اور دوسری قسم سے بغیر استثناء تمام مسلمانوں کو مراد لیا ہے اور اس کی دلیل ہم پہلے ہی تحریر کر چکے ہیں ، مزید تاکید کے لئے فتح المجید کے ص ۱۰۱ کی عبارت ملاحظہ فرمایئے : جیسا کہ اس امت میں موجود ہے ـــــ یعنی امت محمدؐ اور جو چیز موجود ہے وہ عصیان ہے ـــــ اور یہی شرک اکبر ہے جو توحید کے منافی ہے ـــــ یہاں تک کہ فرمایا: ان لوگوں نے ان تمام چیزوں کو ثابت کیا ہے جس کی توحید نے نفی کی ہے اور توحید نے جس کو ثابت کیا ہے اس کو انھوں نے ترک کر دیا ہے !

اسی عقیدہ اور اسی قول میں سعودیہ کی پسماندگی کا راز پوشیدہ ہے ۔ اور یہاں لوگ کسی شوریٰ یا انتخاب کے بغیر لوگوں کی گردنوں پر مسلط ہو جاتے ہیں ، جن کو اپنی ذمہ داری کا کوئی احساس ہی نہیں ہوتا ۔ پبلک کے ذخیرے یہ بینکوں میں محفوظ کر دیتے ہیں ۔ مرض ، جہالت ، مفلسی کا دور دورہ ہے لیکن یہ سب باعث ذلت و رسوائی نہیں ہے کیونکہ وہابی امراء اور شیوخ توحیدِ خالص کا عقیدہ رکھتے ہیں ، اس عقیدہ کے بعد کوئی گناہ ان کے ذمہ باقی نہیں رہتا چاہے وہ زمین کے برابر ہو ـــــ

بہرحال میرا خیال یہ ہے کہ تاریخ میں ایسا ظالم ، جابر ، متعصب ، جامد گروہ وہابیوں کی طرح نہ تو اب تک گزرا ہے اور نہ گزرنے کی امید ہے اور نہ میں نے کسی گروہ کو ایسا دیکھا ہے کہ جو وہابیوں کی طرح مغز کو چھوڑ کر سارا زور چھلکے پر صرف کرتے ہوں ہیں ان لوگوں کی پہلی اور آخری مثال پیش کرتا ہوں جس سے ان تمام باتوں کی تصدیق ہو جائے گی جو میں نے ان لوگوں کے بارے میں نقل کیا ہے اور ان کا فکری جمود بھی واضح ہو جائے گا اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ یہ لوگ روح اسلام اور حقیقت اسلام سے کتنی دور ہیں ۔ وہ مثال

یہ ہے : انسان کے لئے یہ تو جائز ہے کہ وہ سیکڑوں کیا ہزاروں غلام وکنیز حاصل کرلے لیکن اس کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ اپنی زبان سے اس کو کہہ سکے مثلاً "یہ میرا غلام ہے یا یہ میری کنیز ہے" کا کہنا قطعاً جائز نہیں ہے کیونکہ یہ بات اس توحید خالص کے منافی ہے جس کے ساتھ سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں چاہے وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔ البتہ لوگوں کو غلام بنانا اور ان غلاموں کے ساتھ وہی برتاؤ کرنا یہ سب جائز ہے اور شرک نہیں ہے لیکن اسی بات کو زبان سے کہنا اور اس کو زبان پر جاری کرنا شرک ہے (یہ بات وہابیوں کی معتمد کتاب التوحید میں موجود ہے)

جو لوگ عارف باللہ ہیں وہ اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ سب سے بہتر اطاعت اور سب سے افضل عبادت یہ ہے کہ کوئی شخص قربۃً الی اللہ کسی انسان کے ساتھ عمل خیر انجام دے اور یہ عمل خیر انجام دینے والا خداوند عالم کے علاوہ کسی سے نہ خیر کا طالب ہو نہ شکریہ کا ــ ہزاروں درود اور لاکھوں سلام امام موسیٰ کاظمؑ کے اوپر ہوں کہ آپ نے فرمایا : خدا کا ایک عرش ایسا بھی ہے جس کے زیر سایہ صرف وہی حضرات رہ سکتے ہیں جو اپنے برادر مومن کے ساتھ کوئی احسان کریں یا اس کی تکلیف کو دور کریں یا اس کی کوئی حاجت روائی کریں۔

وحدانیت وعبادت

رسول کون ہو سکتا ہے؟

جب تک کسی کے پاس ایسا واضح اور عمومی ہدف نہ ہو کہ جس کے پس پشت کوئی ذاتی منفعت کارفرما نہ ہو اس وقت تک کوئی آدمی رسول نہیں ہو سکتا بلکہ رسول کا مومن ہونا اور مضبوط عقیدہ والا ہونا اور اس عقیدہ کے لئے کام کرنے والا ہونا چاہیئے۔ رسول کے لئے ضروری ہے کہ اپنے دین وعقیدہ کے لئے اپنی ہر عزیز چیز تک کو قربان کردے یہاں تک کہ

اپنے جان و مال کی بھی پرواہ نہ کرے اور اپنے دین و عقیدہ سے کسی قیمت پر پیچھے نہ ہٹے۔ قیمت چاہے جو ہو۔ کیونکہ دین و عقیدہ ہی اس کا ہدف ہے اور اس کے علاوہ ساری چیزیں اس کے لئے وسیلہ ہیں۔ اسی طرح رسول کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کا نقطۂ نظر معلوم ہو اور بہت باریک بینی کے ساتھ محدود بھی ہو۔

لیکن اگر کسی کے پاس کوئی واضح ہدف نہ ہو یا ہو مگر اس سے ذاتی ترویج مراد ہو یا ذاتی ترویج بھی مراد نہ ہو لیکن وسیلہ مجہول ہو یا وسیلہ معلوم ہو مگر اس وسیلہ کو عمل میں نہ لائے بلکہ صرف صُدفہ اور اتفاق پر بھروسہ کرے تو وہ شخص ہرگز رسول نہیں ہو سکتا۔ اور اگر اس قسم کا کوئی آدمی دعویٰ کرتا ہے تو جھوٹا ہے۔ رہی رسول کی شخصیت کی عظمت اور اس کی قوت و صلابت کہ جس سے وہ رسول فائدہ اٹھاتا ہے تو یہ چیز نفاذ رسالت کے لئے تو ضروری ہے لیکن رسالت کی حقیقت و مفہوم میں اس کو کوئی دخل نہیں ہے۔

عمومی رسالت

محمدؐ رسول اللہ کی رسالت کا ہدف نہ تو صرف قریش والے تھے اور نہ تنہا عرب تھے بلکہ صرف مشرق والوں کے لئے بھی آپ کی رسالت محدود نہیں تھی آپ کی رسالت کا ہدف پوری بشریت تھی چاہے وہ عرب ہوں یا عجم اور ہر زمانے کے لئے تھی۔ اور نہ اس کا دائرہ اختیار صرف روحانی زندگی اور اس کے حدود کا پابند تھا اور نہ صرف مادیت کے حدود میں مقید تھا اور نہ کسی ایک یا چند مخصوص جہات پر مشتمل تھا۔ بلکہ وہ تمام جہات پر اور ہماری اس زندگی اور آخرت کی زندگی کے تمام اقسام پر حاوی تھا۔ بلکہ یہ کہنا بہتر ہے کہ کائنات کی ابتداء سے انتہا تک پر مشتمل تھا اور پیغمبرؐ اسلام کی اس عمومی رسالت کا فطری نتیجہ تھا کہ اس پر دو چیزیں مرتب ہوں۔

اوّل: محمدؐ کی رسالت خدا کی طرف سے تھی کیونکہ یہ بات محال ہے کہ کوئی بھی انسان

اتنی بڑی چیز کا ازخود متحمل ہو یا اتنا بڑا دعویٰ کر سکے چاہے وہ کتنا ہی صاحب علم وفضل ہو۔ اور اگر اس نے اتنا بڑا خطرہ مول لے لیا اور ایسا دعویٰ کر بیٹھا تو ناکامی اس کا مقدر ہوگی اور وہ کوئی کارنمایاں انجام نہیں دے پائے گا۔ اتنا بڑا اہم کام یا ایسی عمومی رسالت ایسی ہی ذات کی طرف سے ہوسکتی ہے جس کا علم ہر شئے پر محیط ہو۔ اور ایسی رسالت کو دوام و قیام حاصل نہیں ہوسکتا جب تک اس کی پشت پناہی کوئی مدبر قدیر نہ کر رہا ہو۔ اور کسی خدائے قدیر کی عنایت شامل حال نہ ہو۔ اسی لئے محمدؐ نے اپنی رسالت کا اسناد اس ذات کی طرف کیا ہے جو ہر شئے کی خالق ہے، ہر شئے کو جاننے والی ہے۔ اپنی شخصیت و عقل و عبقریت پر اعتماد نہیں کیا۔ اور بانگ دہل یہ اعلان کر دیا کہ وہ ایک انسان ہیں اور اسی کے بندے ہیں جس نے کائنات کو خلق کیا اور وہ بھی وہی کرتے ہیں جو تمام لوگ کرتے ہیں اور وہ اپنی ذات کے لئے نفع وضرر کے مالک بھی نہیں ہیں۔ بس وہ اللہ کے ایسے رسولؐ تھے جن پر وحی آیا کرتی تھی اور بغیر مرضی الٰہی وہ اتصال باللہ بھی پیدا نہیں کر سکتے تھے۔

دوم : عمومی رسالت کی دلالت اس بات پر بھی ہوتی ہے کہ محمدؐ خاتم النبیین اور خاتم المرسلین تھے کیونکہ دنیاوی زندگی ہو یا اُخروی دونوں کا کوئی ایسا گوشہ باقی نہیں رہا کہ جس کے بیان کی ضرورت بعد کے لئے رہ گئی ہو یعنی انسان کا دینی تجربہ" اس کتاب الٰہی کی وجہ سے جس میں ہر شئے کا بیان ہے خواہ اجمالاً ہو یا تفصیلاً اور اس آسان شریعت کی وجہ سے جس نے اوامر و احکام الٰہی، وسنن رسالت پناہی کو بیان کر دیا ہے، انتہا کو پہنچ چکا ہے اور اس شریعتِ ابدیہ وخالدہ کا عالم یہ ہے کہ ہر سابق اپنے لاحق کے لئے بیان کر دیتا ہے، اس کے لئے اب کسی جدید رسول کی ضرورت نہیں ہے۔

اور جب تمام وہ احکام جنکو رسولؐ خدا نے بیان کر دیا ہے اور تمام وہ بیانات جو آپ کی رسالت سے متعلق ہیں، جن کی پشت پر ایک بلند حقیقت ہے، تو اس حقیقت کی

معرفت اس پر ایمان لانا اس کا یقین کرنا واجب ہے اور پروردگار عالم نے اپنے نبی کریم کی زبانی غور و فکر کے ذریعہ اس کی معرفت کے طریقے بیان بھی کر دیئے۔ ایمان کی حد بندی کلمہ توحید ہے اور اذعان کی حد بندی اوامر و نواہی میں اس کی اطاعت و عبادت ہے۔

معرفت کے طریقے

خداوند عالم نے مانوس بشری وسائل کے ذریعہ اپنی معرفت کے طریقے بتا دیئے منجملہ ان کے زمین و آسمان اور ان کے درمیان واقع ہونے والے عجائب و اسرار میں غور و فکر کرنا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: اِنَّ فِی السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ لَآیَاتٍ لِلْمُؤْمِنِیْنَ ـــــ یقیناً آسمانوں اور زمین کے اندر ایمان لانے والوں کے لئے نشانیاں ہیں ـــــ اسی طرح دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے: هُوَالَّذِی جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَاءً وَالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِکَ اِلَّا بِالْحَقِّ یُفَصِّلُ الْاٰیَاتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ۔ "وہ خدا وہی ہے جس نے سورج کو روشنی اور چاند کو نور بنایا اور اس کے لئے منزلیں معین کر دیں تاکہ تم سالوں کا عدد جان لو اور حساب کرو۔ ان تمام چیزوں کو اس نے برحق پیدا کیا ہے خدا اپنی نشانیوں کو جاننے والے لوگوں کے لئے تفصیل سے بیان کرتا ہے۔

جس طریقہ سے اپنے مخالف کے سامنے اپنے نظریات کے اوپر آپ دلیلیں پیش کرتے ہیں اسی طریقہ سے خداوند عالم نے اپنے بندے کے سامنے اپنی نشانیوں کو پیش کر کے ارشاد فرمایا کہ ان نشانیوں میں غور و فکر کرو اور سوچو! اپنی معرفت کے لئے جس طریقے سے خداوند عالم نے بعث و نشر کے منکرین کو مخاطب کیا ہے اور اور جس لطف و مہربانی کے طریقے کو استعمال کیا ہے اس سے بہتر ذریعہ معرفت کا ملنا ناممکن ہے چنانچہ ارشاد پروردگار عالم ہے: یَاۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّنَ

الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُضْغَةٍ ـــ اے لوگو! اگر تم کو بعث کے بارے میں شک ہے (تو ذرا اس بات کو دیکھو کہ) ہم نے تم کو خاک سے پھر نطفہ سے پھر خون بستہ سے پھر لوتھڑے سے پیدا کیا ـ یعنی جس طریقہ سے ہم نے تم کو اب پیدا کیا ہے اسی طرح دوبارہ بھی پیدا کر سکتے ہیں۔

اور اگر یہ مان لیا جائے کہ خداوند عالم نے لوگوں پر دین واجب ہی قرار نہیں دیا تو پھر وہابی حضرات یہ کیوں کہتے ہیں ؟ (مسلمانوں کو توحید کی طرف دعوت دینا واجب ہے پس ان میں سے جو اقرار کرے اس کی جان و مال محفوظ ہے اور جو اقرار نہ کرسکے اس کا خون مال، اولاد سبھی مباح ہیں) تطہیر الاعتقاد ص۳۵ و ص۳۶ ۔

اب آپ ہی بتائیے کہ دین کے بارے میں بدعتی اور گمراہ کون لوگ ہیں۔ وہابی جنہوں نے ان چیزوں کو ایجاد کیا ہے یا امت مسلمہ؟

توحید

خداوند عالم نے اپنے نبیؐ کے وسیلہ سے توحید کی حقیقت کو بیان کر دیا اور یہ بتا دیا کہ خدا ضد، شبیہ، مثل، سے مبّرہ و منزّہ ہے۔ خداوند عالم نے توحید کو بہت ہی بسیط معنی کے ساتھ اور واضح معنیٰ کے ساتھ اس طرح بیان کر دیا ہے کہ جس کو ہر عالم و جاہل چھوٹا و بڑا سمجھ سکتا ہے توحید کا مطلب ایمان کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ کہنا ہے یعنی انسان اس کلمے کو زبان پر جاری بھی کرے اور دل سے تصدیق بھی کرے بس اتنی سی بات کافی ہے اور یہ اتنی واضح حقیقت ہے کہ جس میں نہ کوئی فلسفہ ہے نہ کوئی صنعت ہے نہ کوئی قیاس ہے اور اگر حقیقت توحید اتنی واضح اور بسیط نہ ہوتی تو پیغمبر اسلامؐ بڑھیوں سے اور جنگل میں اونٹ چرانے والوں سے اسلام قبول نہ کرتے بلکہ ان لوگوں کے اسلام لانے سے پہلے اسلام کی دقّت و باریکی کو سمجھانے کے لئے درس و تدریس اور تعلیم و تعلم کا انتظام کرتے

تاکہ لوگ اسلام کو پہلے سمجھ لیں پھران پر اسلام پیش کرتے اور یا ان لوگوں کو پہلے حکم دیتے کہ تم تحصیل علم کرو یہاں تک کہ درجہ اجتہاد تک پہنچ جاؤ اور تم میں کلمہ لاالہ الااللہ سے استنباط توحید کی اسی طرح قدرت پیدا ہو جائے جس طرح مجتہد کو ادلۂ تفصیلیہ کے ذریعہ احکام شرعیہ کے استنباط کی قدرت ہوا کرتی ہے لیکن ظاہر ہے کہ ایسا کچھ بھی نہیں تھا۔ بلکہ توحید ایک واضح سی شئے تھی اسی لئے وہابیوں کا یہ قول کہ صرف کلمۂ شہادت نفع بخش نہیں ہے اور نہ اس کلمۂ شہادت پر ایمان لانا فائدہ مند ہے جب تک کہ کلمۂ شہادت کو اس کی تفصیل اور کبیر قاعدوں کے ساتھ نہ مانا جائے) بالکل فاسد اور باطل ہے۔

یہ بات بالکل بدیہی ہے کہ اسلامی اصول و قواعد صاف و پاکیزہ فطرت انسانی میں مرکز ہو جاتے ہیں اور وہ اصول ایسے ہیں کہ جن کو ہر فرد بشر سمجھ سکتا ہے اسی لئے وہابیوں نے معنی توحید میں جتنے بھی اضافے کئے ہیں اور جن سے کتابوں، رسالوں کو بھر دیا ہے وہ سب بدعت و ضلالت ہیں اور وہابی حضرات جن بدعتوں سے امت محمدؐ کو متصف کرتے ہیں اس کے زیادہ سزاوار خود وہی لوگ ہیں اور وہ چیزیں انھیں سے مناسبت بھی رکھتی ہیں۔

عبادت

خداوند عالم نے اپنے نبیؐ کے ذریعہ سے عبادت کی ایسی حد بندی کر دی ہے کہ جس کی صحیح تفسیر وحی کے بغیر ناممکن ہے مفہوم عبادت اتنا دقیق و منضبط ہے کہ جس تک نہ کسی عقل ناقد کی رسائی ممکن ہے اور نہ کسی فکر را تب کی۔ آپ ذرا ہمارے ساتھ آیئے اور رُک کر اس عجیب رسم کے بارے میں کافی طویل غور و فکر کریں تو آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ اس کائنات کے ماورا، جو عظیم قدرت ہے وہی اس کی حد بندی کرنے والی ہے نہ آپ کسی چیز سے اس کو مشابہ قرار دے سکتے ہیں اور نہ وہ عظیم قدرت کسی شئے کے مشابہ ہے چنانچہ اس قدرت کاملہ نے ہر بالغ و عاقل پر یہ واجب قرار دیا

ہے کہ وہ روزانہ طلوع فجر اور طلوع شمس سے پہلے اپنے بستر سے اٹھے اپنے چہرے کو دھوئے، کہنیوں تک دونوں ہاتھوں کو دھوئے سر و پیروں کا مسح کرے اور یہ ساری باتیں اک مخصوص طریقہ سے ادا کرے۔

جب اس کام سے فارغ ہو جائے تو اسی معیّن وقت کے اندر اپنے خدا کی بارگاہ میں کھڑا ہو اور پورے بدن کو اک مخصوص جہت میں رکھے جس میں انگلی برابر پھیر نہ ہو پھر صرف دو رکعت نماز پڑھے اور یہ دو رکعت نماز نہ تو طلوع فجر سے پہلے ہو سکتی ہے اور نہ طلوع آفتاب کے بعد ہو سکتی ہے، ان دونوں رکعتوں میں معیّن الفاظ کے ذریعے سے اپنے خدا کی تسبیح و تقدیس کرے پھر مخصوص طریقے سے رکوع کرے اس کے بعد مخصوص عنوان سے سات اعضاء پر سجدہ کرے، داہنے بائیں التفاف نہ کرے نہ الگ حرف کی کمی کرے نہ ایک حرف کی زیادتی اور ان دونوں رکعتوں کے درمیان نہ کوئی حرکت کرے نہ کوئی عمل، جب یہ کام کرلے تو اپنی ضروریاتِ زندگی میں مشغول ہو جائے اور پھر جب زوال آفتاب ہو تو انہیں حدود و قیود کے ساتھ زندگی میں مشغول ہو جائے اور پھر جب زوال آفتاب ہو تو انہیں حدود و قیود کے ساتھ چار رکعت نماز پڑھے پھر اس کے بعد اسی طرح چار رکعت اور پڑھے اس کے بعد اپنا جو کام کرنا چاہتا ہو کرے اور غروب آفتاب کے بعد پہلے صرف تین رکعت نماز پڑھے اسکے بعد چار رکعت پڑھے تب جاکر کے روزانہ کا فریضہ پورا ہوگا اور یہ کام اسے بلا استثنا ہر شب و روز کرنا پڑے گا ایسا نہیں ہے کہ ہر ہفتہ میں کسی ایک دن یہ عمل کر لیا کرے۔

اس دقت و باریکی کے ساتھ ادائیگی رسم کی دلالت اس بات پر ہوتی ہے کہ جس نے اس رسم کو واجب قرار دیا ہے وہ تمام عقلوں سے مافوق ہے اور وہ ہر صفت میں انتہائے کمال کو پہنچا ہوا ہے اب یہ کون بتا سکتا ہے کہ اس مخصوص طریقہ سے عبادت کرنے کی تاثیر بقاء بر توحید میں کس حد تک مفید ہے اور فواحش و منکرات کے روکنے میں مدد معاون ہے۔

اسی طرح پروردگار عالم نے ہر بالغ و عاقل پر ہر سال ایک قمری مہینے کا روزہ واجب قرار دیا ہے جس میں کوئی کمی و زیادتی نہیں ہو سکتی روزہ میں انسان پر واجب ہے کہ

صبح صادق سے لے کر چراغ جلے تک کھانے، پینے، عورتوں سے جماع کرنے سے پرہیز کرے اس میں ایک منٹ کی کمی، بیشی نہیں کی جا سکتی اور نہ مہینے میں ادلا بدلی ہو سکتی ہے۔ حالات جیسے چاہے ہوں۔ روزہ کو قمری مہینے کے حساب سے واجب کرنے میں یہ مصلحت ہے کہ سال کے ہر فصل میں روزہ پڑے۔ ایسا نہ ہو کہ صرف سردی میں یا گرمی میں پڑتا رہے (اس میں ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ ہر خطے کے لوگ روزہ کے فیوض و برکات کو حاصل کر سکیں۔ مترجم) روزہ کا مہینہ ختم ہونے کے بعد جس کے پاس اپنے بال بچوں کے لئے سال بھر کا خرچ موجود ہو اس پر راہ خدا میں فطرہ دینا بھی واجب ہے۔

اسی طرح ہر مستطیع پر عمر بھر میں ایک مرتبہ مخصوص لباس کے ساتھ مخصوص طواف کے ساتھ مخصوص سعی کے ساتھ حج وعمرہ واجب ہے۔ مخصوص جگہوں پر معین اوقات میں 'سونا' خوشبو' عورت' شکار کا چھوڑ دینا اور اسی قسم کے دیگر شرائط کے ساتھ صرف ایک مرتبہ حج واجب ہے۔

نیز ہر زراعت پیشہ پر سال میں ایک مرتبہ زکوٰۃ دینی واجب ہے بشرطیکہ غلہ نصاب بھر اور دیگر شرائط بھی موجود ہوں اور ہر تاجر و عامل پر سال بھر کے خرچ کے بعد جو بچ جائے اس کا خمس نکالنا واجب ہے۔

اس اختصار سے یہ بات واضح ہو گئی کہ عبادت کی چند قسمیں ہیں (۱) افعال جیسے نماز جو دن میں پانچ مرتبہ پڑھی جاتی ہے (۲) تروک ہر سال ایک ماہ کچھ چیزوں کا چھوڑنا واجب ہے اور وہ ماہ رمضان ہے (۳) افعال وتروک دونوں کا مجموعہ جیسے حج کہ اس میں کچھ چیزوں کا بجالانا ضروری ہے اور کچھ چیزوں کا چھوڑنا ضروری ہے (۴) کچھ عبادتوں کا تعلق مال سے ہوتا ہے جیسے زکوٰۃ کا کار خیر میں صرف کرنا واجب ہے۔ یہ وہ عبادتیں ہیں جو محمدؐ کے ذریعہ امت مسلمہ پر واجب کی گئی ہیں۔ ان کی حقیقت و اجزاء حدود و قیود کو بیان کر دیا گیا ہے نہ ان میں کوئی تبدیلی و تعدیل جائز ہے' نہ کاٹ چھانٹ جائز ہے۔ جو بھی ان عبادتوں کو

بجا لائے گا وہ خدا کا فرمانبردار بندہ ہوگا اور محمد مصطفیٰؐ کے احکام پر عمل کرنے والا ہوگا۔

ان عبادتوں کا فاسد ہونا نہ تو قبروں کی زیارت سے مرتبط ہے اور نہ قبروں پر مقبرہ یا مساجد کے تعمیر سے مرتبط ہے اور نہ ان عبادتوں کی صحت قبروں کی زیارت، قبروں پر مقبرہ یا مسجد کی تعمیر، انبیاء سے طلب شفاعت وطلب استغاثہ نہ کرنے پر موقوف ہے اور نہ کسی اور ایسی چیز پر موقوف ہے جس کا ذکر وہابیوں نے کیا ہے اور جو شخص عبادت کی صحت وقبولیت کو توحید کے علاوہ ان چیزوں سے یا ان کے علاوہ کسی اور چیز پر موقوف کرے وہ بدعتی ہے اور ایسا کام کرنے والا ہے کہ جس کا حکم خدا نے نہیں دیا ہے۔

وہابیوں کی بے تکی منطق ملاحظہ فرمائیے یہ عبادت کی صحت کو ترک زیارتِ قبور پر موقوف کرتے ہیں، اسی طرح عدم زیارت قبور پر توحید کو موقوف مانتے ہیں لیکن نفس محترمہ کا قتل ان کے یہاں توحید کا منافی نہیں ہے اور نہ صحتِ عبادت کا منافی ہے۔ یعنی شاعروں نے بہت اچھی بات کہی ہے۔ ؎

(قَتْلُ امْرِیٍٔ فِی غَابَۃٍ۔ جَرِیْمَۃٌ لَا تُغْتَفَرُ۔ وقتل شَعْبٍ اٰمِنٍ۔ مَسْاَلَۃٌ فِیْهَا نَظَر)

جنگل میں کسی انسان کا قتل کر دینا ایک ناقابل معافی گناہ ہے اور امن پسند عوام کا قتل کرنا ایک ایسا مسئلہ ہے جو محل نظر ہے ـــــ لیکن وہابیوں کی نظر میں جو جرم قابل عفو نہیں ہے وہ کسی انسان یا قوم کا قتل کرنا نہیں ہے بلکہ انبیاء و اولیاء کی قبروں کی زیارت کرنا اور کسی مسلمان کا یہ کہنا کہ یا رسولؐ اللہ خدا کے یہاں میری شفاعت فرمائیے''۔ یہ ایسا جرم ہے جو قابل عفو نہیں ہے۔

اے وہابیو! خدا کے دین اور محمدؐ کی شریعت کے بارے میں اللہ سے ڈرو! شریعت کے حسن وجمال کو اپنے تعصب سے بدنما نہ بناؤ۔ نور شریعت اور قوموں کے درمیان اپنی عقلوں کو حائل مت بناؤ، خدا کی حلال کردہ چیزوں کو اپنی طرف سے حرام نہ کرو، اپنے خواہش نفس سے بعض احکام کو بعض سے مت ملاؤ۔ موجودہ مسلمانوں اور قیامت تک ہونے والے

مسلمانوں کو کافر مت قرار دو کیونکہ کسی کا ایمان قوی ہوتا ہے اور کسی کا ضعیف ہوتا ہے اور کسی کا بین بین ہوتا ہے۔ ایمان کے ایک درجہ کے چلے جانے سے پورا ایمان نہیں چلا جاتا "فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ"

میں دوبارہ پھر کہتا ہوں کہ اسلام کے تمام مبادی صاف و شفاف ہیں۔ سب کے سب فطری ہیں خدا کے لئے ان کو ان کے راستے پر چلنے دو تاکہ خدا کی وسیع زمین میں اسلام پھل پھول سکے۔ ہمیں اسلام کے پھیلنے کے سلسلے میں کوئی رکاوٹ نظر نہیں آتی، ہمارا فریضہ ہے کہ ہم اسلام کے لئے باعث فخر و زینت بنیں نہ کہ باعث عیب ثابت ہوں۔

پیش کش

میں وہابیوں کے سامنے ایک پیش کش کرتا ہوں کہ ان میں جو سب سے بڑا عالم ہے اور جو سب سے زیادہ اپنے عقیدہ کا دفاع کر سکتا ہے اور دوسروں کے عقائد پر اعتراضات کر سکتا ہے۔ اس کو مسلمانوں کے علماء کے ساتھ ایک جگہ اکٹھا کر کے مناظرہ کرایا جائے۔ ہر شخص اپنے عقیدہ پر دلائل و براہین پیش کرے اور کتاب و سنّت ثابتہ اور منطق عقل کی بنیاد پر بہت پُر سکون انداز میں دوسرے پر اعتراض کرے اور ایک ایسے شخص کو حکم بنایا جائے جس پر دونوں کو وثوق و بھروسہ ہو اور عقیدہ کے ادلہ اور اصول کے مصادر عمومی طور سے معروف و معلوم ہوں۔ جو کچھ بھی اختلاف ہو وہ سمجھ کا ہو۔ اور اصل سے استنباطِ حکم کرنے کا ہو۔ اس کے بعد ہم کو اس پر بھی کوئی اعتراض نہ ہوگا اگر نتیجہ میں ایک اجنبی حکم ثابت ہو جائے جب تک اصولِ عقیدہ کے ساتھ اسبابِ معرفت کارفرما ہوں، اور فہم سلیم پر اطمینان و بھروسہ ہو اور انصاف و عدم انحراف پر مبنی ہو۔ اس کے بعد دلیلوں سے جو بھی غالب آجائے وہی مسلمان اور مومن مانا جائے۔ اور جو مغلوب ہو جائے وہی گمراہ و بدعتی ٹھہرایا جائے۔

یہ ایک ایسی بات ہے کہ اگر وہابی حق پر ہیں تو ان کو بے چون وچرا ہماری پیش کش کو تسلیم کرکے ہمارے ساتھ مناظرہ پر تیار ہو جانا چاہیئے (مترجم)

محمد ابن عبدالوہاب

وہابیت کے بانی جنکی طرف وہابی مذہب منسوب ہے یہی محمد بن عبدالوہاب ہیں۔ بارہویں صدی ہجری کی دوسری دہائی میں نجد کے ایک شہر ـــ جس کو عینیہ کہا جاتا ہے ـــ میں پیدا ہوئے۔ ان کے باپ اسی شہر میں قاضی تھے اور اس وقت اس شہر کے حاکم کا نام عبداللہ بن معمر تھا۔

موصوف نے علوم دینیہ کے مبادی اور کچھ فقہ اپنے باپ سے پڑھا۔ اس کے بعد حجاز چلے گئے اور چند مہینے وہاں پر اقامت پذیر رہے۔ مدینہ منورہ کے زمانہ قیام میں وہاں کے بعض شیوخ سے کچھ استفادہ کیا۔ اس کے بعد پھر نجد آگئے لیکن ابھی یہاں مستقر نہیں ہو پائے تھے کہ بصرہ چلے گئے۔ اور جب انھوں نے بصرہ میں اپنے عقائد کا اظہار کیا تو وہاں کے لوگوں نے نہ صرف یہ کہ ان کو پسند نہیں کیا بلکہ انکو وہاں سے نکال دیا۔ وہاں سے بھاگ کر یہ پھر نجد اپنے باپ کے پاس آگئے۔ اس وقت ان کے باپ عینیہ چھوڑ کر حریملہ آچکے تھے۔ اور مرتے دم تک ان کا قیام حریملہ ہی میں رہا۔ موصوف کے والد کا انتقال ۱۱۴۲ھ میں حریملہ میں ہوا۔

تاریخ الوسی میں ہے کہ ان کے والد ان سے راضی نہیں تھے بلکہ ان کو ان کے عقائد پر بہت ڈانٹا پھٹکارا بھی تھا۔ باپ کے مرنے کے بعد حریملہ والوں نے بھی ان کے ساتھ بدسلوکی کی اور ان کے قتل پر آمادہ ہو گئے۔ اس وقت یہ بھاگ کر پھر اپنی جائے پیدائش عینیہ میں پناہ گزیں ہونے پر مجبور ہو گئے۔ وہاں پہنچ کر انھوں نے وہاں کے حاکم عثمان بن معمر سے یہ معاہدہ کیا کہ دونوں ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ لہٰذا حاکم نے

محمد بن عبدالوہاب کو اپنے عقائد کے اظہار میں کھلی چھوٹ دے دی اور نشر و اشاعت کی عام اجازت بخش دی۔ لیکن اسی کے ساتھ حاکم وقت نے ان سے وعدہ لے لیا کہ آپ اپنے مختلف ذرائع و وسائل کو استعمال کر کے پورے نجد پر میری حکومت قائم کرائیں کیونکہ اس وقت نجد چھ یا سات حکومتوں میں بٹا ہوا تھا ایک حکومت عینیہ کی بھی تھی۔

دونوں کے روابط کو مضبوط کرنے کے لئے حاکم وقت نے اپنی بہن کی شادی بھی ان سے کر دی۔ حاکم وقت کی بہن کا نام جوہرہ تھا۔ شادی کے بعد عبدالوہاب نے کہا: میں امید کرتا ہوں خدا آپ کو پورے نجد اور اس کے ساکن باشندوں پر حکومت عطا کر دے[1]

اس طرح یہ محمد عبداللہ پر ایمان لائے کہ خدا وہاں کے باشندوں اور ان کے مملوکات کو ان کے ساتھیوں کو عطا کر دے اور یہ ان سب کو خدا کے بجائے اپنے دوستوں کا غلام بنا دیں۔ یہ ہمیشہ توحید خالص کی طرف دعوت دیتے تھے۔ اب رہا ہم شیعوں کا معاملہ تو محمد بن عبدالوہاب اور ان کے معتقدین کی نظر میں ہم لوگ مشرک ہیں۔ کیونکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ سب لوگ آزاد ہیں اور خدا نے ایک انسان کو دوسرے کا غلام نہیں بنایا ہے۔ اور خدا ہی ہدایت، عقل، صحت اور خیر کا عطا کرنے والا ہے۔ لیکن شر، ظلم، جان و مال پر حکومت شیطان کی طرف سے ہے رحمان کی طرف سے نہیں ہے۔ ہم خدا کو عادل مانتے ہیں اور ان تمام چیزوں سے منزہ مانتے ہیں جنکی نسبت ظالمین خدا کی طرف دیتے ہیں۔

اس طرح محمد عبدالوہاب اور حاکم وقت کے درمیان معاہدہ کی ابتدا ہوئی۔ اور ایک کے بعد ایک معاہدہ ہوتا رہا۔ لین دین کا عنوان جاری رہا اور قیمت دین و پبلک تھی اور جوہرہ کی شیخ سے شادی اس معاہدہ کا اثبات اور وفا کی ضمانت تھی۔ محمد بن عبدالوہاب

---

[1] تاریخ نجد مولفہ عبداللہ فلیبی ص ۳۶ مطبوعہ مکتبۃ الاھلیۃ بیروت

نے ایک دنیا پرست شخص کے لئے اور اس کی حکومت کو مضبوط کرنے کے لئے بغیر اس کی عدالت پر یقین کئے یا حالات کو بہتر بنانے کا پیمان لئے بغیر، لوگوں کی راحت اور عمل صالح کی عمومی آزادی کے معاہدہ کئے بغیر دین کو اس کے تابع بنا دیا۔ بلکہ ان چیزوں کے برخلاف اس شخص سے یہ وعدہ کر لیا کہ میں نجد اور اس کے عربوں کو تمہارا غلام بنا دوں گا۔

بہرحال حاکم وقت اور شیخ کا گٹھ جوڑ زیادہ دن نہیں چل سکا۔ اس گٹھ جوڑ کا نتیجہ صرف اتنا ہوا کہ شیخ کی جوہرہ سے شادی ہوگئی اور زید ابن خطاب کی قبر کو مسمار کر دیا گیا اور محمد ابن عبدالوہاب کی دعوت "جس پر ان کے باپ نے پھٹکارا بھی تھا اور بصرہ والے اور حریملہ والے ان کے قتل پر آمادہ ہو گئے تھے" کا نتیجہ یہ ہوا کہ فتنہ وفساد کی بھرمار ہوگئی۔

ابھی دونوں کے گٹھ جوڑ کو کچھ مدت گزری تھی کہ سلیمان الحمیدی ــــ احساء وقطیف کے امیر وحاکم ــــ نے عثمان بن معمر کو حکم دیا کہ شیخ کو قتل کر دو۔

فیلبی نے تاریخ نجد کے ص ۳۸ پر تحریر کیا ہے کہ عثمان نے فیصلہ کر لیا کہ اپنے مہمان سے کسی نہ کسی طرح چھٹکارا حاصل کروں چنانچہ اس نے شیخ کو بلا کر حکم دے دیا آپ جہاں جانا چاہتے ہوں چلے جائیں چنانچہ شیخ صاحب نے درعیہ کو پسند کیا۔ اور عثمان نے شیخ کے ساتھ ایک فرید نامی شخص کو بھی بھیجا اور اس سے کہہ دیا کہ راستہ میں موقع پا کر کہیں شیخ کو قتل کر دے۔ لیکن فرید اپنے ارادہ سے باز رہا اور شیخ کو کچھ نقصان پہنچائے بغیر واپس آگیا۔

شیخ صاحب ۱۱۶۰ھ میں جب درعیہ پہنچے تو اس وقت وہاں کا حاکم محمد بن سعود ــــ سعودیوں کا جد ــــ تھا یہاں بھی شیخ نے جس طرح حاکم عینیہ سے گٹھ جوڑ کی تھی اسی طرح کا معاہدہ محمد بن سعود سے کیا۔ اور زبانی طور سے شیخ نے نجد اور

اس کے باشندوں کو ہبہ کردیا جیساکہ اس سے پہلے ابن معمر کو بھی یہ دونوں چیزیں دے چکے تھے اور محمد بن سعود سے یہ بھی وعدہ کرلیا کہ ٹیکس کی صورت میں اس کو جو آمدنی ہوتی ہے اس سے کہیں زیادہ آمدنی مال غنیمت اور جنگ سے چھینی ہوئی چیزوں سے ہو جائے گی[۱] بس صرف اتنی شرط ہے کہ امیر شیخ کو اپنی دعوت کے عام کرنے کے لئے اجازت دے دیں کہ جو بھی طریقہ اختیار کرنا چاہیں کرسکتے ہیں — راویوں کا بیان ہے کہ سعودی امیر نے محمد بن عبدالوہاب کی فی سبیل اللہ قتال پر بیعت بھی کرلی تھی — اور ظاہر سی بات ہے کہ ان دونوں نے مل کر مشرق یا مغرب میں کسی غیر مسلم ملک کو فتح نہیں کیا۔ بلکہ یہ دونوں صرف ان مسلمانوں سے جنگ کرتے تھے جو محمد ابن سعود کی اطاعت نہیں کرتے تھے — یہ معاہدہ یا یہ معاملہ — اور اس سے پہلے ابن معمر سے اسی قسم کا معاہدہ — اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ ابن عبدالوہاب کی تبلیغ اور دعوت کس قسم کی تھی۔ کم ازکم اتنی بات تو بہرحال تھی کہ ان کو نہ تو مسلمانوں کے مشکلات کے حل کرنے کی فکر تھی اور نہ مسلمانوں کے انجام سے جیساکہ صالح رسالتوں میں ہوا کرتا ہے، وہ ان کے یہاں نہیں تھا۔

جب محمد ابن عبدالوہاب کو اس معاہدہ سے اپنے قوی و طاقتور ہونے کا احساس ہوگیا اور یہ سمجھ لیا کہ سعودی حکومت ان کی پشت پناہی کرتی رہے گی تو انھوں نے اپنے مریدوں اور مددگاروں کو اکٹھا کرنا شروع کردیا۔ اور سب کو جہاد پر ابھارا۔ اور آس پاس کے شہروں کے باشندوں کو لکھا کہ میری دعوت کو قبول کرکے میری اطاعت کرنے لگو ورنہ تم کو قتل کردیا جائے گا، تمہاری عورتوں کو بیوہ بنادیا جائے گا، تمہارے بچوں کو یتیم کردیا جائے گا — آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ یہ کتنی آسان شریعت ہے اس کی تعلیمات

---

[۱] : فیلبی ص ۳۹

کتنی روشن ہیں! ان کی نیت میں کتنی صفائی و خلوص ہے! کتنے اچھے اخلاق کے مالک ہیں! یہی وہ عادل و صالح و پُراز حکمت نظام! ہے جس کے وہابی مدعی ہیں۔ اور یہی محمد عبدالوہاب کا بالذات مبدء ہے جس کو وہ کسی بھی مصلحت کی بنا پر چھوڑ نہیں سکتے اسی کے لئے عینیہ میں ابن معمر سے معاہدہ کیا تھا۔ اس کے بعد ابن سعود سے درعیہ میں بھی اسی مقصد کے لئے عہد و پیمان باندھا تھا۔ وہ ہر اس حکومت کے ساتھ معاہدہ کرنے پر تیار تھے جو ان کی تبلیغ میں مددگار ثابت ہو سکے۔ جو لوگ وہابیت کو قبول کرتے تھے ان سے یہ بطور ٹیکس دس جانور، کچھ نقد رقم کچھ سونا چاندی وصول کرتے تھے۔ اور جو ان کی بات نہیں مانتا تھا اس سے اپنے ساتھیوں کے ساتھ جنگ کرتے تھے لوگوں کو قتل کرتے تھے۔ اموال کو لوٹ لیتے تھے، بچّوں کو غلام و کنیز بنا لیتے تھے۔

لیکن شیخ محمد عبدالوہاب کو ابن سعود سے بہتر مددگار نہیں مل پایا اور خود ابن سعود کو بھی یہ یقین تھا کہ شیخ کی تبلیغ کی مدد کرنا خود اس کی مدد ہے وہ مال غنیمت اور چھینے ہوئے اموال جنکا شیخ نے وعدہ کیا تھا، ٹیکس کی آمدنی سے کہیں زیادہ ثابت ہوئے: جو مال غنیمت یہ لوگ حاصل کرتے تھے، وہ اونٹ و بکریاں تھیں جو صحرائے نجد میں رہنے والے امن پسند مسلمانوں کا سرمایۂ حیات تھیں خصوصاً اونٹوں پر وہاں کے باشندوں اور انکے بال بچوں کی زندگی کا انحصار تھا۔ شیخ محمد بن عبدالوہاب اپنے مددگاروں اور مریدوں کے ساتھ نجدی عربوں پر حملہ کرکے ان کا سرمایۂ حیات لوٹ کر درعیہ واپس آجاتے تھے اور اپنے پیچھے بے شمار لاشیں لاتعداد بیوائیں اور یتیموں کا قافلہ چھوڑ آتے تھے انتہا یہ ہے کہ مکانات کو بھی مسمار کر دیا کرتے تھے شیخ کا طریقۂ کار یہ تھا کہ مال غنیمت کا چوتھا حصّہ ان مسلمانوں پر تقسیم کر دیا کرتے تھے جو ان پر ایمان لائے تھے اور ایک حصّہ خزانے میں جمع کر دیا کرتے تھے جس کو حسب ضرورت و مصلحت وہ خود اور امیر سعودی صرف کیا کرتے تھے۔

عبداللہ فیلبی اپنی تاریخ نجد کے ص۲۱ پر تحریر کرتے ہیں کہ امام محمد بن عبدالوہاب

نے اپنے طلبہ کے ذہنوں میں جہاد مقدس کے فریضہ کو اچھی طرح ذہن نشین کرا دیا تھا۔ اکثر لوگوں نے اپنی مقدس تعلیمات کو جہاد ہی میں حاصل کیا۔ شیخ کی یہ تعلیم عربوں کی جبلّی لوٹ مار کی عادت سے بہت ہی زیادہ ہم آہنگ تھی۔ اسی طرح سال دو سال گزر جانے کے بعد شہروں کے معاملات میں شیخ کے ساتھ بادشاہ بھی شریک ہو گیا اور یہی لوگ گویا موسس و موجد بن گئے۔

اسی وقت سے آج تک ہر وہابی کا عقیدہ یہی ہو گیا ہے کہ انسانوں کے لئے صرف دو راستے ہیں، یا وہابیت یا تلوار، کیونکہ عربوں کی لوٹ مار کی عادت کی تکمیل اسی عقیدہ پر منحصر تھی چنانچہ ۱۳۴۵ھ میں چودہ علماء نے شاہ عبدالعزیز سے یہ مطالبہ کیا کہ احساء اور قطیف کے شیعوں کو شرک کے چھوڑنے پر مجبور کیا جائے یعنی ان کو جبراً وہابی بنایا جائے اور ان کے لئے ایک وہابی پیش نماز رکھا جائے مسجد حمزہ اور مسجد ابی رشید اور تمام امام باڑوں کو ڈھا دیا جائے اور جو شخص بھی وہابیت اختیار نہ کرے اس کو ملک بدر کر دیا جائے اور جب یہ لوگ شہروں کو چھوڑ کر چلے جائیں تو ان کے سارے املاک کو وہابیوں کی ملکیت قرار دے دیا جائے[1] ان لوگوں نے وہی کام کیا جو صہیونیوں نے فلسطینی عربوں کے ساتھ کیا محمد عبدالوہاب کے مقلدین چیخ چیخ کر یہ کہتے تھے "نہ عدالت نہ صلح، نہ رحم، نہ انسانیت، نہ زندگی کچھ بھی نہیں صرف وہابیت یا تلوار" اس سنتِ سیئہ کا گناہ محمد عبدالوہاب کی گردن پر آج سے لے کر قیامت تک رہے گا۔ کیونکہ اس نے وہابیت کی بنیاد قتل و غارتگری پر رکھی ہے۔

جس سال یعنی (۱۱۵۷ھ) میں شیخ محمد عبدالوہاب اور سعودی امیر کے درمیان میں معاہدہ ہوا ہے اس وقت سے آج تک دونوں کی نسلوں میں آپسی تعاون رہے

---

[1] سید امین کی کشف الارتیاب میں اخبار "الرای العام الدمشقیہ" شمارہ ۱۹ ذی قعدہ ۱۳۴۵ھ سے منقول ہے۔

مثلاً عہدوں کی تقسیم، مال غنیمت کا بٹوارہ پھر عیش ولذت کی زندگی۔

میں ایک بات یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ محمد عبد الوہاب دینی قائد اور اسلامی رہبر تھے یا جاہ پسند اور شہرت پسند قسم کے لیڈر تھے جنہوں نے وہابیت کو اپنے حصول مقصد کا ذریعہ بنایا تھا؟

اس سوال کا جواب دو باتوں پر موقوف ہے ایک تو یہ کہ ہم کو دینی قائد کے خصوصیات معلوم ہوں اور اس میں اور دنیادی لیڈر میں کیا فرق ہوتا ہے یہ معلوم ہو دوسری چیز یہ کہ محمد بن عبد الوہاب کی تاریخ سیرت کو غور سے پڑھا جائے اور پھر یہ دیکھا جائے کہ کیا دینی قائد کے خصوصیات ان پر منطبق ہوتے ہیں کہ نہیں؟

آئیے ادینی قائد کے خصوصیات وعلامات وفرائض کو دیکھیں کہ کیا ہوتے ہیں۔ تو سب سے پہلی چیز تو یہ ہونی چاہیئے کہ عقیدہ کی بنیاد اختیار اور لوگوں کو قانع کردینے پر رکھی جائے اس میں جبر وتلوار کا کہیں سے شائبہ نہ ہو[1] اور عقیدہ کی ترویج کتاب وقلم کے ذریعہ سے ہو اگر فتویٰ پوچھا جائے تو اس کا جواب دے۔ عالم ہو، واعظ ہو، حکمت اور موعظہ حسنہ کے ذریعے اپنے رب کی طرف دعوت دینے والا ہو، مخالفین سے بطور

---

[1]: بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اسلام میں بھی جبر وتلوار ہے چنانچہ اسلام نے مرتد کو قتل کردینے کا حکم دیا ہے۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہاں! مرتد کو قتل کردیا جائز ہے کیونکہ اسلام لاکر اس نے اپنی حفاظت کا جو معاہدہ کیا تھا اس نے خود ہی اس معاہدہ کو توڑ دیا اور جو بھی شخص معاہدہ کی تکمیل کے بعد عہد نامہ کی خلاف ورزی کرے وہ مجرم ہے۔ جیسے قاتل وچور، اور مرتد نے بھی یہی کام کیا ہے لہٰذا وہ سزا کا مستحق ہے اور یہی وجہ ہے کہ فقہاء اسلام نے کہا ہے کہ مسلمان اگر مرتد فطری ہو جائے تو اس کی سزا قتل ہے اور توبہ کرنے کے باوجود بھی حد ساقط نہیں ہوگی جیسے کوئی زنا اور چوری سے توبہ کرے تو اس کی حد توبہ سے ساقط نہیں ہوگی۔

احسن مجادلہ کرنے والا ہو، دینی شعائر کا زندہ کرنے والا ہو، آپسی اختلافات کو دور کرنے والا ہو، جنگوں کے خلاف اقدام کرنے والا ہو، دلوں کو صاف کرنے والا ہو، محبت اور بھائی چارگی کو پھیلانے والا ہو، وسیع القلب ہو، کسی مخلوق کو اذیت پہنچانے والا نہ ہو، تمام لوگوں کے لئے خیر چاہنے والا ہو، یہاں تک کہ جو لوگ رائے و عقیدہ میں اس کے مخالف ہوں ان کے لئے خیر چاہنے والا ہو، لوگوں کی نیک بختی کے لئے کام کرنے والا ہو، لوگوں کے لئے قربانی دینے والا ہو، جہاں کہیں بھی شر ہو اس کی مخالفت کرنے والا ہو، امانت دار، پرہیزگار اور زاہد ہو، جو مل جائے اس پر راضی رہے، خواہشات اس پر غالب نہ آنے پائیں، لالچ اس کے دین پر غالب نہ آنے پائے، پارٹی بندی سے بہت دور رہو، اس کے اردگرد ناکارہ اور بیکار لوگ نہ ہوں، جہاد پر آمادہ کرنے والا ہو، خیر و ہدایت کے علاوہ دنیا داروں کا کسی طرح مدد کرنے والا نہ ہو، اس بات پر پختہ عقیدہ رکھنے والا ہو کہ تفرقہ کا جو بھی سبب ہے وہ دین اور امت کے دل میں زہریلے نیزہ کا کام کرنے والا ہے مختصر یہ ہے کہ اپنے واجبات سے پیچھے نہ ہٹے چاہے اس کی جتنی قیمت دینی پڑے۔ دینی قائد اور اسلامی رہبر اس طرح کا ہوتا ہے تو کیا محمد بن عبدالوہاب ایسے تھے؟ ہم جواب خود تاریخ کے حوالے کر دیتے ہیں۔ صاحب خلاصۃ الکلام کہتے ہیں (جب محمد عبدالوہاب طاقتور ہو گئے تو اہل بادیہ ان سے ڈرنے لگے) ظاہری بات ہے کہ دینی قائد سے کوئی ڈرتا نہیں بلکہ ڈرنے والوں کا وہ ملجا و ماویٰ ہوتا ہے۔

حدیث میں ہے: لوگوں میں سب سے برا وہ ہے جس کے شر کی وجہ سے لوگ اس سے ڈریں۔ رفاعہ بیگ کے حالات میں (مسلطبرون) کے جغرافیہ میں ہے: ابن عبدالوہاب نے اپنی دعوت کو تلوار کے ذریعہ تقویت پہنچائی — تاریخ ابن بشر میں ہے: ابن عبدالوہاب نے جہاد کا حکم دیا اور اس پر اپنے مریدوں کو ابھارا اور انھوں نے اس کے حکم کی اطاعت کی چنانچہ پہلا لشکر ان کا سات اونٹوں پر مشتمل تھا۔ ظاہر ہے کہ

اس لشکر نے ان مومنین کے شہروں پر حملہ کیا جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتے تھے! آلوسی کی تاریخ نجد میں ہے: ابن عبدالوہاب نے اہل نجد ــــ جو سب کے سب مسلمان تھے ــ کو لکھا تو بعضوں نے اطاعت کی اور بعضوں نے اس پر کان بھی نہیں دھرا تو ابن عبدالوہاب نے درعیہ والوں کو حکم دیا کہ ان سے جنگ کرو چنانچہ ان لوگوں نے جنگ کی (کشف الارتیاب سیدامین ــ اور تاریخ الدولۃ السعودیۃ امین سعید)

محمد ابن عبدالوہاب کے ایک بھائی تھے جن کا نام شیخ سلیمان بن عبدالوہاب تھا اور وہ حریملہ میں قضادت کے منصب پر فائز تھے اور اپنے باپ کی طرح اپنے بھائی کی رائے کے مخالف تھے اُنھوں نے محمد ابن عبدالوہاب کی رد میں ایک کتاب بھی لکھی جس کا نام "الصواعق الالہیۃ فی الرد علی الوھابیۃ" ہے۔ اس کتاب کا ایک نسخہ بیروت کے مکتبۃ المقاصد میں موجود ہے۔ میں نے بھی ابتدا میں اس کتاب کی بعض چیزوں کا حوالہ نقل کیا ہے۔ یہ کتاب اپنے مولف کے علم اور وسعت اطلاع پر دلالت کرتی ہے۔ اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ انھوں نے درس و تدریس میں بڑی محنت کی ہے اور بحث و مباحثہ میں بڑا وقت صرف کیا ہے۔ انھوں نے اپنی کتاب الصواعق کے اول میں اپنے بھائی کو جاہل و گمراہ بتایا ہے۔

اس کتاب کے ص ۴ طبع ۱۳۰۶ھ پر تحریر کرتے ہیں: آج لوگ ایسے شخص میں گرفتار بلا ہیں جو اپنے کو کتاب و سنت کی طرف منسوب کرتا ہے اور ان دونوں (قرآن و سنت) کے بارے میں اس کو کچھ زیادہ معلوم نہیں ہے۔ اس کو اپنے مخالفین کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ اگر اس سے کہا جائے کہ تم اپنا کلام علماء کے سامنے رکھو تو اس پر تیار نہیں ہوتا اس کے برخلاف لوگوں پر اپنی بات کے ماننے کو واجب کہتا ہے اور جو اس کی مخالفت کرے اس کو کافر سمجھتا ہے۔ حالانکہ اس کے اندر اہل اجتہاد کے خصوصیات میں سے ایک خصوصیت بھی موجود نہیں ہے۔ خدا کی قسم ایک کیا بلکہ ایک کا ½ بھی حاصل نہیں ہے لیکن اس

کے باوجود اس نے اپنے کلام کو جاہلوں میں خوب رائج کیا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پوری امت ایک زبان ہو کر چیخ رہی ہے مگر وہ کسی کی سنتا ہی نہیں ہے۔ بلکہ وہ سب کو کافر یا جاہل سمجھتا ہے۔ پروردگارا اس گمراہ کو تو ہدایت دے اور اس کو دوبارہ حق کی طرف پلٹا دے ـــــ

جو شخص ابن عبدالوہاب کی پوری زندگی یا اس کے کچھ حصہ کا مطالعہ کرے گا اس کو یقین ہو جائے گا کہ ان کے حکم سے ان کے چیلے چاپڑ امن پسند مسلمانوں پر حملے کیا کرتے تھے اور زمین پر ان نجدیوں کی لاشوں کا فرش بچھا دیتے تھے۔ جنکی مدد و حمایت اور جن سے مواسات کرنا پڑوسی ہونے کی وجہ سے شیخ پر واجب تھا۔ ۔ ۔ اور اس بات کا بھی یقین ہو جائے گا کہ شیخ اور ابن سعود میں معاہدہ کا سب سے پہلا مقصد قتل وغارت کے ذریعہ حکومت کو وسیع کرنا تھا ـــ بھلا یہ کس طرح اسلامی فعل کہا جا سکتا ہے؟ اور علمائے اسلام ایسا اقدام کر بھی نہیں سکتے بشرطیکہ عالم ہوں اسلام کا مقصد تو اس ظلم کا مقابلہ کرنا تھا جو جاہلیت والے ایک دوسرے پر حملہ کی صورت میں کیا کرتے تھے، جناب ابن عبدالوہاب نے اسی رسم جاہلیت کو دوبارہ زندہ کر دیا ـــ

یہ صحیح ہے کہ ۱۹۲۰ء میں نجف اشرف وجامعہ ازہر کے علماء نے جہاد کا فتویٰ دیا تھا اور یہ حضرات بذاتِ خود جنگ میں شرکت کے لئے تیار تھے اور اسلحہ لے کر حملہ آور ہوئے تھے مگر یہ سب انگریزوں کے خلاف تھا جنھوں نے مصر وعراق کو اپنی نوآبادی بنا رکھا تھا، نہ کہ مسلمانوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا تھا۔

اور سب سے زیادہ عجیب وغریب بات یہ ہے کہ محمد بن عبدالوہاب کے حالاتِ زندگی کا مطالعہ کرنے والا ان کی تحریروں یا تقریروں میں نہ تو زمین کی آبادکاری اور نہ صلح وآسانی، نہ غریبوں کی حاجت روائی کا کوئی صریحی ذکر پائے گا اور نہ عدالت اجتماعیہ اور وضع زندگی کو بہتر بنانے کی طرف کسی بھی قسم کا اشارہ ملے گا۔ انھوں نے ان چیزوں کی

طرف توجہ ہی نہیں کی حالانکہ اپنے اردگرد کے لوگوں کی مفلسی وپریشانی کو دیکھتے بھی تھے اور سنتے بھی تھے۔ ان کی تنگ دستی کو جانتے تھے کہ ان لوگوں کے رزق کا دارومدار صرف اونٹوں اور بکریوں پر ہے۔ اگر کبھی قحط پڑ جاتا تھا، آسمان سے بارش نہیں ہوتی تھی تو یہ بے چارے عرب ننگے بھوکے اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے تھے۔ اتنے اثر و نفوذ کے باوجود ان باتوں کی طرف کبھی توجہ نہیں دی۔ تاریخ نجد کے مولف فیلبی کہتے ہیں: محمد بن سعود اور ان کے ولی عہد عبدالعزیز کسی اہم امر کی انجام دہی شیخ کی موافقت کے بغیر نہیں کرتے تھے۔

شیخ کا لوگوں کی اصلاح حال سے غفلت کرنا اور ان کے عیش و زندگی کو بہتر بنانے کی طرف توجہ نہ کرنے کی صرف دو ہی وجوہ ہو سکتی ہیں۔ ۱۔ ان کو اس کی کوئی فکر نہیں تھی کہ لوگ سعید و نیک بخت ہوں یا مفلسی وپریشانی میں زندگی بسر کرتے رہیں۔ ان کی تو ٹھاٹھ سے گزر ہی رہی تھی۔ ۲۔ اور یا وہ روح اسلام مقیاس خیر، اسباب ترقی سے جاہل محض تھے۔ جو لوگ اسلام کے مقاصد کو جانتے ہیں وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ سب سے زیادہ خدا سے قریب وہ لوگ ہیں اور سب سے زیادہ خالص عبادت و توحید ان لوگوں کی ہے جو سب سے زیادہ لوگوں کے لئے نفع بخش ہوں۔ ان کے اصلاح حال میں سب سے زیادہ مفید ہوں، ان کی تکالیف کو سب سے زیادہ کم کرنے والے ہوں۔ اور سب سے زیادہ خدا سے دور وہ شخص ہے جو لوگوں کا خون بہائے، لوٹ مار کرے، لوگوں کی اولادوں کو غلام و کنیز بنائے اور دین کو اپنی خواہش و مرضی کے مطابق استعمال کرے۔[1]

محمد بن عبدالوہاب نے اپنے پیروکاروں کی تربیت اس طرح کی تھی کہ وہ کسی ایسی

---

[1] : میں اس شخص سے زیادہ کسی کو ذلیل و کمزور نہیں سمجھتا جو اپنے تمام اختلافات میں دین کو شامل کر دے اور تمام خواہشات میں بھی اور اس شخص سے زیادہ منافق و ذلیل کسی کو نہیں جانتا جو اگر طاقتور ہو جائے تو دین و ضمیر کے مقدسات کو روند ڈالے۔

چیز کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے تھے جس سے لوگوں کو خیر و منفعت نصیب ہو اور نہ وہ تعصب کے علاوہ کسی اور چیز کا اہتمام کرتے تھے ان کا مطمع نظر لا الہ الا اللہ کہنے والوں کو مشرک بنانا تھا۔

اس لئے سب سے زیادہ ضروری بات یہ ہے کہ ہم کو یہ تمیز کرنا چاہیئے کہ کون واقعی اہل دین ہے اور کون ہے کہ جس نے دین کو صرف مقصد برآری کے لئے اختیار کیا ہے۔ ہمارے لئے واجب ہے کہ نہ تو فوراً کسی کو متہم کردیں اور نہ جب تک معتبر ترین ذرائع سے کسی کی سیرت کو نہ پہچان لیں اس پر بھروسہ بھی نہ کریں ہمارا فریضہ ہے کہ ہر دین و عقیدہ کے بارے میں شک و ریب میں مبتلا رہیں اور لوگ جس کو بھی امام مصلح یا امام فاسد و گمراہ کہتے ہوں جب تک حق واضح طور سے واضح نہ ہو جائے اس وقت تک اس پر اعتماد نہ کریں اور یہ بات بحث و تحیص کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی۔ محمد بن عبدالوہاب کی سیرت و کردار کا مطالعہ کرنے والا سب سے پہلے یہ دیکھے گا کہ موصوف جبر و زور کے ذریعہ صرف مسلمانوں پر اپنی رائے لادتے تھے۔ اور یہ بات دنیا جانتی ہے کہ چاہے جس عقیدہ یا رائے کا آدمی ہو اگر وہ دوسروں پر زبردستی اس کو لاگو کرنا چاہے گا تو وہ خود ہی اپنے لئے فیصلہ کرالے گا کہ وہ باطل پر ہے۔

محمد بن عبدالوہاب تو اس دنیا سے ۱۲۰۶ھ میں سدھار گئے لیکن ان کی اولاد انہیں کے راستہ پر چلتی ہوئی فرزندان سعود کی ناصر و مددگار رہی ہے اور اولاد سعود بھی ان کی مدد کرتے رہے ہیں ابن سعود نے جن عہدوں پر ان کے باپ کو فائز کیا تھا انھیں عہدوں پر اولاد ابن سعود ان کی اولاد کو فائز کررہی ہے بلکہ زمانہ کے بدل جانے کی وجہ سے کچھ اور اس میں اضافہ ہی ہوا ہے۔

میں اس فصل کو اپنے ایک سوال پر ختم کرتا ہوں جو میرے ذہن میں آیا ہے اور وہ یہ ہے کہ: وہابیوں کا دعویٰ ہے کہ لا الہ الا اللہ کا مطلب صرف وہی سمجھتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔

لیکن ظاہر سی بات ہے کہ اس کلمہ کی دلالت جس بات پر سب سے پہلے ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ کسی کو بھی یہ حق نہیں ہے کہ زبردستی دوسروں پر حکومت کرے اور جس بات کو اس کی عقل اور اس کا دل نہ قبول کرتا ہو اس کو دوسروں پر جبراً لازم نہ کرے۔ اس لئے میں پوچھتا ہوں کہ وہابیوں نے ان دونوں ـــــ لا الہ الا اللہ پر ایمان اور ان کا بنیادی عقیدہ کہ یا وہابیت یا تلوار ـــــ کو کیسے جمع کر دیا ہے؟ اور اس عقیدہ اور اس دعویٰ میں کہ وہابی لوگ دنیا والوں کو خیر کی طرف اور جس میں ان کا فائدہ ہے اس کی طرف کھینچ رہے ہیں کیونکر جمع کیا ہے؟ حالانکہ ان کے بنیادی عقیدہ کا دارومدار بغض، کینہ، انتشار، فتنہ، جنگ بلکہ دنیا بھر کے فساد پر ہے۔

کچھ اور بھی سوالات ہیں مگر اختصار کی وجہ سے میں ان کو چھوڑتا ہوں۔ اور ابھی میں اس فصل کو ختم کر کے دوسری فصل میں نہیں پہنچا تھا کہ بغیر کسی تلاش و جستجو کے میرے ذہن میں چند مزید سوالات پیدا ہو گئے ہو سکتا ہے میں سب کے سب کو کتابی صورت میں تحریر کر دوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ صرف بعض ہی کو تحریر کروں۔

اس وقت میرے ذہن میں ایک دوسرا سوال اور بھی آگیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جو مسلمان قبروں کی زیارت کے قائل ہیں اور جو یہ کہتے ہیں اے رسول خدا میری شفاعت فرمائیے اور ان کے درمیان اور دوسروں کے درمیان مثلاً عیسائیوں میں بہت سی جنگیں پہلے بھی ہوئی ہیں اور بعد میں بھی تو کیا یہ جنگیں کافروں کی کافروں سے ہوئی ہیں یا مسلمانوں اور غیر مسلمانوں میں ہوئی ہیں اگر یہ جنگیں کافروں کافروں میں ہوئی ہیں تو صلیبی جنگیں اور اس قسم کی دیگر جنگوں کو مسلمانوں کی تاریخ سے خارج کر دینا چاہیئے اور ان سب کو اسی قسم کی جنگ سمجھنا چاہیئے جیسا کہ وہابیوں نے مسلمانوں پر حملے کیئے ہیں۔ اور اگر یہ جنگیں مسلمانوں اور کافروں میں ہوئی ہیں تو پھر محمد بن عبدالوہاب کن لوگوں کو اسلام کی دعوت دے رہے ہیں؟ اور اس طرح موصوف کی ساری تقریریں اور تحریریں خرافات کا دفتر ہو جائیں گی ـــــ

آل سعود

پندرھویں صدی عیسوی میں قبیلہ عنیزہ میں ایک شخص مانع نامی "احسا" میں رہتا تھا اور اس کا ایک چچا زاد بھائی جس کا نام درع تھا وہ نجد کے ایک دیہات میں رہا کرتا تھا جس کا نام منفوحہ تھا۔ یہی درع عشیرہ الدروع کا وہاں لیڈر و حاکم بھی تھا۔ یہ شخص ـــ درع ـ بہت مالدار تھا۔ ایک سال مانع احسائی اپنے چچا زاد بھائی درع کی ملاقات کے لئے منفوحہ آیا۔ درع نے اپنے بھائی اور مہمان کو زمین کے دو بہت بڑے ٹکڑے دیدیئے تو مانع اپنے اہل و عیال کو لے کر منفوحہ چلا آیا اور مانع کی عطیہ کو بہت قیمتی سمجھنے لگا۔ یہی مانع آل سعود کا پہلا جد ہے۔

مانع کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا ربیعہ اپنے باپ کی زمینوں کا وارث ہوا اس نے موروثی جائداد کے علاوہ آس پاس کے بسنے والوں کی بھی زمین ہتھیالی۔ ربیعہ کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا موسیٰ وارث ہوا اس نے بھی قتل و غارت گری سے اپنی موروثی جائداد میں کافی اضافہ کیا اور پورا علاقہ اس کا مطیع و فرمانبردار ہوگیا۔ اور اس کی ایک چھوٹی موٹی سی حکومت و امارت قائم ہوگئی پھر جب موسیٰ کا انتقال ہوا تو اس کا بیٹا ابراہیم اپنے باپ کا مالک ہوا۔ ابراہیم کے بعد اس کا لڑکا فرحات وارث ہوا۔

خداوند عالم نے فرحات کو ربیعہ و مقرن نامی دو لڑکے عطا کیے۔ اس کے بعد مقرن

کا وارث محمد پیدا ہوا اور محمد کا وارث سعود ہوا یہی سعود سعودی خاندان کا رئیس کہلاتا تھا جب سعود با اقتدار ہوا تو اس نے آل معمر سے درعیہ کو چھین لیا۔

فیلبی کا کہنا ہے کہ ابھی دو پشتیں بھی نہیں گزریں کہ وطن سے دور رہنے والے مسافر اس علاقہ کے رئیس بن گئے اور درعیہ سعودیوں کا دارالسلطنت بن گیا اور اس وقت سے لے کر شہزادہ ترکی کے زمانہ تک دارالسلطنت رہا۔ سعود کا انتقال ۱۱۴۷ھ میں ہوا اور اس کے قائم مقام محمد ہوئے۔ جن کے دور میں وہابیت پروان چڑھی۔ اور اس نے بھی وہابیت کو گلے لگایا اور وہابیت کی کمر مضبوط کی اور آج تک تمام سعودی اسی پر قائم ہیں۔

اب ہم مختصر طریقہ سے ان سعودی امیروں کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں جنہوں نے اپنا عقیدہ وہابیت قرار دیا تھا اور ان لوگوں کا وہابیت پر بہت بڑا احسان ہے۔ اگر سعودی امراء نہ ہوتے تو وہابیت کا نام ونشان بھی نہ ہوتا۔ ہم ان کے پہلے امیر سے ملک سعود کے والد شاہ عبدالعزیز تک کا تذکرہ مختصر لفظوں میں کریں گے۔

محمد ابن سعود

درعیہ پر محمد ابن سعود کی حکومت ۱۱۵۸ھ سے ۱۱۷۸ھ تک رہی اور یہی شخص محمد ابن عبدالوہاب کا ساتھی اور داہنا ہاتھ تھا۔ اور سب سے پہلا وہابی حاکم یہی ہوا ہے۔ اس شخص کے زمانہ میں نجد چھ سات چھوٹی چھوٹی حکومتوں میں بٹا ہوا تھا۔ حالانکہ اس وقت پورے نجد کی آبادی پانچ لاکھ سے زیادہ نہیں تھی۔ ۱۔ درعیہ کے حاکم یہی محمد ابن سعود تھے ۲۔ ریاض پر ابن دواس کی حکومت تھی۔ ۳۔ عینیہ میں آل معمر حکمراں تھے۔ ۴۔ نجران میں آل ہزال کی فرمانروائی تھی۔ ۵۔ شمال میں آل علی حکمرانی کرتے تھے۔ ۶۔ قصیم پر آل جیلان فرمانروا تھے۔

ان تمام حکومتوں کا نظام سابق جیسا ہی تھا یعنی حاکموں کی زبان قانون ہوا

کرتی تھی سارے امور ان کی خواہش و مرضی کے مطابق ہوتے تھے.... اس زمانہ کی تاریخ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ نہ تو عوام نے اس نظام سے بغاوت کی اور نہ ہی اس پر اف کیا کیونکہ وہ لوگ اس کے عادی تھے اور اس سے پہلے ان کے آباء و اجداد بھی اسی کے عادی تھے۔ اور اس کو ایک فطری امر سمجھتے تھے۔ درعیہ کے امیر محمد بن سعود اور ریاض کے حاکم ابن دواس میں کافی جنگیں ہوئیں۔ لیکن آخر میں صلح پر اس کا انجام ہوا۔

عبدالعزیز ابن محمد

محمد ابن سعود نے محمد بن عبدالوہاب کی تجویز پر اپنی زندگی ہی میں اپنے بیٹے عبدالعزیز کو اپنا ولی عہد نامزد کر دیا تھا۔ یہی عبدالعزیز پہلے وہ امیر تھے جنکی ولی عہدی کے لئے سعودیوں نے بیعت کی اس کے بعد سے ولی عہد کی بیعت کے ذریعہ حکومت ایک سے دوسرے کو منتقل ہونے لگی اور اس سلسلہ میں ان لوگوں نے معاویہ کی پوری پیروی کی ہے کہ اس نے اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد نامزد کیا تھا۔ شیخ محمد عبدالوہاب کے حسنات میں سے ایک عظیم حسنہ یہ بھی ہے۔

یہ بھی ایک عجیب وغریب بات ہے کہ عبدالعزیز کی سیرت کئی اعتبار سے یزید کی سیرت سے ملتی ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

۱۔ دونوں کی پرورش دونوں کے باپ کے زمانہ میں بڑے ناز ونعم سے ہوئی تھی۔

۲۔ دونوں بالکل جاہل تھے نہ ان کے پاس علم تھا نہ اخلاق اور نہ ہی ثقافت تھی۔

۳۔ دونوں بہت ہی سخت اور قسی القلب تھے، رحم نام کی کوئی چیز ان کے پاس

نہیں تھی۔

۴۔ حاشیہ نشینوں کی مدد سے دونوں کی ولی عہدی کی بیعت ہوئی پھر حکومت ملی ان کے انتخاب میں شوریٰ کا کوئی دخل نہیں تھا۔

۵۔ دونوں کے زمانہ میں فتنے، فساد، جنگوں کا سلسلہ برابر جاری رہا۔

۶۔ یزید نے مدینہ منورہ پر حملہ کیا اور واقعہ حرہ میں کتنی لوٹ مار، زنا قتل ہوا ہے یہ مورخین سے پوچھئے مکہ مکرمہ پر یزید نے حملہ کیا اور کعبہ پر منجنیق سے پتھر برسائے گئے۔ اسی طرح عبدالعزیز سعودی نے اپنے بیٹے سعود کی قیادت میں ایک لشکر تیار کیا پھر مکہ مکرمہ پر حملہ کیا، مولد النبیؐ کے قبہ کو مسمار کرادیا مولد ابی بکرؓ، جناب خدیجہؓ کا قبہ، زمزم کا قبہ، کعبہ کے اردگرد جتنے قبّے تھے ان سب کو منہدم کرادیا۔ یہ ۱۲۲۶ھ میں جہنم رسید ہوا۔ ۱۲۲۱ھ میں مدینہ پر حملہ کیا، ائمہ بقیع کے مزارات اور دیگر مزارات کو کھدوا ڈالا۔ تاریخ جبرتی میں ہے: جب مدینہ منورہ پر وہابیوں کا قبضہ ہوگیا تو حجرہ نبیؐ کے جتنے بھی ذخائر د جواہر تھے ان سب کو لے لیا یہاں تک کہ چار بڑے صندوق میں جواہرات کو بھر کر لے گئے جس میں ہیرے، یاقوت وغیرہ تھے ان میں چار تو زمرد کے شمعدان تھے اور تقریباً سو تلواریں تھیں جنکے نیام خالص سونے کے تھے اور ان پر یاقوت جڑے ہوئے تھے قبضہ زمرد کا تھا۔ کشف الارتیاب (السید الامین)

۷۔ یزید نے حضرت سید الشہداء، ریحانۃ رسول اللہؐ، امام حسینؑ کو قتل کیا، ان کے اطفال کو ذبح کیا، کربلا میں ان کی عورتوں کو گرفتار کیا، اسی طرح عبدالعزیز نے اپنے بیٹے سعود کی قیادت میں ایک لشکر لے کر کربلا پر حملہ کیا امام حسینؑ کی قبر کو منہدم کرڈالا وہاں جو کچھ ذخیرے تھے ان کو لوٹ لیا، کربلائیوں کا قتل عام کیا مردوں اور عورتوں کا کیا ذکر ہے بچوں تک کو نہیں چھوڑا، یہ واقعہ ۱۳۱۶ھ میں ہوا۔

۸۔ کربلا میں یزید کے لشکر کے کرتوت نے پوری دنیا کو ہلا کے رکھ دیا اور دنیا کے تمام مسلمانوں کو یزید کا خصوصاً اور بنی امیہ کا عموماً دشمن بنا دیا۔ بالکل یہی صورت حال ہوئی جب عبدالعزیز کے لشکر نے کربلا میں قتل وغارتگری اور لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا تھا۔

تاریخ نجد کے ص۹۹ پر فیلبی لکھتا ہے: سعود اپنے باپ کے لشکر کو لے کر کربلا میں آیا اور مختصر سے حصار کے بعد کربلائیوں کا قتل عام شروع کر دیا، حسینؑ کی ضریح کو برباد کر ڈالا وہ جواہرات جن سے ضریح ڈھکی ہوئی سی تھی ان سب کو لوٹ لیا اور کربلا میں جتنی بھی قیمتی چیزیں تھیں سب کو لے لیا۔ حق تو یہ ہے کہ اس کے اس عمل نے پوری دنیا کو لرزہ براندام کر دیا صرف شیعوں کا ذکر نہیں ہے اور یہ سب کچھ وہابیوں نے اپنے نظریہ کے پیش نظر کیا تھا اور اس کا بہت برا نتیجہ اس حکومت کے لئے ثابت ہوا[1]

اب آپ نے یزید بن معاویہ اور عبدالعزیز اور اس کے بیٹے سعود کے درمیان مشابہت کو ملاحظہ فرمایا: اور مسلمانوں کے دل میں اس کی کتنی نفرت ہے اس کا اندازہ لگایا اور جو شخص بھی آثار رسولؐ و آل رسولؐ کی توہین کرے گا اس کا یہی حشر ہوگا۔ ذرا سوچئے کیا اس طرح کا قتل، لوٹ مار، اسلام اور روح اسلام سے مطابقت رکھتی ہے؛ جس کا ان وہابیوں نے دعویٰ کیا ہے یا جس کا یہ اعلان کرتے ہیں ان کا عقیدہ کچھ ہے اور عمل کچھ اور ہے۔

عبدالعزیز کا پورا زمانہ جنگوں، فتنوں، تخریب و تدمیر، لوٹ مار، قتل وغارتگری دینی

---

[1] اس مورخ کا نام سینٹ جون فیلبی ہے یہ انگریز تھا جو بعد میں مسلمان ہو گیا تھا۔ سعودی سرزمین پر مدتوں رہا ہے اور سعودی حکام کے خصوصی دوستوں میں سے تھا۔ پھر سعودی لوگ اس سے ناراض ہو گئے اور اس کی کتاب تاریخ نجد کو روک دیا جس کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ اس نے ان کے ڈھول کے پول کھول دیئے تھے۔

مقدسات کی توہین، غریب و مستضعفین، ننگے بھوکے لوگوں پر دن رات کے حملوں میں گزر گیا۔ اسی طریقہ سے اس نے ابن دوّاس سے ریاض چھین لیا اور نجد کی دوسری چھوٹی چھوٹی حکومتوں پر قابض ہو گیا۔ یہاں تک کہ پورا نجد اس کے زیر نگیں آگیا۔ عسیر، حجاز، قطیف کو بھی اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔

امام حسینؑ کی ضریح کے ساتھ جو بے حرمتی اس نے کی تھی اس کا انتقام لینے کے لئے ایک شیعہ نے اس کو ۱۲۱۸ھ میں قتل کر ڈالا۔ فیلبی کہتا ہے: قاتل درویشوں کے لباس میں تھا اور اسی طرح وہ درعیہ پہنچا اور چند دنوں تک عبدالعزیز کے پیچھے نماز پڑھتا رہا۔ ایک دن اس نے اپنے کو عبدالعزیز کے اوپر نماز پڑھتے ہوئے گرا دیا اور اس کی پشت پر ایسا خنجر مارا جو اس کے پیٹ کو بھی پھاڑتا ہوا باہر نکل گیا اور فوراً اس کا انتقال ہو گیا۔ پھر لوگوں کا ہجوم قاتل پر ٹوٹ پڑا اور انھوں نے قاتل کو قتل کر ڈالا۔

اس حادثہ کے بعد آل سعود کی رسم ہو گئی کہ جب وہ نماز پڑھتے تھے تو ان کے پیچھے دو نگہبان ان کی حفاظت کے لئے کھڑے رہتے تھے تب وہ نماز پڑھاتے تھے .... لیکن جو حاکم عادل ہوتا ہے کتاب و سنّت پر عمل کرتا ہے وہ نماز بھی پڑھاتا ہے بازاروں میں بھی آزاد گھومتا ہے اور کسی باڈی گارڈ کے بغیر جہاں چاہتا ہے چلا جاتا ہے کیونکہ اسکی عدالت خود اس کی باڈی گارڈ ہے اس کا دین خود اس کی حفاظت کرتا ہے۔ چنانچہ رسولؐ خدا کے جانشین ایسے ہی تھے۔

سعود بن عبدالعزیز

عبدالعزیز کے مرتے ہی اس کا بیٹا سعود تخت نشین ہوا اور اس نے تختِ حکومت پر بیٹھتے ہی سب سے پہلے عراق کے دو شہروں، بصرہ اور بناۃ الزبیر پر حملہ

کیا اور لوگوں کا قتل عام کیا۔ طلحہ و زبیر کی قبروں کو کھود ڈالا۔ یہ ۱۲۱۸ھ کا واقعہ ہے۔ ۱۲۲۰ھ میں اس نے نجران پر حملہ کیا اور ۱۲۲۵ھ میں شام پر حملہ آور ہوا۔ حوران میں عمومی قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔ دمشق کے دروازے تک پہنچ گیا تھا یا پہنچنے ہی والا تھا۔

سنہ ۱۲۲۶ھ میں محمد علی پاشا نے اپنے بیٹے طوسون کو حجاز کو وہابیوں کے پنجہ سے آزاد کرانے کے لئے بھیجا۔ پہلی مرتبہ تو وہابیوں نے حملہ کو روک لیا مگر دوبارہ وہ مغلوب ہو گئے اور طوسون مکہ و مدینہ پر غالب آگیا۔ اس نے نجد کو بھی فتح کرنے کا ارادہ کیا مگر اس میں ناکام ہو گیا۔

سن ۱۲۲۸ھ میں محمد علی پاشا نے حج کیا اور غالباً شریف مکہ کو معزول کر دیا اور اس کو ملک بدر کر کے سلانیک بھیج دیا۔ اور اس کی جگہ پر شریف محمد بن عون کو حاکم بنا دیا۔ یہاں سے اشراف کی ایک شاخ سے حکومت دوسری شاخ میں منتقل ہو گئی۔ یہ محمد بن عون وہی ہیں جو شریف حسین ابی فیصل بادشاہ عراق اور عبداللہ بادشاہ اردن کے جد تھے۔

یہ بات بتا دینا بہتر ہے کہ یہی وہ سعود پہلا بادشاہ ہے جس نے امر بمعروف و نہی از منکر کے لئے لوگوں کی ایک کمیٹی بنائی جس کا کام یہ تھا کہ نماز کے اوقات میں اس کمیٹی کے افراد بازاروں میں گھوما کرتے تھے لوگوں کو نماز کی ادائیگی پر ابھارتے تھے اور مرور ایام کے باوجود سعودیوں میں آج تک یہ طریقہ جاری ہے۔ اور اب اس کا دامن زیادہ وسیع ہو گیا ہے۔ اب تو لوگ ڈنڈے لے کر بازاروں میں سڑکوں پر گھوما کرتے ہیں جہاں کوئی ڈاڑھی منڈا نظر آیا یہ اس پر پل پڑتے ہیں۔ یا اگر کسی نے قبر رسولؐ کو مس کر دیا یا ائمہ بقیع میں سے کسی امام کی قبر کو چھو لیا یا اسی قسم کا کوئی ایسا کام کر ڈالا جو عقیدہ وہابیت کے خلاف ہے تو اس کی پٹائی شروع کر دیتے ہیں۔ بلکہ کچھ دنوں پہلے تک تو سگریٹ پینے والوں کو مارا کرتے تھے۔ چاہے وہ غیر ملکی ہوں۔ کما قیل۔ سعود کی حکومت ۱۲۱۸ سے ۱۲۲۹ تک رہی ہے۔

عبداللہ بن سعود

سعود کے بعد ان کے صاحبزادے عبداللہ قائم مقام ہوئے مگر ان کے چچا نے ان کی مخالفت کی اور وہ خود مدعی سلطنت ہو گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خاندان دو حصوں میں تقسیم ہو گیا اور اتفاق اختلاف سے بدل گیا۔

سن ۱۲۳۱ میں محمد علی پاشا نے اپنے بیٹے ابراہیم کی سرکردگی میں ایک لشکر بھیجا وہ لشکر حجاز کی طرف متوجہ ہوا اور ابراہیم اپنے باپ کے ساتھ ساتھ تھے۔ یہ لشکر حجاز سے نجد کی طرف متوجہ ہوا اور رفتہ رفتہ کر کے آگے بڑھتا رہا یہاں تک کہ ۱۲۳۳ میں وہابیوں کے مرکز درعیہ تک پہنچ گیا۔ پانچ مہینے کے مکمل حصار کے بعد عبداللہ بن سعود نے شکست تسلیم کر لی۔ تو ابراہیم نے ان کو آستانہ بھیج دیا جہاں یہ اور ان کے تمام ساتھی میدان ایا صوفیا میں قتل کر دیئے گئے۔

ابراہیم کا لشکر پانی کی موج کی طرح بڑھتا رہا۔ تمام شہروں میں اس نے بغاوت پھیلادی فساد و بربادی کا دور دورہ ہو گیا۔ آل سعود اور آل محمد عبدالوہاب کے تمام اموال چھین لئے اور بہت سے مردوں، عورتوں، بچوں کو ملک بدر کر دیا۔ اچھی خاصی تعداد کو مصر بھیج دیا۔ وہابیوں نے امتِ محمدؐ کے ساتھ جو مظالم کئے تھے یہ ان کا بدلہ تھا۔ ان وہابیوں نے خدا اور اس کی کتاب نبیؐ اور ان کی سنّت کے ساتھ جو خیانتیں کی تھیں اور جو کھلواڑ کیا تھا یہ سب اس کا ان کو بدلہ مل رہا تھا۔ اسی طرح ہر ظالم اپنے سے بڑے ظالم کے پنجۂ ظلم میں اسیر ہوتا ہے، عبداللہ بن سعود کی حکومت ۱۲۲۹ سے ۱۲۳۴ تک رہی۔

ترکی بن عبداللہ

عبداللہ بن سعود کے چچا کا ایک لڑکا تھا جس کا نام ترکی بن عبدالعزیز بن محمد بن سعود تھا

اور یہ محمد جو ترکی کے دادا تھے یہی محمد بن عبدالوہاب کے دوستوں میں تھے اور پہلے سعودی امیر تھے۔

جب ابراہیم پاشا نے درعیہ پر حملہ کیا تھا تو یہ ترکی رات کی تاریکی میں درعیہ چھوڑ کر بھاگ گیا تھا اور صحرائے نجد میں عربوں کو بزرگوں کے مجد کے احیار پر ابھارتا پھر رہا تھا اور اسی دوران اس نے آل تامر کی ایک عورت سے شادی کر لی جس سے ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام "جلوی" رکھا گیا کیونکہ یہ جلاوطنی کے زمانہ میں پیدا ہوا تھا۔ چنانچہ ترکی کے اردگرد تیس شخص جمع ہو گئے اس کے کچھ دنوں کے بعد بعض قبیلے بھی شریک ہو گئے تو اس نے ۱۲۳۵ میں ریاض کو پاشا سے چھین کر اسی کو عاصمہ یعنی دارالسلطنت بنالیا۔ اسی دن سے سعودیوں کا دارالسلطنت درعیہ سے ریاض منتقل ہوا اور اب تک وہی ہے۔ ترکی کا ایک لڑکا فیصل نامی بھی تھا جس کو ابراہیم پاشا نے اور لوگوں کے ساتھ مصر بھگا دیا تھا۔ جب اس نے اپنے باپ ترکی کے حالات سنے تو مصر سے وہ بھی چلا آیا۔

اب تک کا خلاصہ یہ ہوا کہ وہابی سعودی حکومت کی ابتدا محمد بن سعود ——— جو محمد بن عبدالوہاب کا داہنا ہاتھ تھا ——— سے ہوئی۔ اس کے بعد محمد کا بیٹا عبدالعزیز امیر ہوا پھر عبدالعزیز کا بیٹا سعود حاکم بنا اس سعود کا بیٹا عبداللہ تھا جس سے سلطنت چھین لی گئی تھی اور آستانہ میں اس کو قتل کر دیا گیا تھا۔

ابراہیم پاشا کی کامیابی سبب ہوئی کہ حکومت عبدالعزیز بن محمد بن سعود کی شاخ سے نکل کر عبداللہ بن محمد بن سعود پہلے وہابی حاکم کی طرف عبداللہ بن محمد بن سعود کے ذریعہ سے پہنچی اور یہ عبداللہ وہی ہیں جو ترکی کے باپ تھے اور ان کو حکومت نہیں ملی تھی۔ بلکہ حکومت ان کے بھائی عبدالعزیز دوسرے وہابی حاکم کو ملی تھی پھر ترکی کو۔ اس طرح ترکی محمد بن سعود کی دوسری شاخ کا پہلا وہابی امیر ہوا۔ اور اسی کے ذریعہ سے عبدالعزیز بن محمد بن سعود کے خاندان سے حکومت اس کے بھائی کے خاندان عبداللہ بن محمد بن سعود

کو منتقل ہوئی۔ اور اب تک اسی خاندان میں ہے۔

عبدالعزیز کی نسل سے حکومت کا نکل جانا ان لوگوں کو بہت شاق گزرا تھا۔ چنانچہ مشاری نے جو ایک سعودی تھا ترکی کو دھوکہ سے قتل کر دیا اور اپنے کو امیر کہلایا۔ لیکن اسکی حکومت کو بھی دوام حاصل نہ ہو سکا۔ کیونکہ فیصل ابن ترکی نے مشاری کو قتل کر دیا اور اپنے باپ کی حکومت واپس لے لی۔ اس ترکی کی حکومت جس نے اپنے خاندان کی طرف اثر و نفوذ کو پلٹایا تھا ۱۲۳۵ سے لے کر ۱۲۴۹ تک تھی۔

فیصل بن ترکی

اپنے باپ کے بعد فیصل تخت نشین ہوا لیکن محمد علی پاشا نے اس کو زیادہ مہلت نہیں دی۔ اس نے نجد پر ایک زبردست حملہ کیا اس حملہ میں خالد بن سعود بھی شریک تھا جس کو دیگر ان سعودیوں کے ساتھ مصر بھیج دیا گیا تھا اور جنکو درعیہ سے ملک بدر کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ محمد علی پاشا کا لشکر بغیر کسی مقابلہ کے دارالسلطنت میں داخل ہو گیا کیونکہ فیصل بھاگ گیا تھا۔ اب مصریوں نے فیصل بن ترکی کی جگہ پر خالد بن مسعود کو حاکم بنا دیا اور یہ واقعہ سن ۱۲۵۲ کا ہے۔ اور حجاز برابر محمد علی پاشا کے قبضہ ہی میں رہا۔

۱۲۵۴ میں فیصل نے اپنے کچھ مددگاروں کو لے کر مصریوں کو بھگا کر وہاں پر دوبارہ اپنی حکومت قائم کرنی چاہی مگر ناکامیاب رہا۔ اور مجبوراً اس کو اپنے کو سپرد کر دینا پڑا۔ اور جن سعودیوں کو دیس نکالا دیا گیا اور ان کو مصر بھیج دیا گیا ان میں فیصل بھی تھا۔

جب جزیرۃ العرب محمد علی پاشا کے زیر تصرف آگیا جس میں نجد، حجاز، عسیر، تہامہ، سب ہی شامل ہیں تب محمد علی نے فلسطین، لبنان، شام پر بھی قبضہ کر لیا اور آستانہ کے دروازے تک پہنچ گیا۔ لیکن آستانہ کے حلیفوں نے محمد علی پاشا کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا

اور مجبوراً ان شہروں پر اس کا قبضہ تھا ان سب کو ترکوں کے حوالہ کرنا پڑا صرف مصر پاشا کے ہی قبضہ میں رہا جہاں وہ اور اس کے خاندان والے سلطنت آستانہ کے نام سے حکومت کرتے رہے اور یہ ۱۲۵۶ کا واقعہ ہے۔

۱۲۵۹ میں فیصل ان سعودی امراء کے ساتھ جو پہلے مصر بھیج دیئے گئے تھے مصر سے نجد واپس آیا اور یہ لوگ شمالی نجد کے شہر حائل میں وہاں کے امیر ابن رشید کے یہاں مہمان ہوئے۔ یہ ابن رشید پہلے ہی سے سعودیوں کا تابع تھا۔ بلکہ مصریوں کے قابض ہونے سے پہلے اسی فیصل ہی نے اس کو حائل کا حاکم بنایا تھا کیونکہ مشاری نے فیصل کے باپ ترکی کو جب قتل کیا تھا تو مشاری کے خلاف ابن رشید نے فیصل کی مدد کی تھی اس کی جزا میں ابن رشید کو حائل کا حاکم بنایا گیا تھا (فیلبی ص ۱۶۹)

ابن رشید نے ان لوگوں کو مہمان بنا کر فیصل کے احسان کا بدلہ چکایا۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ مال اور لوگوں سے بھی مدد کی اور لوگوں کو فیصل کا ساتھ دینے کے لئے ابھارا۔ سب سے پہلے اہل عنزہ نے اس کی دعوت پر لبیک کہی۔ چنانچہ فیصل نے ان لوگوں کو ساتھ لے کر ابن رشید کی مدد سے ریاض پر حملہ کر دیا۔ اس وقت ریاض کا حاکم عبداللہ بن ثنیان تھا اس کو مصریوں نے حاکم بنایا تھا تھوڑی سی جنگ کے بعد فیصل نے عبداللہ سے ریاض واپس لے لیا۔ فیصل نے ۲۰ دن تک حصار جاری رکھا اس جنگ میں عبداللہ گرفتار کر لیا گیا مگر فیصل نے اس کو معاف کر دیا۔

فیصل نے ریاض پر قبضہ کرتے ہی ان علاقوں کو واپس لینا شروع کر دیا جو سعودیوں سے چھین لئے گئے تھے۔ چنانچہ نجد، عسیر، احساء، قطیف سب پر قبضہ کر لیا اور یہی نہیں بلکہ بحرین، مسقط، سواحل عمان کے امراء نے بھی اطاعت کا دم بھرنا شروع کر دیا۔ سن ۱۲۸۲ میں فیصل کا انتقال ہو گیا۔

عبداللہ بن فیصل

فیصل بن ترکی کے چار بیٹے تھے ۱۔عبداللہ ۲۔سعود ۳۔محمد ۴۔عبدالرحمٰن۔
فیصل نے اپنی خاندانی روایت کو پیش نظر رکھتے ہوئے سب سے بڑے لڑکے عبداللہ کی ولی عہدی پر اپنی زندگی میں لوگوں سے بیعت لے لی تھی۔ لیکن سعود نے اپنے بھائی کی مخالفت کی اور اس کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا اور دونوں بھائیوں میں جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے اور ۲۵ سال تک دونوں میں جنگ کا بازار گرم رہا جس سے حکومت ضعیف ہوگئی۔ سلطنت کا وقار جاتا رہا، اور ہر شخص کی حکومت اپنے گھر کی چہار دیواری تک محدود ہوگئی اور احسا و قطیف پر ترکوں نے قبضہ کر لیا۔

سعود ریاض سے بھاگ کر دیار عتبہ میں پناہ گزیں ہوگیا اور آخر کار اپنے بھائی عبداللہ سے ریاض کو چھین لیا ۱۲۹۰ھ میں سعود کا انتقال ہوگیا تو اس کا بھائی عبدالرحمٰن وارث تخت و تاج ہوا اور یہی عبدالرحمٰن مشہور بادشاہ عبدالعزیز کا باپ تھا۔ اور موجودہ شاہ سعود کا دادا یہی ہے۔ لیکن عبدالرحمٰن کے بھائی سعود کے لڑکوں نے عبدالرحمٰن کے خلاف ہنگامہ کھڑا کر دیا اور اس کو ریاض سے بھگا دیا تو یہ بھاگ کر دیار عتبہ میں اپنے بھائی عبداللہ کے پاس پناہ گزیں ہوا۔ یعنی ایک پناہ گزیں کے پاس دوسرا پناہ گزیں آگیا۔ عبداللہ نے اس اختلاف کو غنیمت شمار کیا اور اپنے بعض عرب ساتھیوں کو ہمراہ لے کر ریاض کی طرف بڑھا اُدھر عبداللہ کے آنے کی خبر سن کر سعود کی اولاد ریاض چھوڑ کر بھاگ گئی۔

لیکن ابھی عبداللہ کے پاؤں باقاعدہ جمے نہیں تھے کہ محمد بن سعود نے اس پر یلغار بول دی اور دونوں میں زبردست جھڑپیں ہوئیں۔ عبداللہ نے حائل کے رئیس ابن رشید سے مدد مانگی لیکن ابن رشید کی مدد پہنچنے سے پہلے ہی عبداللہ کے چچا محمد علی

ریاض پر قبضہ کر کے ریاض میں داخل ہو گئے اور عبداللہ کو گرفتار کر لیا۔ زیادہ مدت نہیں گزری تھی کہ ابن رشید اپنی مدد لے کر آدھمکا۔ تو محمد بن سعود وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ ابن رشید نے عبداللہ کو قید خانہ سے تو نکال لیا لیکن اس کو دوبارہ حاکم نہیں بنایا بلکہ اس کے بھائی عبدالرحمٰن کو ـــــ جو اپنے بھائی سعود کے بعد امیر رہ چکا تھا ـــــ حاکم بنا دیا۔ ابن رشید نے ریاض سے واپسی سے پہلے ریاض میں اپنا ایک نمایندہ عبدالرحمٰن کی مراقبت پر چھوڑ دیا۔ اس مراقب کا نام "سالم السبہان" تھا۔ اس واقعہ کے بعد ابن رشید پورے نجد کا حاکم و رئیس ہو گیا۔

عبداللہ بن فیصل، ۱۳۰۷ھ میں اس دنیا سے چل بسا۔

عبدالرحمٰن بن فیصل

یہ عبدالرحمٰن وہی شخص ہے جو اپنے بھائی سعود کے بعد کچھ دنوں تک حاکم ریاض رہا تھا اور اسی کو اس کے بھتیجے محمد بن سعود نے ریاض سے نکال باہر کیا تھا۔ اور یہی وہ شخص ہے جس کو دوبارہ ابن رشید نے پھر ریاض کا حاکم بنا کر اپنا ایک مراقب ریاض میں چھوڑ دیا تھا۔ اور یہی شخص مشہور بادشاہ عبدالعزیز کا باپ ہے۔

میں پہلے کہہ چکا کہ ابن رشید نے اپنا ایک نمائندہ و رقیب ریاض میں معین کر دیا تھا لیکن عبدالرحمٰن اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی فکر میں تھا لہٰذا اس نے ایک مرتبہ "سالم السبہان" کو گرفتار کر کے قید خانہ میں ڈال دیا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس گرفتاری کی وجہ یہ ہے کہ ابن رشید کے اشارہ پر سالم نے عبدالرحمٰن کو دھوکہ سے قتل کر دینا چاہا تھا اس لئے عبدالرحمٰن نے گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا تھا بہر حال جو بھی ہوا ابن رشید پھر ریاض کی طرف متوجہ ہوا اور قیدی کو آزاد کرا یا۔

عبدالرحمٰن نے جب ریاض کے اندر ابن رشید کی قوت وطاقت کا اندازہ لگایا تو اس کو یہ احساس ہوگیا کہ وہ دو چیزوں میں ایک کو اختیار کرنے پر مجبور ہے۔ ۱۔ ابن رشید سے کھل کر جنگ کرے۔ ۲۔ اور یا پھر ابن رشید کا وظیفہ خوار ہونے کے اعتبار سے اس کا تابع رہے۔ ابن رشید سے جنگ کرنے کی طاقت اس کے اندر نہیں تھی اور دوسری بات پر اس کا نفس راضی نہیں تھا۔ اس لئے اس نے وہاں سے کوچ کر جانا اچھا سمجھا اور اپنے اہل و عیال کو لے کر ۱۳۰۹ھ میں نجد کو خیر باد کہہ دیا۔ اور شہروں شہروں پھرتا رہا۔ پہلے تو احسا گیا پھر وہاں سے کویت چلا گیا پھر وہاں سے قبائل بنی مرہ چلا آیا۔ پھر قطر گیا اس کے بعد دوبارہ کویت آیا اور یہیں پر ڈیرہ خیمہ ڈال دیا اس وقت اس کے لڑکے عبدالعزیز کی عمر صرف دس سال کی تھی۔ الشیخ محمد ابن الصباح امیر کویت نے اس کا کچھ وظیفہ معین کر دیا۔ یہاں تک کہ جب عثمانی حکومت کی طرف سے ماہانہ ساٹھ لیرہ اس کا وظیفہ ہوگیا تو امیر کویت نے اپنا وظیفہ بند کر دیا مختصر یہ کہ عبدالرحمٰن نے اپنے خاندان کے ساتھ بڑی تنگدستی میں زندگی بسر کی۔

شاہ عبدالعزیز

عبدالعزیز بن عبدالرحمان سعودیوں میں پہلا شخص ہے جس نے بادشاہ کا لقب اختیار کیا۔ ہمیشہ سے سورج مشرق سے نکل کر مغرب میں ڈوبتا رہا ہے اور آج بھی یہی ہے ایسا کبھی نہیں ہوا کہ مغرب سے نکلا ہو یا مشرق میں ڈوبا ہو البتہ مشرق و مغرب کے درمیان ہونے والے واقعات روزانہ ہی رونما ہوتے رہتے ہیں بلکہ ہر ساعت اور ہر وقت واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں۔ حالات میں اتار چڑھاؤ ہوتا رہتا ہے ان کا نہ کوئی قاعدہ ہے نہ ضابطہ، نہ کوئی پیمانہ ہے کبھی تو محسوس ہوگا کہ بس کامیابی قدم چومنے والی ہے اور پھر معلوم ہوا کہ ہم میں اور کامیابی میں زمین آسمان کا فاصلہ ہے کبھی احساس ہوگا کہ ڈوبا

رہے ہیں موجوں کے رحم و کرم پر ہیں لیکن یکایک اپنے کو خشکی پر پائیں گے اور مسرت و خوشی کے گہوارے میں جھول رہے ہوں گے۔

کبھی نظر آئے گا کہ وہ کچھوے کی چال چل رہا ہے اور دفعتاً معلوم ہوگا کہ وہ مریخ پر پہنچ گیا، پلک جھپکتے ہی کچھوے کی چال چلنے والا سب سے آگے دکھائی دے گا۔ اور سب سے آگے جانے والا ایک جماد کی طرح کہیں پڑا ملے گا اس میں حرکت کی بھی طاقت نہیں ہوگی۔

آپ کا اس سلسلہ میں جو بھی نظریہ ہو میرا خیال ہے کہ اس میں سب سے بڑی مصلحت یہ ہے کہ ضعیف مایوس ہو کر قوی کے سامنے گھٹنے نہ ٹیک دے اور قوی گھمنڈ میں آ کر کمزوروں کا تیا پانچہ نہ کر دے، کسی چیز کا نہ پانے والا غمگین نہ ہو، پا جانے والا مغرور نہ ہو، بلکہ سب کے پیش نظر رہے کہ حالات بدل سکتے ہیں، انقلاب آ سکتا ہے۔ غالب مغلوب ہو سکتا ہے، مغلوب غالب ہو سکتا ہے صحیح درس تاریخ ہی سے ملتا ہے؛ قوموں کے عروج و زوال سے ملتا ہے۔ نظریات و فلسفے ڈھکوسلے ہیں۔ [1]

اس کی تصدیق ماضی قریب کی تاریخ کرے گی۔ وہ بیس سالہ جوان جس نے آباء و اجداد کی برباد شدہ تمام جائداد و حکومت کو پھر واپس لے لیا اور یہ بیس سالہ جوان وہی عبدالعزیز

---

[1]: اسی لئے یا اس پختہ ایمان کی بنا پر ہم کو یقین ہے کہ ایک نہ ایک دن اسرائیل دنیا سے مٹ جائے گا چاہے وہ کتنا قوی ہو، مشرق و مغرب کی کتنی ہی مدد ہو کیا فرمانِ الٰہی قابل شبہ ہے: یہ جہاں بھی ہوں گے ذلیل ہو کے رہیں گے البتہ خدا یا لوگوں کی مدد سے "طاقتور یا حاکم ہو سکتے ہیں" ان پر غضب الٰہی ہے ان کی رسوائی ہے۔ (آل عمران) اور بھلا وہ حکومت کیسے دوام حاصل کر سکتی ہے جس کا نظریہ یہ ہو کہ جب تک زندہ ہو ساری دنیا کو فنا کر دو!

ہے جو اپنے باپ عبدالرحمان کے ساتھ کویت میں پناہ گزینوں کی زندگی بسر کر رہا تھا۔ اس نے اپنے آبا و اجداد کی حکومت کسی مال و دولت، جیش و لشکر، ووٹ و انتخاب کے ذریعہ سے اور نہ جذبات بھڑکانے والے نعروں یا تالیف احزاب کے ذریعہ سے اور نہ ہڑتالوں اور مظاہروں کے ذریعہ سے، اور نہ پہلی عالمگیر جنگ کی وجہ سے زمانہ میں انقلاب آجانے کی وجہ سے، اور نہ کسی اور وجہ سے واپس لے لی۔ بلکہ ایک کہانی جس کو مختصر بیان کرتا ہوں اس کے ذریعہ حکومت واپس لے لی۔

عبدالعزیز اور اس کا باپ دونوں امیر کویت شیخ مبارک کے پاس پناہ گزیں تھے کہ ایک دن عبدالعزیز شیخ مبارک کے پاس آیا اور کہنے لگا میں نجد کو ابن رشید کے چنگل سے آزاد کرانا چاہتا ہوں کیا آپ مال و اسباب سے میری مدد کر سکتے ہیں؟ شیخ کو اس کی بات پر بہت ہنسی آئی مگر اس نے اس خیال سے کہ جوان کو صدمہ نہ پہنچے اس کو دو سو ریال [۲۰۰]، تیس [۳۰] بندوقیں، چالیس [۴۰] اونٹ دلے دیئے۔ جوان ان چیزوں کو لے کر اپنے بعض رشتہ داروں اور دوستوں کے ساتھ "جنکی تعداد چالیس سے ہرگز زیادہ نہیں تھی" روانہ ہوگیا۔ یہ لوگ راتوں کو سفر کرتے تھے اور دن میں کہیں چھپ جایا کرتے تھے۔ جب بھوک لگتی تھی تو ادھر ادھر سے کوئی بکری یا اونٹ پکڑ کر ذبح کر لیتے تھے۔ یہ لوگ مسلسل سفر کرتے کرتے آخرکار ایک رات کو ریاض پہنچ گئے۔ اور چونکہ یہ لوگ یہاں کے رہنے والے تھے لہٰذا ہر چیز کو اچھی طرح جانتے تھے۔ چنانچہ رشیدی حاکم عجلان کے محل کی دیوار پر چڑھ کر چاروں طرف کا جائزہ لیا۔ اور پھر سب سے پہلے ملازموں کو پکڑ کر ان کے ہاتھ پیر باندھ دیئے اور عبدالعزیز ایک بندوق لے کر حاکم رشیدی کے کمرہ کی طرف چلا اور اس میں داخل ہوگیا۔ اس کمرہ میں صرف عجلان کی بیوی اور سالی تھی اور کوئی نہ تھا

اس نے ان دونوں سے پوچھا حاکم کہاں ہے؟ انھوں نے بتادیا کہ اس کمرہ کے بغل جو قلعہ ہے وہ اس میں سویا کرتا ہے۔ رات تقریباً گزر چکی تھی اور صبح نمودار ہو چکی

تھی اس لئے سب نے باقاعدہ وضو کیا اور نماز پڑھی اور نماز بھی فرادیٰ نہیں بلکہ حاکم عجلان کے گھر میں عبدالعزیز کی اقتدا میں نماز جماعت ہوئی۔ نماز پڑھ کر یہ لوگ گھر میں اس طرح بیٹھ گئے جیسے گھر کے مالک یہی ہوں۔ جب سورج نکلا اور قلعہ کا دروازہ کھلا اور ان لوگوں نے قلعہ پر دھاوا بولنا چاہا ہی تھا کہ ادھر سے حاکم نکلا ہوا اپنے گھر کی طرف جا رہا تھا۔ عبدالعزیز نے اس کو گولی ماری لیکن وہ نہیں لگی۔ لیکن ابن جلاوی سعودی نے اس کا کام تمام کر دیا اور اس کے بعد حملہ آوروں نے حاکم کے بہت سے حمایتیوں کو قتل کر ڈالا۔

اس خبر کا شہر میں نشر ہونا تھا کہ شہر والے خوفزدہ ہو گئے اور اپنے انجام سے گھبرا کر سب لوگ عبدالعزیز کے پاس آکر اطاعت کا دم بھرنے لگے یہ واقعہ ۳ شوال ۱۳۱۹ھ (۱۵ ارجنوری ۱۹۰۲ء) کا ہے اس کے بعد عبدالعزیز نے اپنے باپ کو کویت سے ریاض منتقل کیا۔ اور اس کو "امام" کا لقب دیا اور خود حکومت کی باگ ڈور سنبھال لی اور لشکر کی قیادت بھی اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اور پے در پے فتوحات کرنے لگا۔ قسمت نے بھی ساتھ دیا۔ ابن رشید کو قتل کر کے نجد پر اپنی حکومت قائم کی۔ اور احساء، قطیف، حجاز، عسیر، سب پر قبضہ کر لیا۔ اس کے والد عبدالرحمان کا انتقال ۱۹۲۸ء میں ہو گیا مرتے وقت اس کی عمر ۸۷ سال تھی باپ کا انتقال اس وقت ہوا جب اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ پورے علاقہ ـــــ یعنی سعودی حکومت کا وہ علاقہ جو آج بھی اس کے پاس ہے ـــــ پر اس کے بیٹے کی حکومت مسلم ہو گئی ہے۔

جس طرح ابن رشید ترکوں کا مخلص اور حلیف تھا اسی طرح زندگی بھر عبدالعزیز انگریزوں کا حلیف، مخلص، دوست وفادار رہا۔ چنانچہ خطبوں میں اور دیگر جگہوں پر انگریزوں کا ذکر کرتا تھا اور ان کا شکریہ ادا کرتا تھا۔ میں ایک مثال پیش کرتا ہوں ۱۳۶۲ میں عبدالعزیز نے مکہ مکرمہ میں ایک خطبہ دیا تھا اس میں کہا۔ میں اس جگہ آپ لوگوں کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ جو شخص لوگوں

کاشکریہ نہیں ادا کرسکتا ہے وہ خدا کا بھی شکرادا نہیں ادا کرسکے گا۔ اس کے بعد برطانوی حکومت کی بہت زیادہ تعریف اس بات پر کی کہ اس نے حاجیوں کے جہازوں کو آگے بڑھانے میں اور سفر کی سہولت دینے میں بڑی کوشش کی ہے اسی طرح اس کی اور اس کے حلیفوں کی مدد کا تذکرہ کیا اور بہت تعریف کی اور اس بات کی تعریف کی کہ انگریزی حکومت نے ان شہروں کی تمام ضروریات کو پورا کیا خواہ وہ معیشت کی چیزیں ہوں یا اور کچھ۔ اور آخر میں کہا کہ انگریزوں کی سیرت اور ان کا سلوک ابتدا سے انتہا تک ہمارے ساتھ بہت اچھا رہا ہے۔

لیکن ہر چھوٹے بڑے کو یہ جان لینا چاہیئے کہ انگریز اور ان کے حلفاء یا کوئی دوسری استعماری حکومت محض خیر و انسانیت دوستی کی بنا پر کچھ نہیں کرتی اور اگر کسی ملک کے ساتھ یہ لوگ سلوک واحسان کریں تو اس کا مطلب یہی سمجھنا چاہیئے کہ یہ اس ملک کی قسمت اور اس کے بازار پر تسلط حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یاد رکھیئے استعمار ہمیشہ منافقت برتتا ہے اور رشوت دیتا ہے کہ عوام کا خون چوس لے۔

سب سے زیادہ عجیب و غریب بات یہ ہے کہ یہ حقیقت عبدالعزیز پر کیونکر پوشیدہ رہ گئی؟ اور اس سے بھی زیادہ تعجب اس پر ہے کہ وہ اتنے پکے وہابی تھے کہ دشمن کے گھر پر بھی اول وقت نماز پڑھتے تھے پھر بھی وہ انگریزوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ جو لوگوں کا — یعنی انگریزوں کا — شکریہ ادا نہ کرے وہ خدا کا بھی شکر نہ ادا کرے گا؟ یعنی وہ انگریزوں کے شکریہ کو خدا کے شکریہ کے ساتھ ملا رہے ہیں یہ کوئی بات نہیں ہے لیکن کسی نبی یا ولی کے قبر کے پاس نماز پڑھنی اس لئے بدعت ہے کہ اس سے صاحب قبر کی عبادت کا شائبہ پیدا ہوتا ہے یا ان کے خیال میں صاحبِ قبر کی عبادت تک منجر ہوتی ہے — پھر انگریزوں کے شکریہ کے ساتھ خدا کا شکریہ؟ اس کی کیا تاویل ہوگی؟ — کیونکہ خدا کا شکر قابل قبول نہیں ہوگا جب تک انگریزوں کا شکریہ

نہ قبول ہو جائے! خیر۔ اور جب انگریز کمزور ہو گئے تو اب ان کی جگہ امریکہ نے لے لی ہے۔ عبدالعزیز کی حکومت ۶۴ سال رہی۔ یعنی ۱۳۰۹ سے ۱۳۷۳ تک اس کی حکومت رہی اس کے بعد ان کی اولاد حاکم ہوئی۔ سعود، ان کے بعد فیصل، ان کے بعد خالد اور اب فہد کی حکومت ہے

اس فصل کے مدارک

۱۔ کشف الارتیاب از سید محسن الامین

۲۔ تاریخ نجد " فیلبی

۳۔ تاریخ الدولۃ السعودیۃ " امین سعید

۴۔ الامام العادل ج ۱، ۲ " عبدالحمید خطیب

۵۔ تاریخ الکویت السیاسی ج ۱، ۲، ۳ " حسین ابن الشیخ خزعل

اظہار حقیقت نہ معذرت

اس کتاب کی ہر ہر سطر کو میں نے دفاع کی نیت سے تحریر کیا ہے۔ کسی پر حملہ کرنا مقصود نہیں ہے میرا مقصد صرف اسلام کی وفاداری کو ثابت کرنا ہے۔ وہابیت کی رد مقصود نہیں ہے اور یہ اس کتاب میں نہیں بلکہ ہر کتاب میں میری حالت یہی رہی ہے کہ جو لوگ افتراء و بہتان سے کام لیتے ہیں اور حملہ آور ہوتے ہیں۔ میں صرف ان سے دفاع کرتا ہوں۔

بھلا مجھے محمد ابن عبدالوہاب یا دوسروں کے عقیدوں سے کیا لینا دینا ہے۔ ہر انسان اپنے عقیدہ اور اپنی ثقافت میں آزاد ہے۔ طرز زندگی اختیار کرنے میں آزادی رکھتا

ہے۔ وہ جو کرے یا جو بھی عقیدہ رکھے اس کی پوری ذمہ داری خود اس کے اوپر ہوتی ہے۔ کسی انسان کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے کے اقوال و افعال کے بارے میں بحث و فحص کرے جب تک اس کے اقوال و افعال اس کی ذات تک محدود ہوں۔ دوسروں سے ان کا کوئی دور یا قریب کا واسطہ نہ ہو۔

میں قسم کھا کے کہتا ہوں کہ میں نے پہلے جن لوگوں یا کتابوں کی رد لکھی ہے یا بعد میں جن کی رد کروں گا ان میں میرا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ عقیدہ تشیع کے دشمن پر حملہ کروں۔ بلکہ میں صرف اس نیت سے لکھتا ہوں کہ لکھنے والے میں جو موروثی غلطیاں ہیں اور جن کا وہ التزام کئے ہے اس سے باز آجائے۔ میرا پہلا اور آخری مقصد صرف اتنا ہے کہ اس کی غلط فہمی کو ختم کر دوں اور جو لوگ افتراء اور چار سو بیسی سے کام لیتے ہیں ان کا آگے کا راستہ بند کر دوں اور وہ لوگ یہ سمجھ لیں کہ میں ہر وقت ان کی گھات میں ہوں۔ اور وہ لوگ بھاگنے کا راستہ نہ تلاش کر سکیں۔

مجھے محمد بن عبدالوہاب، اس کے عقیدہ، اس کی دعوت سے کیا سروکار ہے خصوصاً جب کہ وہ جو کچھ کرنا چاہتا تھا کر چکا؟۔ اگر محمد ابن عبدالوہاب یہ نہ کہتا کہ: شیعوں کی وجہ سے قبروں کی عبادت اور شرک کا رواج ہوا ہے اور یہ کہ بعض بزرگوں نے شیعوں کو مسلمانوں کے ۷۲ فرقہ سے خارج کر دیا ہے[1] یا اس کے پوتے عبدالرحمان کا یہ کہنا کہ: جو شیعہ وہابیوں کی مخالفت کرے اور پھر توبہ نہ کرے تو اس کا قتل واجب ہے[2]: تو مجھے اس سے کوئی غرض ہی نہیں تھی میرا اور اس کا کوئی واسطہ ہی نہیں تھا۔

اس طرح محمد بن عبدالوہاب نے شیعوں کو پیش کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ شرک کا سبب یہی ہیں اور ہلاک ہونے والے فرقوں میں سب سے بدتر یہی ہیں اور ان کے پوتے نے

---

[1] کتاب التوحید ص ۵۷ از الرسائل التسع طبع ۱۹۵۷ [2] فتح المجید ص ۲۹۱ طبعہ ۱۹۵۰

تو شیعوں کے قتل کا حکم دے دیا ہے ــــــ اور میں یقین سے کہتا ہوں کہ ان دادا، پوتے نے شیعوں کی ایک کتاب بھی نہیں پڑھی۔ بلکہ کسی شیعہ کتاب کا ایک صفحہ بھی نہیں پڑھا۔ اور نہ کسی شیعہ عالم و جاہل کے ساتھ ان کی نشست و برخاست رہی ہے ان کی حیثیت وہی ہے جو ہر افترا و بہتان لگانے والے کی ہوا کرتی ہے۔

اگر محمد عبدالوہاب کے اقوال پر پردہ ڈال دیا جاتا اور زمانہ کے ساتھ اس پر نسیان کی چادر پڑ جاتی تو ہم بھی اس کی غلطیوں سے چشم پوشی کرتے اور اس سے تجاہل برتتے۔ لیکن اس کے اقوال کو عقیدہ راسخہ بنا لیا گیا ہے۔ اور وہابیوں نے دین و حقیقت کا مثالی نمونہ قرار دے لیا ہے۔ اور اس کے نظریات و خیالات سب کے سب ان کے یہاں نقش کالحجر ہو گئے ہیں۔ کسی اور وجہ سے نہیں بلکہ صرف اس لئے کہ ابن عبدالوہاب نے کہا ہے۔ اور ان کے پوتے عبدالرحمٰن نے فرمایا ہے۔ تو جب یہ صورت حال ہے تو اس پر خاموشی اور اس سے تجاہل، غلط فہمی کا سبب بن سکتا تھا اور ہو سکتا ہے کہ لوگوں کو یہ خیال ہو کہ اگر شیعہ ان چیزوں کے قائل نہ ہوتے تو اس کی رد کرتے۔ گویا رد نہ کرنا شیعوں کا ضمنی اعتراف سمجھا جاتا اس لئے تردید ضروری تھی۔

اور ہم جھوٹ و افترا کو کیونکر تسلیم کر سکتے ہیں؟ اور ہم عزم و طاقت کے ساتھ ان کا جواب کیوں نہ دیں جبکہ ہم میں اتنی طاقت ہے کہ ہم جھوٹ بولنے والوں کا منہ توڑ جواب دے سکیں ہم اینٹ کا جواب پتھر سے دے سکتے ہیں تو کیوں خاموش ہوں؟

خلاصہ جو شخص کتاب التوحید ــــ بلکہ دوسرے لفظوں میں وہابیوں کی انجیل ــ کو پڑھ لے گا اس کو پتہ چل جائے گا کہ پوری کتاب میں جیسے اس کے مولف کو شرک کا ہیضہ ہو گیا ہے اور وہ مسلمانوں کو دین و ایمان سے خارج کرنے پر تلا ہوا ہے۔ اس کتاب میں شرک کے جو عنوانات دیے گئے ہیں چند کو ملاحظہ فرمایئے۔

۱۔ خرقہ کا پہننا شرک ہے ۲۔ غیر خدا کے لیئے نذر کرنا شرک ہے ۳۔ خدا کے

علاوہ کسی سے پناہ چاہنا شرک ہے ۴۔ غیر خدا سے مدد مانگنا شرک ہے۔ ان کے اقوال ملاحظہ فرمائیے۔ فال شرک ہے۔ قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر لعنت ہے۔ قبروں پر چراغ جلانے والوں پر لعنت ہے[۱]

پس اگر شیعوں ہی کی وجہ سے شرک و عبادتِ قبور کا سلسلہ چلا ہے تو پھر اس بھرپور لعنتوں اور شرک جو ابن عبدالوہاب کے کلام میں ہے اس کا سبب کون ہے؟ واقعہ یہ ہے کہ کتاب التوحید کے مولف کے انداز فکر پر اسکو ڈاکٹریٹ کی ڈگری ملنی چاہیئے۔!!!

نوٹ: سید احسان عبداللطیف البکری کی کتاب "الوھابیۃ فی نظر علماء المسلمین" میں ان کتابوں کے نام ہیں جن میں علمائے اہل سنت نے وہابیت کی رد کی ہے ہم اس مختصر رسالہ کا بھی ترجمہ پیش کر رہے ہیں۔

---

[۱]: ۔ التوحید جو الرسائل التسع کے ساتھ ۱۴۰۵ھ میں چھپی ہے اس کے ص ۵۹ پر زائرین قبور اور ان پر چراغ جلانے والوں پر لعنت کی گئی ہے۔

رسالہ
الوھابیۃ فی نظر علماء المسلمین
مسلمان علمار کی نظر میں وہابیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے مسلمان بھائیو! کیا تم لوگ وہابیت کی حقیقت سے واقف ہو؟ اور کیا تم جانتے ہو کہ وہابی مذہب کی ایجاد محمد بن عبدالوہاب نجدی نے کی ہے؟ جن کا انتقال ۱۲۰۶ھ میں ہوا ہے۔ اور کیا تم جانتے ہو کہ یہ مذہب ہمارے چاروں مذہبوں — مالکی، شافعی، حنبلی، حنفی — سے الگ ہے؟ یا تم لوگ ان چیزوں کو نہیں جانتے؟

اس کے بعد کیا تم لوگوں کو یہ بھی معلوم ہے کہ ہمارے چاروں مذاہب کے علمار وہابیوں کو گمراہ جانتے ہیں؟ اور ان کو سبیل مومنین سے خارج مانتے ہیں؟ خود قرآن مجید نے فرمایا ہے: اور جو شخص راہ راست کے واضح ہو جانے کے بعد رسولؐ کی مخالفت کرے گا اور ایمان والوں کے طریقہ کے علاوہ اور کسی راستہ پر چلے گا تو ہم اس کو (دنیا میں) جو کچھ وہ کرتا ہے کرنے دیں گے۔ اور (آخرت میں) اس کو واصل جہنم کریں گے۔
(پارہ ۵ سورہ ۴ آیت ۱۱۵)

نیز کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ اہل سنّت والجماعت کے علماء نے اختلاف مذاہب کے باوجود اس بدعتی ــ محمد بن عبدالوہاب ــ اور اس کے پیروکاروں کی رد میں کتابیں لکھی ہیں؟ یا آپ اس کو نہیں جانتے؟

بھائیو کیا آپ کو یہ معلوم ہے کہ اسمٰعیل پاشا بغدادی نے اپنی کتاب (ھدیۃ العارفین) کے ج ۲ ص ۳۵۰ پر تحریر کیا ہے کہ محمد ابن عبدالوہاب نے اپنی کتاب میں بہت سے مسائل میں رسولؐ اکرم کی مخالفت کی ہے؟

نیز کیا آپ کو معلوم ہے کہ شیخ سلیمان بن عبدالوہاب نجدی، جو محمد بن عبدالوہاب کے حقیقی بھائی تھے انھوں نے سب سے پہلے اپنے بدعتی بھائی کی رد میں ایک کتاب لکھی جس کا نام "فصل الخطاب فی الرّد علی محمد بن الوھاب" رکھا اس بات کو "ایضاح المکنون" کے جلد ۲ ص ۱۹۰ طبع بیروت دارالفکر ۱۴۰۲ھ پر اسماعیل پاشا بغدادی نے اور "معجم المؤلفین" کے جلد ۴ ص ۲۶۹ طبع بیروت داراحیاء التراث العربی پر عمر رضا کحّالہ نے تحریر کیا ہے اسی طرح ایک اور کتاب "الصواعق الالٰھیۃ فی الرّد علی الوھابیۃ" لکھی ہے۔ اس کے بعد تو علمائے حجاز، مصر، ہند، شام، عراق جن کا شمار چوٹی کے علمائے اہل سنت الجماعت میں ہوتا ہے مسلسل و متواتر اس کی رد لکھی اور اس پر اعتراضات تحریر کئے۔ بلکہ شیعوں نے بھی اس کی رد لکھی۔

حسن بن عیدان نے شیخ سلیمان سے سوال کیا تھا کہ وہابی مذہب کے باطل ہونے پر آپ کے پاس کیا دلیلیں ہیں؟ تو جناب شیخ سلیمان نے الصواعق الالٰھیۃ کو ان کے پاس بھیج دیا تھا جن میں وہابیوں کی جہالت ان کی گمراہی و بدعت کے ساتھ یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ ان میں استنباط کی لیاقت نہیں ہے اور اس میں ان کے باطل خیالات اور منحرف آراء پر ملامت کی گئی ہے کہ یہ لوگ تمام ان مسلمانوں کے کفر کا فتویٰ دیتے ہیں جو ان کے فاسد عقائد کی مخالفت کرتے ہیں۔ مثلاً نذر، رسولؐ مقبول سے شفاعت

چاہنا، دعا، میت سے سوال، اور اس قسم کی دوسری چیزیں جنکو سارے مسلمان کرتے ہیں اور شرعاً کوئی حرج نہیں جانتے خواہ سنی ہوں یا غیر سنی اور ان چیزوں کو صحیح سمجھتے ہیں اور ہر ہر چیز پر معتبر شرعی دلائل رکھتے ہیں، صحاح متواترہ پیش کرتے ہیں، ائمہ اربعہ سے حکایت شدہ اجماعات کو ثابت کرتے ہیں۔ اور وہابی ان چیزوں کو حرام جانتے ہیں اور ان کے بجالانے والے کو کافر کہتے ہیں۔

یہ کتاب ترکیہ میں سن ۱۳۹۹ھ میں تیسری مرتبہ شائع کی گئی ہے۔

جناب شیخ سلیمان صاحب اسی کتاب کے ص ۱۴۱ پر وہابیوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں: نجات پانے والے فرقہ کے، رسولؐ خدا نے کچھ صفات بیان کئے ہیں۔ اسی طرح اہل علم نے بھی اس فرقہ کے کچھ صفات بیان کئے ہیں۔ لیکن وہابیوں میں ان صفات میں سے ایک صفت بھی نہیں پائی جاتی ــــــ

پس مرحوم ان کے جنتی ہونے کے منکر ہیں کیونکہ مسلمانوں کے ۷۳ فرقوں میں سے جو فرقہ قیامت کے دن نجات پانے والا ہے اس کی کوئی بھی صفت وہابیوں میں نہیں ہے۔

● جناب شیخ داؤد بن سلیمان بغدادی جو سلسلہ خالدیہ نقشبندیہ کے خلیفہ تھے انھوں نے وہابیوں کی رد میں ایک "صلح الاخوان فی الرّد علیٰ من قال علی المسلمین بالشرک والعدوان" نامی کتاب تحریر فرمائی ہے نیز موصوف ہی نے "المنحۃ الوھابیۃ فی رد الوھابیۃ" ایک اور کتاب لکھی ہے یہ کتاب ترکی کے مشہور شہر استانبول میں ۱۹۷۶ء میں چھپی ہے۔

● عمر رضا کحالۃ نے "معجم المولفین" کے ج ۱ ص ۲۹ پر تحریر کیا ہے کہ ابراہیم بن عبدالقادر الریاحی التونسی المالکی نے بھی وہابیوں کی رد میں کتاب لکھی ہے۔

● طریقہ رفاعیہ کے رئیس شیخ ابراہیم الراوی نے "الاوراق البغدادیۃ فی الحوادث النجدیۃ" نام کی ایک کتاب وہابیوں کے خلاف لکھی ہے جس میں کتاب و

سنّت کی واضح دلیلوں سے اس کی رد کی ہے یہ کتاب بغداد میں ۱۳۴۵ھ میں مطبعۃ النجاح سے اور استنبول سے ۱۹۷۶ء کے اندر چھپ چکی ہے۔

● خواجہ حافظ محمد حسن نے "العقائد الصحیحۃ فی تردید الوھابیۃ النجدیۃ" نام کی ایک کتاب لکھی ہے جس میں وہابیوں کے تمام عقائد کی ایک ایک کرکے تردید و تفنید کی ہے۔ اور "ادلۂ قاطعہ و براھین ساطعہ" سے ان کی دلیلوں کو باطل کیا ہے اور رد کرنے میں صرف کتاب خدا اور رسول خدا کی معتمد سنت پھر عقل اس کے بعد عرف عام کا سہارا لیا ہے۔ یہ کتاب ہندوستان کے شہر امرتسر کے اندر ۱۳۰۶ھ میں چھاپی گئی ہے پھر دوبارہ آفسیٹ سے استنبول ترکیہ کے اندر ۱۳۹۸ھ میں چھپی ہے اس کو چھاپنے والے حسین حلمی استنبولی تھے۔

● شیخ جمیل آفندی زہادی نے "الفجر الصادق فی الرّد علی منکری التوسل و الکرامات والخوارق" لکھی ہے یہ کتاب بھی ترکیہ کے مشہور شہر استنبول میں ۱۳۹۶ھ میں شائع ہوئی ہے۔

● جناب حمداللہ داجوی نے "البصائر لمنکری التوسل باھل المقابر" نام کی کتاب وہابیوں کی رد میں لکھی ہے جو ۱۹۵۰ء میں استنبول سے چھپ چکی ہے۔

● پاکستان میں کراچی کے اندر "دارالعلوم القادریہ" کے مدرس جناب عامر القادری نے بھی وہابیت کی رد میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "المدارج السنیۃ فی رد الوھابیۃ" ہے اس کتاب کو ترکیہ کے شہر استانبول میں ۱۹۷۸ میں حسین حلمی ابن سعید استانبول نے آفسیٹ پر چھاپہ ہے۔

● جناب ابراہیم بن عثمان السنھود المصری نے وہابیت کی رد میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "سعادۃ الدارین فی الرد علی الفرقتین الوھابیۃ والمقلدۃ الظاھریۃ" ہے یہ کتاب بھی ۱۳۲۰ھ میں مصر کے اندر چھپ چکی ہے۔

● جناب عبداللہ بن عیسیٰ الصنعانی نے بھی وہابیوں کی رد میں ایک کتاب لکھی ہے اس کا نام ہے "السیف الھندی فی ابانة طریقة الشیخ النجدی" شیخ نجدی سے مراد محمد عبدالوہاب ہے اس کتاب کا تذکرہ اسماعیل پاشا نے "ھدیة العارفین" کے ج ۱ ص ۴۸۸ پر کیا ہے۔

● شیخ احمد سعید السرہندی النقشبندی نے بھی "الحق المبین فی الرّد علی الوھابین" نامی کتاب وہابیوں کی رد میں لکھی ہے اس کا بھی تذکرہ "ھدیة العارفین" کے ج ۱ ص ۱۹۰ پر اسماعیل پاشا نے اور "معجم المولفین" کے ج ۱ ص ۲۳۲ پر عمر رضا کحالہ نے کیا ہے۔

● محمد الکسم الحنفی فقیہ نے "الاقوال المرضیة فی الرّد علی الوھابیة" وہابیوں کی رد میں لکھی ہے اس کتاب کا تذکرہ "معجم المولفین" کے ج ۱۰ ص ۲۹۳ پر عمر رضا کحالہ نے کیا ہے۔

● عبدالمحسن الاشیقری حنبلی نے بھی ایک کتاب بنام "الرّد علی الوھابیة" لکھی ہے جس کا تذکرہ عمر رضا کحالہ نے "معجم المولفین" کے ج ۶ ص ۱۶۲ پر کیا ہے۔

● جناب محمد عطاء اللہ المعروف بہ عطا نے بھی وہابیوں کی رد میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے "الرسالة الردیة علی الطائفة الوھابیة" معجم المولفین کے ج ۱۰ ص ۲۹۴ پر اس کا تذکرہ ہے۔

● جناب اسماعیل التمیمی التونسی ابوالفدا مورخ نے بھی وہابیوں کی رد میں کتاب لکھی ہے جس کا نام "عقد نفیس" ہے۔ اس کتاب کا تذکرہ "معجم المولفین" کے ج ۲ ص ۲۶۳ پر کیا ہے۔

● اس کے علاوہ دوسری کتابیں بھی وہابیت کی رد میں لکھی گئی ہیں مثلاً "التوسل بالنبیؐ وجھلة الوھابیین" ہے یہ کتاب استانبول میں ۱۹۷۵ء میں چھپ چکی ہے۔ اسی طرح ایک اور کتاب بنام "الدرر السنیة فی الرّد علی الوھابیة" ہے۔ اس کتاب کے مصنف سید احمد زینی دحلان مکہ مکرمہ میں شافعیوں کے مفتی تھے۔ اس کتاب کا تذکرہ (ہدیۃ العارفین)

کے ج ا ص ۱۹۱ پر ہے انھیں کتابوں میں ایک کتاب "ضلالات الوہابین" بھی استانبول کے اندر سنہ ۱۹۷۶ء میں چھپ چکی ہے۔

● "الاصول الاربعة فی تردید الوهابية" خواجہ محمد حسن کی ہے۔ اس کا تذکرہ خود انھوں نے اپنی کتاب "العقائد الصحیحة فی تردید الوهابية النجدية" میں کیا ہے۔ اسی طرح "المسائل المنتخبہ" اور "التوسل بالموتیٰ" بھی کتابیں ہیں جو استانبول میں ۱۹۷۶ء میں چھپ چکی ہیں۔ ایک کتاب بنام "علماء المسلمين والوہابيۃ" بھی ہے اس کو حسین حلمی الیشیق نے جمع کیا ہے یہ بھی ۱۹۷۳ میں استانبول کے اندر چھپ چکی ہے۔ کتاب درحقیقت پانچ رسالوں کا مجموعہ ہے۔ ۱۔ (میزان الکبریٰ) شیخ عبدالوہاب شعرانی مصری کی ہے ۲۔ دوسری (من شواهد الحق) شیخ یوسف بن اسماعیل النبھانی کی ہے۔ جو پہلے بیروت کے اندر محکمہ حقوق کے رئیس تھے ۳۔ تیسری کتاب "العقائد النفی" ہے جو شیخ عمر بن محمد الحنفی کی تالیف ہے ۴۔ چوتھا رسالہ (من معربات المکتوبات) ہے جو احمد بن عبدالاحد فاروقی حنفی نقشبندی کی تالیف ہے ۵۔ پانچواں رسالہ "رسالة فی تحقیق الرابطة" ہے اس کے مولف شیخ خالد بغدادی ہیں۔ یہ ساری کتابیں مطبعہ الیشیق کتاب آوی استانبول ترکیہ کی نشر کردہ ہیں۔

● محمد بن عبدالوہاب کی رد میں احمد بن علی بصری نے جو قبانی کے نام سے مشہور ہیں ایک کتاب لکھی ہے اس کا نام "فصل الخطاب فی رد ضلالات ابن عبدالوهاب" ہے۔ اسماعیل پاشا نے اس کتاب کا تذکرہ "ایضاح المکنون" کے ج ۲ ص ۱۹۰ پر کیا ہے۔ یہ کتاب دارالفکر سے سنہ ۱۴۰۲ھ میں شائع کی گئی ہے۔

● فضیلة الشیخ سید احمد بن زینی دحلان (جو مکہ مکرمہ کے مفتی تھے) نے اپنی کتاب "الفتوحات الاسلامية" کی جلد دوم میں وہابیت کی رد کی ہے۔ یہ کتاب بھی مصر سے سنہ ۱۳۵۴ھ میں مصطفیٰ محمد کے مطبع سے چھپ چکی ہے۔ ملاحظہ ہو ص ۲۵۶ سے ۲۶۹ تک۔

موصوف نے یہ بھی لکھا ہے کہ اور بہت سی کتابیں اور رسالے ہیں جو محمد بن عبدالوہاب کی رد میں لکھے گئے ہیں۔ لیکن موصوف نے ان کے ناموں کا ذکر نہیں کیا۔ چنانچہ موصوف فرماتے ہیں: محمد ابن عبدالوہاب کی رد میں جن لوگوں نے کتابیں لکھی ہیں انہیں بیشتر ان کے اساتذہ ہیں اور ان کے سب سے بڑے استاد شیخ محمد بن سلیمان کردی نے بھی رد لکھی ہے جو ابن حجر کی بافضل پر جو شرح ہے اس شرح کے حواشی کے مولف ہیں۔

مفتی مکہ مکرمہ نے اپنی کتاب "الفتوحات الاسلامیۃ" سے اس حصہ کو الگ کرکے جو وہابیوں کی رد میں ہے مستقل "فتنۃ الوھابیۃ" کے نام سے شائع کیا ہے یہ کتاب استانبول سے ۱۹۷۶ء میں چھپ چکی ہے۔

جناب اسماعیل پاشا بغدادی نے اپنی کتاب "ھدیۃ العارفین" جو استانبول سے ۱۹۵۱ء اور دوبارہ آفسیٹ بیروت سے ۱۴۰۲ھ میں چھپ چکی ہے کے جلد اول کے ص ۱۹۱ پر سید احمد بن السید زینی دحلان کے مولفات میں ایک کتاب "الدرر السنیۃ فی الرد علی الوھابیۃ" کا بھی ذکر کیا ہے اور شیخ یوسف النبھانی نے اپنی کتاب "شواھد الحق فی الاستغاثۃ بسید الخلق" میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے چنانچہ وہ تحریر کرتے ہیں: سید احمد دحلان شافعیوں کے مفتی نے ایک مستقل کتاب وہابیوں کی رد میں لکھی ہے۔

اور اپنی کتاب شواہد الحق کے تیسرے باب میں جتنا لکھا ہے وہ اثبات حق اور ابطال باطل کے لیئے کافی ہے۔ اسی طرح موصوف نے وہابیوں کے شبہات کی تردید بھی قوی دلیلوں سے کی ہے اور ۲۷ صفحہ میں مکمل کیا ہے۔ اسی کتاب کو ص ۱۵۱ سے ۱۷۷ تک دیکھیئے کہ سب کا سب وہابیوں کی رد اور ان پر طعن ہے۔ شواہد الحق میں یہ بھی لکھا ہے کہ مصطفی ابن احمد الشطی حنبلی نے بھی وہابیوں کی رد میں ایک مخصوص رسالہ لکھا ہے جس کا نام "النقول الشرعیۃ فی الرد علی الوھابیۃ" ہے یہ کتاب بھی چھپ کر منتشر ہو چکی ہے۔

اے میرے مسلمان بھائیو ! اب جبکہ میں نے وہابی مذہب کی حقیقت آپ لوگوں پر واضح کردی اور یہ ثابت کردیا کہ یہ مذہب ہمارے مذاہب اربعہ ۔ حنفی، حنبلی، شافعی، مالکی ۔ کے خلاف ہے اور نیا مذہب ہے اور ان کتابوں کو بھی تحریر کردیا جسکو علمائے اسلام نے انکی رد میں لکھا ہے تو اب آپ کا فریضہ ہے کہ اس مذہب سے بچئے اور اسکی پیروی نہ کیجئے، اس کے ماننے والوں سے علیحدگی اختیار کیجئے ۔

خبردار آپ لوگ قرآن کی اس آیت کے مصداق نہ بنئے : جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو خدا نے نازل کیا ہے اسکی پیروی کرو تو وہ کہتے ہیں بلکہ ہم نے تو اپنے آباء واجداد کو جو کرتے ہوئے پایا ہے اسکی پیروی کرینگے ۔ تب خدا نے ان کی رد کی اور انکی مذمت کی اور فرمایا : کیا ان لوگوں کو شیطان جہنم کی طرف بلا رہا ہے ۔

اور اس آیت کے بھی مصداق نہ بنئے : ان لوگوں نے کہا اے رسولؐ کیا آپ اس لئے آئے ہیں کہ ہم نے اپنے آباء و اجداد کو جس (دین) پر پایا ہے ہم کو اس سے پلٹادیں ؟ تو خدا نے ان کو جواب دیا : تم اور تمہارے آباء سب ہی کھلی گمراہی میں تھے ۔

آخر میں اے مسلمانو ! ہم آپ کیلئے خدا سے توفیق وتسدید کی تمنا کرتے ہیں اور پروردگار سے دعا کرتے ہیں کہ سب مسلمان بھائیوں کو ہر اس بدعت وضلالت سے محفوظ رکھے جو جہنم تک پہنچانے والی ہو ۔

میں آپ حضرات سے امید کرتا ہوں کہ بغیر کسی تعصب کے آپ اس کو پڑھیں گے اور اس کا مطالعہ فرمائیں گے ۔ آزادیٔ فکر کو اپنے عقیدہ اور ایمان میں جگہ دیں گے، جیسا کہ خدا آپ لوگوں سے چاہتا ہے ۔ اور جب آپ کی ماں نے آپکو آزاد پیدا کیا ہے تو دوسروں کے غلام نہ بن جائیے ۔

والسلام علیک وعلی من اتبع الھدیٰ وحاد عن سبیل الغیّ والضلالۃ والردیٰ و رحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔۔۔۔ آپ کا بھائی ۔

احسان عبداللطیف البکری ۔